عنایۃ المامول

فی علم الرسول ﷺ

تصنیفِ مبارک

فیضِ ملت، شیخ القرآن، استاذ العلماء

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب

مدظلہُ العالی

— باہتمام —

صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی رضوی

ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور پاکستان



غَایَۃُ المَامُولْ
فِیْ
عِلمِ الرَّسُولْ



ازقلم

حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی

باہتمام صاحبزادہ عطاالرسول اویسی

ملنے کا پتہ

مکتبہ اُویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور (پاکستان)

نام کتاب : غایۃ المامول فی علم الرسول
مصنف : مولانا علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی
ناشر : مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
سائز : ۱۸ × ۲۲ / ۸
باہتمام : صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی
ضخامت : صفحات
کتابت : منیر احمد خانپوری و رفیق ملتانی
طباعت : آفسٹ
بار : اول
قیمت :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن لا یغرب عنہ شیٔ فی السموات والارضین وما ھو علی الغیب بضنین ، عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضی من الانبیاء والمرسلین ، والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین ؛ الذی قال ان اللہ رفع لی الدنیا وانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم الدین کانما انظر الی کفی ھٰذہ جلیا وعلی الہ الطاھرین واصحابہ الطیبین ؛

اما بعد :۔ بندہ بے چارہ روزگار ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ربہ بندگانِ خدا سے گذارش کرتا ہے کہ جس دور سے ہم گذر رہے ہیں یہ بعینہٖ وہی زمانہ ہے جس کے متعلق چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبی ؐ غیب کی خبریں دینے والے، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امت کے تہتر فرقے پیدا ہونگے وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر صرف ایک فرقہ ہے جو بہشت کا مستحق ہوگا ۔ اس کا نام اہل السنۃ والجماعۃ ہے، اس سچے فرمان پر صرف ہمارے پاکستان میں متعدد گروہ حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں مثلاً دہریہ، نیچریہ، پرویزیہ، چکڑالویہ، خاکساریہ، بہائیہ، مرزائیہ، شیعہ، وہابیہ، مودودیہ، غلام خانیہ، دیوبندیہ نامعلوم دیگر ممالک میں کتنی شاخیں موجود ہوں گی۔

سب سے زیادہ شریر دیوبندی فرقہ ہے اس لئے کہ یہ ٹولہ خلق خدا کو گمراہ کرنے میں ہر طرح کا حربہ استعمال کرتا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ دین جائے تو جائے لیکن جماعتی پروگرام پروان ضرور چڑھے بنا بریں ان کی تردید میں فقیر نے زیادہ زور لگایا ہے

مقدمۃ الکتاب

دیوبندیوں وہابیوں کے عقائد منافقوں والے جو زمانہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سرور انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کی گستاخی کے لئے ہر وقت تاک میں رہتے جن کا آگے چل کر خوارج نام ہوا پھر وہ اعتزال کے پردے میں چھپے رہے کچھ عرصہ بعد وہابیت سے موسوم ہوئے اب ان کے پاکستان میں دو گروہ ہیں

(۱) وہابی غیر مقلد (۲) دیوبندی

نوٹ: جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت (بستروں والے) اور انجمن سپاہ صحابہ بھی دیوبندی وہابی ہیں صرف نام بدل لیا ہے۔

تفصیل مع دلائل فقیر نے "ابلیس تا دیوبند" میں لکھ دی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس گروہ کی خبر چودہ سو سال پہلے دیدی چنانچہ مروی ہے:

"حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک وقت مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص اسی مجلس سے بولا اور کہنے لگا "یا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مَا عَدَلْتَ فِی الْقِسْمَۃِ" اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔

اس سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت غصہ آیا اور فرمایا تم کو میرے بعد مجھ سے بڑھ کر کوئی عادل نہیں ملے گا اس بدگستاخ کی بے ادبی کو دیکھ کر زبان نبوت سے یہ الفاظ نکلے۔

یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ کَاَنَّ ھٰذَا | آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی اور

مِنْھُمْ | یہ گستاخ انہی سے ہے۔

اس کے بعد ان کی علامات بیان فرمائیں۔

یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یُحْسِنُوْنَ الْقَوْلَ وَیُسِیْئُوْنَ الْفِعْلَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَدْعُوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَلَیْسُوْا مِنَّا فِیْ شَیْءٍ

پھر فرمایا

یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ

صحابہ کرام علیہم الرضوان اللہ نے پوچھا:

یا رسول اللہ ماسیماھم (یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے؟)

ساری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ گستاخ کی گستاخی پر آپ نے فرمایا کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جو بہت قرآن پڑھیں گے لیکن ہوں گے قرآن کے مخالف کہ قرآن ان کے سینے سے تجاوز نہیں کر سکیگا۔ اور میٹھی میٹھی باتیں کریں گے لیکن کردار میں برے ہوئے ہوں گے اور ہر وقت کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوں گے اور اسلام سے ایسے دور نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے ایسے لوگوں کی علامت پوچھی تاکہ آئندہ عوام ان کی علامت دیکھ کر ان سے کنارہ کش ہوں غیب جاننے والے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نشانی ان کی نشانی ہے سر منڈانا اب وہابیوں کے اکثر چھوٹے بڑے سر منڈواتے ہیں آخر میں فرمایا:

ھُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَۃِ ⁂ وہ بدترین مخلوق ہیں۔

ے مشکوٰۃ ص ۳۰۵ ے ایضاً ے ایضاً ے ایضاً ے ایضاً

اور فرمایا کہ وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے، [1]

گذشتہ صفات میں دیوبندیوں وہابیوں، مودودیوں پر صادق آتے ہیں۔ (تفصیل فقیر کی کتاب وہابی دیوبندی کی نشانی میں پڑھئے)

بخاری شریف کا آخری ٹکڑا قابل غور ہے کہ اسماعیل دہلوی نے انگریزوں کو چھوڑ کر سرحد کے مسلمانوں سے لڑائی کی اور دیوبندیوں کے اکثر اکابر مسلم لیگ کو چھوڑ کر کانگرس میں شامل رہے۔ اب بھی ان کی لڑائی مسلمانوں میں رہتی ہے۔ آزمائیں۔

گذشتہ مضمون کے مطابق نجد سے محمد بن عبدالوہاب خارجی پیدا ہوا اس نے اہل حرمین اور دیگر اہل اسلام پر ظلم کیئے وہی کیا جو حدیث شریف کا ارشاد تھا۔

كَمَا قَالَ ابْنُ عَابِدِينَ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي أَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوا يَنْتَحِلُونَ إِلَى الْحَنَابِلَةِ لَكِنْ هُمْ اعْتَقَدُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُونَ وَأَنَّ مَنْ خَالَفَ اعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُونَ وَاسْتَبَاحُوا بِذَالِكَ قَتْلَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ كَسَرَ اللهُ شَوْكَتَهُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَظَفِرَ بِهِمْ عَسَاكِرُ الْمُسْلِمِينَ عَامَ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِينَ وَمِائَتَيْنِ وَأَلْفٍ [2] (فتاوی شامی)

یعنی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہے کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ و مدینہ شریف پر انہوں نے غلبہ کیا اپنے آپ کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم مسلمان ہیں اور جو بھی ہمارے مذہب کیخلاف ہے وہ مشرک ہے اسی لئے انہوں نے اہل سنۃ کو قتل جائز سمجھا اور اہل سنت کے علماء کو قتل کیا

---

[1] اب حالات قارئین کے سامنے ہیں کہ یہ لوگ یارسول اللہ کہنے والوں کو شہید کر دیتے ہیں اور ان کے ہاں ہندو۔ عیسائی۔ سکھ سکھ کے ساتھ گذارہ رہے ہیں ۱۲ اویسی غفرلہ

یہاں تک کہ وہابیوں کی شوکت کو اللہ تعالیٰ نے توڑا اور ان کے شہروں کو ویران کیا اور اسلامی لشکر کو ان پر فتح دی یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

بعینہ یہی دستور دیوبندیوں وہابیوں مودودیوں کا ہے کہ ان کے عقائد کے جو بھی خلاف ہو وہ مشرک اور بدمذہب ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی بھی ان کے نزدیک اچھا آدمی تھا جیسا کہ رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔ [3]

محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔

اسی محمد بن عبدالوہاب کی ایک کتاب "التوحید" عربی زبان میں ہے، جس کا خلاصہ مع افادات اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان کے نام سے ہندوستان میں شائع کی اور دیوبندیوں کے نزدیک تقویۃ الایمان عمدہ و اعلیٰ کتاب ہے جیسا کہ رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے۔ اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص[؟] جلد دوم)

تقویۃ الایمان کو دیوبندی چھاپ کر مفت تقسیم کرتے ہیں اور گھر گھر پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے سلف صالحین نے اس کتاب کی خوب تردیدیں لکھیں علامہ مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا فقیر محمد جہلمی اور مولانا مخصوص اللہ حافظ دراز پشاوری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ یہاں تک کہ حضرت شاہ عبدالعزیز

---

[2] اسے اصح المطابع کراچی نے مع اردو چھاپ کر شائع کیا ہے صرف نام کا فرق ہے مضمون وہی ہے اہل انصاف دونوں کا توازن کر کے دیکھیں۔ ۱۲ [3] کذا فی انوار آفتاب صداقت اور حالات کتب وہابیہ ۱۲ [4] فتاوی رشیدیہ ص[؟] کتاب التقلید

رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر میں بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تحفۂ اثنا عشریہ جیسا رد لکھتا۔

سینکڑوں علماء کرام سلف صالحین نے تقویۃ الایمان کا رد لکھا جس کی تفصیل فقیر کی کتاب "التحقیق الجلیل فی تحریک اسماعیل قتیل" میں ہے۔

دیوبندیوں سے ہماری لڑائی صرف ان کی بے ادبیوں سے ہے جو ان کے اکابر و اصاغر لکھ گئے اور لکھتے رہتے ہیں وھی ھذہ

(۱) خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (براہین قاطعہ۔ خلیل انبیٹھوی و رشید گنگوہی)

(۲) خدا تعالیٰ کو جگہ اور زمانہ اور مرکب ہونے اور ماہیت سے پاک ماننا بدعت ہے۔
(ایضاح الحق اسماعیل دہلوی)

(۳) خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے۔ (بلغۃ الحیران حسین علی واں بھچراں تلمیذ رشید احمد گنگوہی اور استاد غلام خان فضلائے دیوبند)

(۴) خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ اصلی نبی ہیں باقی عارضی لہٰذا اگر حضور علیہ السلام کے بعد اور بھی نبی آجاویں تو بھی خاتمیت میں فرق نہیں آئیگا۔
(تحذیر الناس مصنفہ قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند)

(۵) اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔
(تحذیر الناس)

(۶) حضور علیہ السلام کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں۔
(تقویۃ الایمان اسماعیل دہلوی)

(۷) شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ)

(۸) حضور علیہ السلام کا علم بچوں پاگلوں جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے۔
(حفظ الایمان اشرف علی تھانوی)

(۹) حضور علیہ السلام کو اردو بولنا مدرسہ دیوبند سے آگیا۔ (براہین قاطعہ)

(۱۰) ہر چھوٹی یا بڑی مخلوق (نبی یا غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۱) نماز میں حضور علیہ السلام کا تصور لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

(۱۲) میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ مجھے آپ پلصراط پر لے گئے اور میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام پلصراط سے گرے جاتے ہیں تو میں نے حضور علیہ السلام کو گرنے سے بچا لیا۔
(مبشرات بلغۃ الحیران از حسین علی واں بھچراں)

ان کے علاوہ ان کی بہت گندی عبارتیں ہیں جن کو فقیر نے رسالہ دیوبندی[ع] اور بریلوی میں فرق' اور' دیوبندی کافر ہیں یا بریلوی' میں لکھا ہے۔

ان کی انہی عبارتوں کو دیکھ کر تمام علماء عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا جیسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد برحق محقق بن محقق علامہ بن علامہ شیخ الاسلام سیدی مولٰنا احمد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ نے حسام الحرمین میں اور ان کے تلمیذ عزیز بشیر بقیۃ اہلسنت علامہ مولٰنا حشمت علی خانصاحب قدس سرہٗ نے "الصوارم الہندیہ" میں جمع فرمایا۔

ع علامہ غلام مہر علی چشتیاں شریف کی کتاب "دیوبندی مذہب" خوب ہے دیوبندیوں کے غلط عقائد و مسائل کے بارہ میں اس جیسی اور کتاب نہیں ہے۔

یہی تو وجہ تھی کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو بہاول پور کے والی نے بفرمان حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ سجادہ نشین چاچڑاں شریف بہاول پور سے نکلوا دیا۔ جس کی تفصیل فقیر کی کتاب عـ۱ تذکرہ علماء اہل سنت میں ہے۔

دیو بندیوں کے درج ذیل عقائد و مسائل میں ہمارا تنازع عـ۲ ہے۔

(۱) امکان کذب
(۲) امتناع النظیر
(۳) علم غیب
(۴) حاضر و ناظر
(۵) مختار کل
(۶) استمداد
(۷) بدعت
(۸) نور و بشر
(۹) ندا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۰) سماع موتی
(۱۱) محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۲) قیام بوقت ذکر خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۳) بارہویں کے دن کا جلوس
(۱۴) فاتحہ تیجہ دسواں چالیسواں
(۱۵) عرس بزرگان اسلام
(۱۶) گیارہویں شریف
(۱۷) نماز جنازہ کے بعد دعا
(۱۸) جنازہ کے آگے آگے نعت خوانی و ذکر خیر
(۱۹) مزارات کے گنبد
(۲۰) مزارات پر پھول چڑھانا
(۲۱) اولیاء کرام کی نذریں۔
(۲۲) قبر پر اذان دینا
(۲۳) زیارت قبور اولیاء کرام کا سفر
(۲۴) کفن پر الفی لکھنا
(۲۵) بلند آواز سے ذکر کرنا
(۲۶) یا عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔
(۲۷) اولیاء اللہ کا جانور
(۲۸) بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں چومنا
(۲۹) عبد النبی وغیرہ نام رکھنا
(۳۰) حیلہ و اسقاط
(۳۱) انگوٹھے چومنا
(۳۲) رمضان شریف میں ختم قرآن شریف
(۳۳) بزرگوں کے مزارات پر چراغاں وخیرات
(۳۴) درود و سلام عند الاذان وغیرہ ان کی تردید میں ہمارے اسلاف نے اور دو چار ہی بے شمار کتابیں رسالے شائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں منجملہ ان کے فقیر کی یہی تصنیف بھی ہے۔

عـ۱: اور مناظرہ بہاولپور مرتبہ فقیر اویسی غفرلہٗ عـ۲: جھگڑا اور اختلاف ۱۲

غیب کا لغوی معنی

غیب بالفتح مصدر ہے بمعنی چھپنا کہا جاتا ہے۔ غابت الشمس سورج غروب ہو گیا (مفردات امام راغب رحمہ اللہ تعالیٰ) وکل ما غاب عنک ہر وہ چیز جو تجھ سے پوشیدہ ہو المصباح المنیر ج۲ ص۴۹۔ اسی لئے راز اور پست زمین اور شک کو غیب کہتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں (المنجد وغیرہ کذا فی المصباح المنیر وغیرہ) اسی غیبت پس پشت کسی کا عیب بیان کرنا اور غیابۃ بمعنی زمین کی ڈھلوان اور قبر اور ہر چیز کا اخیر ہر چیز ڈھانپنے والی اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں:

غیابۃ الوادی والجب۔ یعنی کنوئیں اور وادی کی گہرائی۔ اسی سے لیا گیا ہے غیابۃ البحر یعنی سمندری کرم کا اجتماع پتھر کی صورت میں۔ نتائج و رشانخ اور کہتے ہیں غیاب الشجر یعنی درخت کی جڑیں وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز انسان سے اوجھل ہوئے غیب کہتے ہیں۔

غیب مصدر بمعنی اسم فاعل یعنی غائب (مفردات امام راغب و روح البیان)

عرفی معنی

غیب وہ ہے جو حواس یعنی آنکھ، ناک، کان، زبان وغیرہ سے پوشیدہ ہو کما قال رازی رحمۃ اللہ علیہ ھو الذی یکون غائبا من الحاسۃ۔ تفسیر کبیر ص اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

والمراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل یعنی

غیب سے وہ چھپی ہوئی چیز مراد ہے جس کو حواس نہ پاسکیں اور نہ بداہتہً اسکو عقل چاہے۔
اور مدارک میں ہے:

والغیب مالم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق

خلاصہ کلام یہ کہ وہ شئے جو نہ انسان کو آنکھ سے اور نہ کان سے اور نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے اور نہ دیگر اعضاء اور نہ ہی عقل سے معلوم ہو سکے وہ غیب ہے یہی وجہ ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر کے انسان کے اعضاء اندرونی کے پتہ دینے کو غیب نہیں کہتے اور نہ ہی بیرونی ممالک اور اندرونی ممالک کی خبروں کو آلات جدیدہ کے ذریعے معلوم کرنے کو غیب کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں عقل کے ذریعے یا آلات جدیدہ کی رو سے معلوم کی جاتی ہیں۔

ہاں قبر کے اندر کی باتیں، عالم برزخ کے حالات، عالم آخرت کی خبریں اور آسمان اور اس کے وراء الورٰی کی معلومات بلکہ وہ ذات جس نے لاتدرکہ الابصار کا دعویٰ فرمایا دیکھنے اور جان لینے کا نام غیب ہے۔ اور ان تمام کو تفصیلاً اجمالاً حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف جانا بلکہ اپنی سر اقدس کی آنکھ مقدس سے مشاہدہ فرمایا۔

افادہ آنکھ سے دیکھنے کا کام لیا جاتا ہے اگر دیکھنے کا کام کان کرے اور کان سے سننے کا کام لیا جاتا ہے اگر یہ کام آنکھ یا زبان وغیرہ کریں تو ان کو غیب کہا جائیگا کیونکہ یہ بطور خرق عادت ہوا اور خرق عادت کا نام معجزہ یا کرامت ہے اور ایسا ممکن بھی ہے۔

کما قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد للنسفی ص۱۱۱

فلا یمتنع ان یخلق اللہ عقیب صرف الباصرۃ ادراک الاصوات مثلاً

"یعنی یہ بات ممتنع نہیں کہ آنکھ میں اصوات کا ادراک پیدا ہو جائے وغیرہ وغیرہ
یہی وجہ ہے کہ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کرنے والے کے پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ اس میں جھوٹ۔ گلہ۔ زنا بہ رہا ہے۔
اسی بناء پر ان کے نزدیک مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے اور حضور سیدنا غوث اعظم نے فرمایا ۔

وما منہا شہور او دہور تمر وتنقضی الا اتانی

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گذرتا مگر وہ ہمارے پاس ہو کر اجازت لیکر گذرتا ہے اسی طرح بہت بڑے واقعات روایات صحیحہ سے ثابت ہیں۔

غیب کا اطلاق قرآن میں قرآن پاک نے غیب کے لغوی و عرفی دونوں معنوں کو مختلف آیات میں بیان فرمایا۔

۱۔ یومنون بالغیب۔ ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے۔

قال صاحب المظہری تحت ہذہ الآیۃ۔

المراد بہ ما غاب عن ابصارہم من ذات اللہ وصفاتہ والملائکۃ والبعث والجنۃ والنار والصراط والمیزان وعذاب القبر وغیر ذالک ص۱۹/۱

ف) گویا یہاں ہر غیب سے اصطلاحی معنی مراد ہیں۔

ترجمہ: اس آیت میں غیب سے مراد وہ ہے جو انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور ملائکہ اور قیامت اور بہشت و دوزخ، پلصراط و میزان و قبر کا عذاب وغیرہ اور ان تمام اشیاء کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف جانتے

ہیں بلکہ آنکھوں سے کئی بار مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

۲۔ حفظات للغیب ، یعنی نیک بخت عورتیں وہ ہیں جو حفاظت کرنے والی ہیں پوشیدہ چیز کی

تفسیر مظہری میں ہے۔

ای فی غیبة الازواج او المراد بالغیب ما غاب عن الناس من اسرار الازواج واحوالھم المخفیة۔

یعنی شوہر کے غائب ہونے کے وقت یا غیب سے مراد وہ ہے جو لوگوں سے مخفی ہے یعنی شوہر کی راز کی باتیں اور ان کے مخفی احوال

ف۔ بہرحال لغوی یا اصطلاحی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

۳۔ انی لم اخنہ بالغیب ۔ میں نے اس کی غائبانہ خیانت نہیں کی۔

ای مکان الغیب وراء الاستار والابواب المغلقة مظہری ج ۵ ص ۲۹

اسی طرح ہر جگہ قرآن مجید میں غیب ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

مسئلہ غیب میں گفتگو کرنے سے پہلے چند قواعد خوب یاد رکھیے۔

قواعد ۱۔ نفس علم کسی چیز کا برا نہیں۔ ہاں بری باتوں کا سیکھنا اور عمل کرنا برا ہے اگر علم فی نفسہ برا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہوتا کیونکہ وہ ہر برائی سے منزہ و پاک ہے۔

سحر برا ہے لیکن ملائکہ "یعلمان السحر" کا حکم لائے اور فرماتے انما نحن فتنة فلا تکفر پ ۲

اگر علم فی نفسہ برا ہوتا تو ان ملائکہ کو نہ سکھایا جاتا لیکن ان کے لیے تو برا نہ تھا

البتہ لوگوں کے لیے برا تھا جنہیں فرمایا جا رہا ہے۔ فلا تکفر (تو کفر نہ کر)

اور دنیا میں سے سب سے بدتر چیز شرک اور کفر ہے۔ مگر فقہا فرماتے ہیں الفاظ کفریہ کا سیکھنا فرض ہے تاکہ ان سے بچے۔ اسی طرح علم ریا علم بغض اور حسد برے ہیں لیکن ان کا سیکھنا ضروری ہے۔

قال العلامہ ابن عابدین فی رد المحتار (مقدمہ) "وعلم الریاء وعلم الحسد والعجب وعلم الالفاظ المحرمة والمکفرة ولعمری ھذا من اھم المھمات

یعنی علم ریا اور حسد، عجب، حرام اور کفریہ کلمات کا سیکھنا ضروری اور واللہ یہ فرض ہے۔

اسی مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

وفی ذخیرة الناظرة تعلمہ فرض لرد الساحر اہل الحرب

ذخیرہ ناظرہ میں لکھا ہے کہ جادو سیکھنا فرض ہے اہل حرب کے جادو کو دفع کرنے کے لیے۔

اسی طرح آج ہم مرزائیوں، عیسائیوں اور پرویزیوں کے مسائل جاننے پر مجبور ہیں تاکہ ہم ان کے جوابات تیار کر سکیں کیا ان کے عقائد و مسائل کا جاننا فی نفسہ برے نہیں ہیں لیکن ہم صرف ان کی تردید کے لیے ازبر رکھتے ہیں۔

اس تقریر کو بخوبی یاد رکھیں تاکہ وہابیہ دیوبندیہ کا وہ اعتراض کافور ہو جائے جو کہتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام کو بری چیزیں چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں کیونکہ ان کا جاننا عیب ہے۔

سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنکر ایسے فریب دیتے ہیں جیسے مجوس کا عقیدہ ہے کہ بری چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں کیونکہ بُری شے کا پیدا کرنا بُرا ہے۔ وغیرہ۔ وہ بھی دھوکہ دہی پر مبنی ہے اور یہ بھی

۲۔ تمام مخلوق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم زیادہ ہے جس کا اقرار مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں کیا ہے۔ بلکہ بفرمان نبی علیہ السلام "وانما انا قاسم واللہ یعطی" بقول وہابیہ دیوبندیہ کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں تو بھی پہلے یا اب جتنا لوگ علوم وفنون میں ترقی کر رہے ہیں یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم ہے اور قاسم سب کچھ جانتا ہے۔

(۳) قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات ہیں اس پر ملائکہ کی نظریں ہیں اور لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ انہیں تقدیر کا کاتب بھی ہے جو حضور علیہ السلام کے غلاموں میں شمار ہوتا ہے۔

قطع نظر آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے خود لفظ نبی سے علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

نبی وہ ہے جسے علم غیب ہو کیونکہ نبی صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور نبوت سے مشتق ہے اور نبوت نبأ سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ احمد قسطلانی شارح بخاری رحمہ اللہ مواہب لدنیہ ص ۱۹۲ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔

اَلنُّبُوَّةُ مَاْخُوْذَةٌ مِنَ النَّبَاِ بِمَعْنٰی اَیْ اِطَّلَعَهُ اللّٰهُ عَلَی الْغَیْبِ

یعنی نبوت نبأ بمعنی خبر سے ماخوذ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا ہے۔

اور نبأ بھی ہر اس خبر کو کہتے ہیں جو غیبی خبر ہو چنانچہ قرآن پاک کی چند

چند آیات ملاحظہ فرمائیے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ	کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں وہ بڑی خبر۔

یہاں پر نبأ سے قیامت مراد لیگئی جو غیب ہے۔ اور فرمایا

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ	کیا تمہارے پاس پہلے لوگوں کی خبر نہیں آئی۔

یعنی ثمود وقوم نوح وغیرہ وغیرہ جو پہلے گذر چکے اور وہ ہم سے غیب ہیں اور فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۳) اور سناؤ ان کو احوال نوح علیہ السلام کے اور یہ حضرت بھی پہلے تھے جو ہم سے غیب۔ اسی طرح فرمایا

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرَاهِيْمَ (پ ۱۹ ع ۹) اور سناؤ ان کو ابراہیم علیہ السلام کی خبر اسی طرح فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ پ ۶ ع	اور ان کو دو بیٹوں آدم کی خبر دو

اور فرمایا۔

فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ پ ۱ ع ۴	پس جب بتلایا ان کو

یعنی ملائکہ کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کی خبر دی جو ملائکہ سے غیب تھی۔

مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا پ ۲۸ ع	یہ وہ واقعہ بی بی عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما

کا ہے جو انہوں نے مشورہ کرکے خفیہ بات کی لیکن حضور علیہ السلام نے انہیں بتلا دیا۔

اسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھ والے قیدیوں کو فرمایا کہ تمہارے طعام آنے سے پہلے تمہارے خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔

چنانچہ فرمایا۔ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا۔ پ ۱۲ ع۔

یہ کہ نبا بمعنے وہ خبر جو غیب ہو اور نبی نباء سے مشتق ہے اب معنے

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی وہ ہے جو غیب کی خبریں دینے والا ہو اور انبیاء علیہم السلام آتے بھی غیبی خبریں دینے کے لیئے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی خبر دی اور اُس کے صفات بیان فرمائے اور جنت و دوزخ کی خبر دی اور ملائکہ کی خبر دی آخرت اور قبر کے حالات سنائے جو سب کے سب ہم سے غیب ہیں بلکہ علماء حضرات تو فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا غیبی خبریں دینا لازمۂ نبوت ہے۔

چنانچہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ صد ٣٦٥ ج ١٠ میں ہے۔

ان صحۃ النبوۃ تستلزم اطلاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع المغیبات۔

یعنی نبوت کی صحت اس بات کو مستلزم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام غیبی باتوں سے مطلع ہوں۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

النبوۃ عبارۃ عما یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص احدھا انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ وصفاتہ وملائکتہ والدار الآخرۃ علما مخالفا لعلم غیرہ بکثرۃ المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق وثانیھا ان لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا وھی القدرۃ وثالثھا ان لہ صفۃ یبصر الملائکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمی

ورابعھا ان لہ صفۃ بھا یدرک فی الغیب فھذہ کمالات و صفات ینقسم کلامنھا اقسام (زرقانی ج ١)

ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام وہ ہے جو غیب جانے اگر غیب نہ جانے تو غیبی خبر کیسے دے۔

سوال نبی واقعی نبوت سے مشتق ہے لیکن نبوت بمعنے رفعت ہے جیسا کہ لغات کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے اور نبی بمعنی رفیع اور چونکہ نبی اپنی امت سے برگزیدہ ہوتا ہے اسی لیئے اُسے نبی کہتے ہیں۔

جواب واقعی نبی اپنی قوم سے برگزیدہ ہوتا ہے اور اسی برگزیدگی کی وجہ سے بعض لغات میں بمعنے رفعت لیا گیا ہے لیکن نبوت بمعنے رفعت باعتبار دلالت التزامی کے ہے گویا یہ اسکا مجازی معنیٰ ہے حقیقی معنی نبوت کا وہی ہے جو ہم قرآنی آیات سے ثابت کر چکے اور اگر نبوت بمعنے رفعت لیا جائے تب بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام کی برگزیدگی بھی بوجہ علم کے ہی ہے جس کی شہادت سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ سے ملتی ہے کہ جب انہیں پیدا کیا گیا اور تاج خلافت نصیب ہوا تو باری تعالیٰ نے ملائکہ کو اسکا تذکرہ فرمایا انہوں نے وہی کہا جو کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا۔

اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ — انہیں انکے اسماء کی خبر دے دیجیے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر آدم کی شرافت جتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا اب چونکہ تم پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو چکی ہے بنا بریں۔

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ — آدم کو سجدہ کرو۔

اب بتایئے آدم علیہ السلام کی فضیلت کا موجب قرآن نے کیا بنایا وہی علم تو

ہے اب ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام واقعی بلند قدر ہیں اور اُس کا موجب نبوت کا علم ہی ہے۔

نکتہ انبیاء علیہم السلام کا علم علی الدوام والاستمرار ہوتا ہے نہ کہ چند لمحات کے لیئے دیا گیا ہے اور پھر چھینا گیا کیونکہ نبی صیغہ صفت بچون شریف ہے جسے دوام واستمرار لازم اور ضروری ہے ایسا نہیں ہوگا کہ شریف کی شرافت کبھی ہو اور کبھی نہ۔ بلکہ ہمیشہ شریف ہی شریف ہے۔

صرف کی مشہور کتاب علم الصیغہ ص میں ہے

صفت مشبہ آں کہ دلالت کند بر اتصاف ذاتی بمعنے مصدری بوضع ثبوت

اب اس معنے پر نبی علیہ السلام کو ہر وقت علم غیب سے موصوف ہونا لازم ہوگیا اگر بالفرض کسی نے نبی علیہ السلام کو کسی وقت عدم علمی سے موصوف کیا تو گویا اُس نے نفس نبوت سے انکار کیا جو صریح کفر ہے

اسی لیئے اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولٰنا احمد رضا خانصاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

اُس کے آگے چل کر فرمایا کہ

یہ باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔ (خالص الاعتقاد ص۵)

سوال یہ تو ہم مانتے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہت سے غیوب پر اطلاع بخشی گئی لیکن اُسے اطلاع علی الغیب کہہ سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کیونکہ اُس کا ترجمہ ہوگا النبی یعلم الغیب

اور ایسا کہنا کفر ہے کیونکہ علم غیب خاصۂ خدا ہے اور قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی کتابوں وتفسیروں میں کہیں نہیں آیا کہ علم غیب کی نسبت غیر اللہ کی طرف جائے۔

جواب سبحان اللہ یہ عجیب فلسفہ ہے کہ ایک شخص کسی بات کو جانتا ہے لیکن پھر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص جانتا ہے لیکن ہم اُس کے علم کے قائل تو نہیں اطلاع کے قائل ہیں پھر تو اپنا دین اور اپنا دھرم ہوا جیسے مرضی آئی بنالیا۔ باقی رہی یہ بات کہ "علم غیب خاصۂ خدا ہے۔" اس کا مطلب بھی آپ سے تا ہنوز مخفی رہا کہ یہ تخصیص کون سی ہے اور سلف صالحین نے اس سے کیا مراد لی ہے۔

سوال میں دو باتوں کو مطمح نظر بنایا گیا ہے اول یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیئے یعلم الغیب نہیں کہہ سکتے۔ دوسرا یہ کہ ایسی نسبت معتبر تفاسیر میں نہیں آئی۔

یہاں پر فقیر صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے۔ تفسیر روح البیان صہ تحت آیت۔ قل لا اقول لکم فمن قال ان نبی اللہ لا یعلم الغیب فقد اخطاء۔

یعنی جو قائل ہے کہ نبی علیہ السلام کو غیب کا علم نہیں وہ مخطی ہے۔

باقی حوالہ جات فقیر کی کتاب "علم غیب فی القرآن" میں دیکھئے



باب اوّل

آیاتِ قرآنیہ

(۱) نزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شیء (نحل ع ۱۲)

ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

تفسیر اتقان جلد ۲ از علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں فرمایا۔

عن ابی بكر بن مجاهد انه قال یوما ما من شیء فی العالم الا هو فی كتاب الله

ابو بکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن مجید میں نہ ہو۔

(۲) ما كان حدیثا یفتری ولكن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل كل شیء (سورہ یوسف رکوع ۱۲)

قرآن ایسی بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان کیا۔

(۳) ما فرطنا فی الكتاب من شیء (سورۃ انعام رکوع ۴)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی

جب قرآن مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصل اور اہلسنت کے مذہب میں شئ ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہو اور منجملہ موجودات کے

کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورت یہ بیانات محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔ عہ

(۴) كل صغیر وكبیر مستطر (سورۃ قمر ع ۳)

لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

(۵) وكل شیء احصینه فی امام مبین (سورہ یٰسین ع ۱)

اور ہر شئے کو ہم نے شمار کر رکھا ہے کتاب واضح یعنی لوح محفوظ میں۔

(۶) ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی كتاب مبین (سورہ انعام رکوع ۷)

اور نہ کوئی دانہ ہے زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر و خشک مگر سب کا سب روشن کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔

اور اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ نکرہ تحتِ نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اور عام کا فائدہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے۔ نہ حدیث احاد اسکی تخصیص کر سکتی ہے اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو جو کہ عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نہیں ہٹاتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی قیاس سے تخصیص ہو سکے۔

عہ قرآنی آیت علم غیب کی بسط و تفصیل فقیر کی کتاب علم غیب فی القرآن میں دیکھئے

اس کے متعلق فقیر نے قواعد و دلائل و حوالجات فقیر نے اپنی کتاب "احسن البیان فی مقدمۃ تفسیر القرآن" میں درج کئے ہیں۔

(۷) وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین (سورہ یونس رکوع ۱۲)

اور نہیں چھپتی پروردگار تیرے سے کچھ چیز برابر بھنگے کے بیچ زمین کے اور نہ بیچ آسمان کے اور نہ کوئی چیز چھوٹی اس سے اور نہ بڑی مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے لئے

(۸) لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین۔ (سورہ سبا رکوع ۱)

نہیں پوشیدہ اس سے برابر ایک بھنگے کے کا بیچ آسمانوں کے اور نہ بیچ زمین کے اور نہ چھوٹا اور نہ بڑا مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے۔

لوح محفوظ میں ذرہ ذرہ کے اندراج کے متعلق مزید برآں دلائل کی ضرورت نہیں جبکہ قرآنی نصوص موجود ہیں کہ اس میں ماکان ومایکون کی ہر شے کا ذکر ہے اس سے مزید اور کیا چاہیئے اور لوح محفوظ ہمارے نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم بے پایاں کا ایک حصہ ہے۔

کما قال الامام محمد البوصیری فی القصیدۃ البردۃ الشریفۃ ؎

فان من جودک الدنیا وضرتہا | ومن علومک علم اللوح والقلم

دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔

اس کی شرح میں ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ علی العقدہ فی شرح القصیدۃ البردۃ میں فرماتے ہیں۔

وکون علومہما من علومہ علیہ السلام ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمہما یکون نہراً من بحور علمہ وحرفا من سطور علمہ (از انباء المصطفیٰ اھ ۱۲) ؎

اور لوح وقلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علوم کا بعض حصہ اس لئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معارف کی طرف جنہیں ذات وصفات سے تعلق ہے لہٰذا لوح وقلم کا علم آپ کے دریاؤں کی ایک نہر اور آپ کے علوم کے سطروں کا صرف ایک حرف ہے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ خیر الخلق کلہم

(۹) وما من غائبۃ فی السماء ولا فی الارض الا فی کتاب مبین (پ ۲۱ ع ۲)

ہر غیب جو زمین وآسمان میں ہے وہ سب کتاب میں ہے۔

(۱۰) ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ (سورہ بقرہ رکوع، سورۃ حج رکوع)

اور یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے رسول اور گواہ ہوں۔

؎: الحمد للہ اب اصل شرح مذکور فقیر کو دستیاب ہوگئی ہے جو صاحب اصل دیکھنا چاہیں تو فقیر اصل کتاب بھی دکھا سکتا ہے۔

تفسیر عزیزی اسی آیت کے تحت میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

"رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او ست وحجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال بد و نیک شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔ لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔"

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہونچا ہے اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور کونسا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان درجات کو اور تمہارے نیک وبد اعمال کو اور تمہارے نفاق و اخلاص کو پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(١١) من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم۔ (بقرہ ع ١١)	وہ کون ہے جو اس کے حکم کے بغیر اس کے یہاں شفاعت کرے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے سب کچھ جانتا ہے۔

آیت ہذا میں جسطرح یعلم کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی بعض مفسرین نے لوٹائی ہے۔

کما قال مولانا اسماعیل الحقی فی تفسیرہ روح البیان یحتمل ان تکون الہاء کنایۃ عنہ علیہ السلام

یعنی ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس ضمیر سے حضور علیہ السلام مراد ہوں روح البیان کی تائید تفسیر نیشاپوری سے بھی ہوتی ہے۔

کما قال تحت ھذا الآیۃ "یعلم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ما بین ایدیھم من اولیات الامور قبل الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ"

"یعنی حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے حالات اور جو مخلوق کے بعد قیامت میں ہیں سب کو جانتے ہیں۔

(١٢) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم سورہ آل عمران ع ١٨	اللہ تعالےٰ کے یئے یوں نہیں کہ تمہیں غیب کی باتیں بتلادے لیکن اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے۔ چن لیتا ہے۔

اس آیت کا شان نزول اکثر تفاسیر میں حضرت سدی رحمۃ اللہ تعالےٰ سے یوں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم و اعلمت من یؤمن بی ومن یکفر بی۔

میری امت اپنی اصلی صورتوں میں جو مٹی میں تھیں میرے روبرو پیش کی گئیں۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیش کی گئی تب میں نے ہر ایک

شخص کو پہچان لیا کہ جو مجھ پر ایمان لائے گا۔ اور جو کفر کرگیا۔

منافقوں نے جب یہ بات سنی تو ہنسی و مذاق کرتے ہوئے کہا۔

زعم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ یعلم من یؤمن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن معہ و ما یعرفنا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان ہے کہ اُسے علم ہے کہ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرگیا۔ ہم تو اس کے پاس ہر وقت رہتے ہیں ہماری تو اُسے کوئی خبر بھی نہیں"۔

یہ بات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچی تو آپ ناراض ہو کر منبر پر تشریف لائے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

ما بال اقوام طعنوا فی علمی	ایسی قوموں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم (غیب) پر طعن کرتے ہیں۔
لا تسألونی عن شیئ فیما بینکم وبین الساعۃ الا انبأتکم بہ	مجھ سے قیامت تک کے حالات جو کچھ چاہو پوچھ سکتے ہو میں ان کو ذرہ ذرہ کی خبر دوں گا۔

حضرت عبداللہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا حذافہ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر کہنے لگے۔

رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما وبک نبیا فاعف عنا عفی اللہ عنک۔

ہم اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں جو ہمارا رب ہے اور اسلام سے جو ہمارا دین ہے اور قرآن سے جو ہمارا امام ہے اور آپ سے جو آپ ہمارے نبی (علیہ السلام) ہیں ہمیں معاف فرمایئے اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔"

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فھل انتم منتھون	کیا تم کچھ اور نہیں پوچھنا چاہتے۔ تم نے

پوچھنے سے کیوں بس کردی۔ اس کے بعد منبر شریف سے اترے تو اسی وقت مذکورہ آیت اتری۔ کذا فی معالم التنزیل وتفسیر نیشاپوری وروح المعانی وکبیر ولباب النقول واسباب النزول للواحدی وغیرہ۔

حضرت ابن عباس، ضحاک، مقاتل، کلبی اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب کفار اور منافقین کو ہے۔

ف شان نزول کو غور سے پڑھیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر طعن زن کون گستاخ بے ادب تھے اور پھر اسی طعنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا رنج وغصہ ہوا اور مومن صحابہ کرام کی شان اس بارہ میں کس طرح تھی اب بھی وہابیہ دیوبندیہ علم غیب پر طعنہ زن ہیں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رنج وغصہ کی خبر قبر یا حشر میں معلوم ہوگی جب فرمایا جائے گا۔

سحقاً، سحقاً — دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ۔

اور ہم بحمدہ صحابہ کرام کے طریق پر چل رہے ہیں کہ ہر غیب بتائے پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ منکرین ومخالفین کے ساتھ شب و روز لڑائی وجھگڑا رکھتے ہیں۔ باقی نکات وتحقیقات کتاب "علم غیب فی القرآن" میں دیکھئے۔

(۱۳) وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما (سورہ نساء ع ۱۷) | آپ کو سب کچھ کی تعلیم دی جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ آپ پر اللہ تعالے کا بہت بڑا فضل ہے۔

آیت ہذا میں لفظ ما موجود ہے جو عموم کا مقتضی ہے اس میں قرینہ قیاس سے تخصیص نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مفسرین نے خاص کیا ہے۔ جلالین سے لے کر روح المعانی تک لکھ رہے ہیں

ای من الاحکام والغیب | یعنی آپ کو احکام اور غیب کی تعلیم دی (جلالین)

اور فرمایا۔

ای من امور الدین والشرائع ومن خفیات الامور وضمائر القلوب۔ (مدارک) | یعنی امور دین اور احکام شریعت کے علاوہ تمام پوشیدہ امور غیبیہ اور تمام لوگوں کے اندرونی بھید آپ کو سکھائے۔

اگر یہاں ما عموم کے لئے ہے اور جمیع علوم ثابت ہوتے ہیں تو ہم بھی جمیع

سوال علوم کے عالم ہوں کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔

وعلم الانسان مالم یعلم اور فرمایا وعلمکم مالم تکونوا تعلمون

تفصیل دوسرے مقام میں ہے اجمالی جواب یہ ہے کہ پہلی آیت بھی

جواب ہمارے لئے نہیں بلکہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے کیونکہ یہ آیت سورۃ اقراء میں ہے اور دوسری آیت میں علمکم کا فاعل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مخاطب جمیع الناس من حیث الجمع ہیں اور ہر ایک کے علم کو جمع کیا جائے تو عموم ثابت ہوجائیگا لیکن ضروری نہیں کہ عموم ہر ایک کا برابر ہو کیونکہ اصول کا قاعدہ ہے کہ عموم کے مراتب ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے لئے فرماتا ہے۔ یعلم ما فی البر والبحر اور یہ ما عموم کے لئے اور علوم غیر متناہیہ مراد ہیں اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وعلمك مالم تكن تعلم میں عموم ہے لیکن علوم متناہیہ مراد ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کے لئے علوم غیر متناہیہ نہیں بلکہ متناہیہ ہیں۔ اس فرق کے بعد ذی فہم خود ہی اندازہ لگائے کہ وہ معلّم ہیں اور ہم سب قیامت تک آنے والے متعلّم اور ہمارے عموم کی وہی حد ہے جس کے ہم اہل ہیں۔

مزید جوابات "رسالہ غیب فی القرآن" میں ہیں۔

(۱۴) وجئنابك على هؤلاء شهيدا (نساء ع) | اور لائیں گے آپ کو ان پر شہید بنا کر

تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

"لان روحه عليه السلام شاهد على جميع الارواح والقلوب والنفوس بقوله عليه السلام اول ما خلق الله نوري"

یعنی حضور علیہ السلام کی روح طیبہ تمام ارواح اور قلوب و نفوس کو مشاہدہ فرما رہی ہے۔ اس لئے آپ کا ارشاد ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(۱۵) وتفصيل الكتاب لاريب فيه | لوح محفوظ میں جو کچھ ہے قرآن مجید اس سب شئے کی تفصیل کرنیوالا ہے

کسی نے خوب فرمایا ہے۔

جمیع العلم فی القرآن لکن ۔ تقاصر عنه افهام الرجال

لہ اس کی مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی کتاب نور الایمان میں ہے۔ اُویسی غفرلہٗ

یعنی تمام علوم تو قرآن مجید میں ہیں لیکن لوگوں کی سمجھ سے وراء الوراء جتنا کسی کو عطیہ نبویہ علی صاحبہا التحیۃ ہوتا ہے اتنا وسعت بلند ہوتی ہے یہاں تک کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لو ضاع لی عقال بعیری لوجدتہ فی القرآن (اتقان، صاوی)

اگر میرے اونٹ کی نکیل گم ہو جائے تو میں قرآن کی گہرائیوں سے مطلع ہو کر حاصل کر لوں گا۔

یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جنکو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حافظہ نصیب ہو کر حبر الامۃ کا لقب پایا۔

(۱۶) الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان (سورہ رحمٰن ع ۱)	رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان کو پیدا کر کے اُسے بیان سکھایا۔

تفسیر معالم التنزیل اور حسینی میں انسان سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور بیان سے ماکان ومایکون مراد لیا یعنے جو دنیائے عالم میں پیدا ہوا اور جو پیدا ہو گا سب کچھ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلایا۔

(۱۷) ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل ابالله وآياته ورسوله كنتم تستهزؤن لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم۔

(سورہ توبہ رکوع ۸)

"اگر آپ ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی اور کھیل میں تھے۔ آپ فرمایئے کیا اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات

اور اُس کے رسول علیہ السلام سے ہنسی کھیل کرتے ہو اب کوئی عذر نہ کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

در منثور اور طبری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک منافق نے کہا۔

یحدثنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ناقۃ فلان بواد فلان و فلان ومایدریہ بالغیب۔

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے انہیں غیب کی باتوں کی کیا خبر۔

اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی

آیت کے شان نزول سے ذی فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ علم نبوی پر طعن و تشنیع کرنا منافقوں کا کام ہے۔ اور پھر آیت سے واضح ہو گیا کہ علم نبوی پر طعن کرنا کفر ہے اگرچہ طعن سے قبل دعوئ ایمان ہو لیکن ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

دیوبندیو، وہابیو! ذرا سوچ لو۔ قرآن مجید کی تلقین قیامت تک جاری ہے اس کے مورد منافقین ہیں لیکن تم بھی حکم میں شامل ہو۔

(۱۸) وما هو علی الغیب بضنین (س تکویر ع ۱)	اور وہ غیب کی بات پر بخل کرنے والے نہیں۔

تفسیر جلالین اور بیضاوی و دیگر تفاسیر میں ہے کہ ھُوَ کا مرجع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب ظاہر ہے کہ غیب اگر آپ کے پاس نہ ہوتا تو بخل کا الزام کیا بخل تو اس وقت ہو جب کسی کے پاس کچھ ہو۔ اب دینے والا استعداد مطابق دیتا ہے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر شخص کو اس کی اہلیت کے

مطابق غیب عطا فرما گئے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے۔
قال حفظت من رسول اللہ وعائین فاما احدھما فبثثتہ فیکم
واما الآخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم یعنی مجری الطعام۔
"میں نے حضور علیہ السلام سے دو علم حاصل کئے ہیں ایک تو میں نے
تمہیں بتایا۔ دوسرا اگر بتاؤں تو میرا یہ حلقوم کاٹ لیا جائے۔ رواہ البخاری"

(۱۹) وھو بکل شیءٍ علیم (سورہ حدید رکوع ۱)	اور وہ ہر شئے کو جاننے والا ہے

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مدارج النبوۃ کے خطبہ میں فرماتے
ہیں جس کا اردو ترجمہ یوں ہے کہ

"اب رہا یہ اشارہ کہ آپ ہر شئے کے جاننے والے ہیں۔ بیشک حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی حق تعالیٰ کی ذات کی شان اور صفات
حق اسماء، افعال اور جمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر کے جاننے اور
احاطہ کرنے والے اور فوق کل ذی علم علیم۔ یعنی ہر جگہ اور ہر صاحب
کے اوپر اور زیادہ جاننے والا ہے، کے مصداق ہیں۔"

(۲۰) فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (سورۂ جن رکوع ۲)	اپنے خاص غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا ہاں رسولوں میں سے جس پر راضی ہو جائے۔

یہ آیت دیوبندی ٹولے کے لئے تلوار کاری ہے کیونکہ جب بھی کوئی حدیث یا
آیت پیش کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ معجزہ کے طور پر ہوا اور وہ بات استمراراً و دواماً

نہ تھی

۱۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ نبی علیہ السلام کا معجزہ دوامی ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن
پاک معجزہ ہے لیکن دوامی اور موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ سفید ہو جانا اور عصا کا
سانپ بن جانا معجزہ تھے لیکن دوامی اور عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء الموتیٰ وغیرہ
معجزے تھے لیکن دوامی۔

(۲) خود لفظ نبی صیغہ صفت کا ہے جو دوام واستمرار کا مقتضی ہے جیسا کہ
مقدمہ میں گذرا۔

(۳) آیت میں باب اظہار کے بعد لفظ علیٰ صلہ ہے جس کا معنے ہے تسلط (
قدرت)، علی الغیب کما قال تعالےٰ لیظھرہ علی الدین کلہ ہے۔ فلہذا نبی علیہ السلام
کے لئے مطلق علم غیب کا کفر ہے۔

یہ آیت آخری ہے اسی لئے اس کے لئے کچھ باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔
محققین فرماتے ہیں "لا یظھر علی غیبہ احداً" ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ
عبارت کا تقاضا تھا کہ لا یظھر غیبہ علی احد الخ فرماتا یعنے ہر غیب کا اظہار
مقصود نہیں ایک خاص غیب جو صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے کیونکہ عام غیب تو
ظاہر ہوتا رہتا ہے خواہ وحی سے یا الہام سے وغیرہ وغیرہ لیکن یہ خاص غیب ہے
جو پسندیدہ رسولوں کا حصہ ہے خصوصاً وہ رسول جو سب رسولوں کی جان اور
کائنات کی جان وایمان ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اب وہ غیب خاص کیا ہے۔ حضرت
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی تحت آیت ہذا فرماتے ہیں۔

"آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است۔ غائب مطلق است۔ مثل وقت
آمدن قیامت و احکام تکوینیہ و تشریعیہ باری تعالیٰ در ہر روز و ہر شریعت و

مثل حقائق ذات وصفات او تعالےٰ علی سبیل التفصیل این قسم را غیب خاص او تعالےٰ نیز می نامند فلا یظہر علی غیبہ احداً پس مطلع نکند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسے را پسند می کند وآن کس رسول باشد خواہ از جنس ملک وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او را اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماید“

ترجمہ ”جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت روزانہ اور ہر شریعت کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات وصفات بر طریق تفصیل اسی قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا اس کے سوا جس کو پسند فرمائے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعض غیب پر ظاہر فرماتا ہے۔“

ان سے پہلے فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالےٰ تفسیر کبیر میں لکھ گئے۔

” ای وقت وقوع القیمۃ من الغیب الذی لا یظہر اللہ احداً
یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں سے ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے کسی پر ظاہر نہیں فرمایا “

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا — اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔
پ ۲ (کنز الایمان)

اس آیت سے نہ صرف حضور علیہ السلام کا علم غیب کا بلکہ آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا بھی ثبوت ہے چنانچہ ① صاحب روح البیان نے لکھا کہ

ومعنی شہادۃ الرسول علیہم اطلاعہ علی رتبۃ کل متدین بدینہ وحقیقتہ التی ہو علیہا من دینہ وحجابہ الذی ہو بہ محجوب عن کمال دینہ فہو یعرف ذنوبہم وحقیقۃ ایمانہم واعمالہم وحسناتہم وسیاتہم واخلاصہم ونفاقہم وغیر ذلک بنور الحق۔

اُن پر رسول کے گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور مطلع ہیں اپنے دین کے ہر متدین کے رتبے پر اور اُس کے ایمان کی حقیقت پر اور اس حجاب پر کہ جس کے سبب سے وہ کمال دین سے محجوب ہے پس حضور ان کے گناہوں کو اور ان کے ایمان کی حقیقت کو اور اُن کی نیکیوں اور برائیوں کو اور اُن کے اخلاص و نفاق کو نور نبوت سے پہچانتے ہیں۔

(روح البیان)

② حضرت مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یعنی وباشد رسولِ شما بر شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبۂ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ۔ و حقیقت ایمان او چیست و حجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجاتِ ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاق و نفاق شمارا۔

نہ صرف عالم بیداری میں بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ عالم خواب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے حالات سے آگاہ رہا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ملا حسن کشمیری کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حدیث تنام عیناى ولا ینام قلبی کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریان احوال خویش و امت خویش۔ (مکتوبات) بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اب بھی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں۔

نوٹ: اس آیت کے متعلق مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف "دلوں کا چین یعنی حاضر و ناظر" میں پڑھیے۔

عقیدۂ اسلاف رحمہم اللہ علیہم

ہمارے اسلاف کا بھی یہی عقیدہ ہے

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

فان من جودك الدنيا و	تمہارے جود و نیا اور اس کی صورت یعنی
وضرتها ومن علومك	آخرت ایک حصہ اور تمہارے علوم میں سے
علم اللوح والقلم	لوح و قلم کا علم ایک ٹکڑا۔

شرح

حضرت ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ حنفی اس کی شرح میں زبدہ میں فرماتے ہیں

ترجمہ: اس کے مطلب کا التفات یہ ہے کہ علم لوح سے مراد وہ قدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد ہے کہ جو اللہ تعالٰی نے جس قدر چاہا اس میں ودیعت رکھا۔ اور اضافت ادنیٰ علاقے کے سبب ہے۔ اور لوح و قلم کے علوم علم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم بہت اقسام ہیں۔ کلیات و جزئیات اور حقائق و دقائق اور عوارف و معارف کہ ذات و صفات الٰہیہ سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کا علم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب علوم سے نہیں مگر ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں سے ایک نہر پھر باایں ہمہ اس کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے ہے۔

باب دوم

اعتراضات سے پہلے چند عقائدِ دیوبند ملاحظہ ہوں

(۱) کسی انبیاء، اولیاء، امام، شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔ (تقویۃ الایمان ص۲۶)

(۲) جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے ہیں سو وہ جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۲۷)

(۳) غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر (تقویۃ الایمان ص۵۸)

(۴) یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۰ ج۳)

(۵) اور جو یہ اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۲ ج۳)

(۶) اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ از گنگوہی ص۴۲ ج۳)

ان کے یہ عقائد و مسائل کے ساتھ ان کی تقیہ بازی کے الفاظ بھی یاد رہنے لازمی ہیں جبکہ ان کی اہلسنت نے گرفت کی تو ذیل کے جوابات دیئے جو درج ذیل ہیں ان دونوں عبارات کا موازنہ اہل انصاف کر کے جواب دیں کہ دیوبندی اپنے ایک عقیدہ پر کیوں نہیں جم کے رہتے۔

مخالفین کیطرف سے پیش کردہ دلائل

گویا ان کے کہنے موجب علم غیب خواہ عطائی کیوں نہ ہو کا قائل کافر او مشرک ہے اور کفر و شرک کا فتویٰ کے لیے استدلال آیات یا احادیث متواترہ سے ہوگا بنا بریں ان کے پیش کردہ دلائل کو غور سے دیکھیں اور چند قواعد یاد رکھیں۔

(۱) دیوبندی وہابی کی آیت پیش کردہ قطعی الدلالت ہو جس کے معنے میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر اخبار احاد سے عقائد نہیں ثابت ہوتے۔

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ اللہ تعالیٰ فرمائے کہ میں نے ان کو اس کا علم نہیں دیا یا حضور علیہ السلام خود فرمائیں کہ مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

(۳) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو لیکن مصلحت کے تحت ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ السلام کا فرمانا خدا ہی جانے اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

(۴) جس کے لیے نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا ور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔

(جاء الحق از ازاحۃ العیب ص۲)

فقیر اویسی غفرلہٗ نہایت وثوق سے عرض کرتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں علم

(۱) غیب کی نفی ہے وہاں کفار و مشرکین و منافقین کی وجہ سے ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ نبوت کے دعویٰ کو سنکر غیب کی باتیں پوچھتے اور

ادھر انکا عقیدہ تھا جو بھی علم غیب جانے وہ ساحر اور کاہن ہے ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے سحر و کہانت وغیرہ جیسے الزام کو دور کرنے کی کوشش کرتے بارہا ایسا ہوا کہ ہر شئے کے علم کے باوجود پھر بھی اُس کے علم کو اللہ تعالیٰ کیطرف سپرد کرتے۔

(۲) جب کفار و مشرکین کی تردید مقصود نہیں ہوتی تو وہاں پر علم غیب کا اثبات فرمایا جیسا کہ آیات گذشتہ میں گذرا اور جب خالص صحابہ کرام سے موقعہ گفتگو ہوا تو پھر کوئی کسر نہ چھوڑی جیسا کہ تیسرے باب میں مفصل آتا ہے یہ مختصر تقریر ہے اُسے تفصیل اور دلائل سے "غیب فی القرآن" میں لکھ دیا گیا۔

مندرجہ ذیل قواعد دیوبندیہ کے اعتراضات از آیات واحادیث وغیرہ

قواعد کے جوابات کے لیے اجمالی طور خوب مفید ثابت ہوں گے۔

(۱) نفی علوم کی آیات عموماً آیات مکیہ ہیں اور اثبات کی آیات اکثر مدنیہ ہیں

(۲) علوم کی نفی صرف کفار کے لیئے ہوتی ہے جیسا کہ تمام آیات منفیہ وہاں پر ہیں جہاں کفار سے کوئی گفتگو ہو رہی ہوگی۔

(۳) علم کے ہوتے تب بھی مصلحت کے تحت نفی کر دینے سے علم کی نفی نہیں ہو سکتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا۔ "لاعلم لنا"

یعنی قیامت میں جب اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام سے ان کی امتوں کا حال پوچھیگا تو وہ عرض کریں گے ہمیں کوئی علم نہیں حالانکہ انہیں علم ہوگا کہ وہ دنیا میں ان کے ساتھ کس طریقے سے پیش آئے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے علم کی نفی کرتے ہیں اسمیں مصلحت ہے جس کی تفصیل اسی آیت کے تحت آئے گی۔ ۴۔ کبھی تواضع و انکساری کے طور نفی ہوگی ۵۔ ذاتی علم کی نفی ہوگی۔

مخالفین کی پیش کردہ آیات

سوال قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب و لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اقول لکم انی ملک ۔ (سورہ انعام رکوع ۵)

ترجمہ: "اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں" یہ آیت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ نبی علیہ السلام غیب نہیں جانتے تھے۔

(۱) مخالف کی ہر دلیل پیش کردہ کو اول و آخر دیکھ لیا کریں قطع

جواب نظر دیگر دلائل کے وہی دلیل الٹا ہماری مؤید ہوگی۔ چنانچہ اسی آیت کو سالم پڑھیں گے تو اُس کے آگے یہ الفاظ موجود پائیں گے۔

ان اتبع الا ما یوحٰی الیّ	میں نہیں تابعداری کرتا مگر صرف اس کی جو میری طرف وحی کیجاتی ہے۔

اب مطلب صاف ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے علم کی نفی فرما رہے ہیں اس لیئے کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ بھی ان جادوگروں سے ہیں بلکہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ میں نبی برحق ہوں جو بات کہتا ہوں وہ وحی ربانی ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ آیت کے سباق سے معلوم کر لیا کریں کہ یہ گفتگو کس سے ہو رہی ہے چنانچہ آیت کے ماقبل کو دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ کفار و مشرکین کو مختلف طریقوں

سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل بیان فرما رہا ہے۔ یہاں بھی آپ کی نبوت کی دلیل ارشاد فرمائی کہ اے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم ان کو فرمایئے کہ نبوت کا دار و مدار وحی ربانی پر ہے چنانچہ میں بھی ہر بات وحی کے مطابق کہوں گا۔ تمہاری لایعنی باتوں کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

(۳) آیت کا شان نزول بھی دیکھ لیا کریں کہ آیت کس واقعہ پر نازل ہوئی اس آیت کا شان نزول یوں ہے کہ کفار کا طریقہ تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طرح طرح کے سوالات کرتے تھے کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سا مال اور دولت دیجیے کہ ہم کسی کے محتاج نہ ہوں یا ہمارے لیئے پہاڑوں کو سونا بنا دیجیے اور کبھی کہتے کہ ہمیں گذشتہ اور آئندہ کی خبر دیجیے۔ اور مستقبل میں ہمیں کیا کیا پیش آئیگا تاکہ منافع حاصل کر لیں اور نقصان سے بچنے کے انتظام کریں کبھی کہتے کہ ہمیں بتایئے کہ قیامت کب قائم ہوگی کبھی کہتے کہ آپ کیسے رسول ہیں کہ آپ کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی اور نکاح بھی کرتے ہیں ان کی لایعنی باتوں کا جواب دیا گیا کہ

اے کفار تمہاری یہ سب باتیں نہایت بے محل اور جاہلانہ ہیں کیونکہ جو شخص کسی امر کا مدعی ہو اُس سے وہی باتیں دریافت کی جاتی ہیں۔ غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور اس کے دعویٰ کے خلاف ان باتوں کو حجت ٹھہرانا انتہا درجہ کا جہل ہے۔

ان کے لیئے قرآن مجید میں جواب دیا گیا کہ آپ ان کو فرمائیں کہ ان اشیاء کا میں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ میرا دعویٰ کچھ اور ہے۔ باقی رہا کہ یہ چیزیں مجھے باذن باریتعالیٰ حاصل ہیں۔ یا نہیں۔ تو باب اول علم غیب کے اثبات میں کافی ہے اور کچھ باب

ثالث میں لکھی جائیں گی اور خزائن اللہ کا عطیہ بھی ملا جیسا کہ بحث اختیار میں چل کر عرض کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور فرشتے ہونے کی نفی صرف کافروں کے قول کی وجہ سے تھی کہ یہ کیسے رسول ہیں کھاتے پیتے اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

میں رسول ہوں فرشتہ نہیں ہوں۔

(۴) وجوہ بالا کے علاوہ مفسرین نے کئی جوابات دیئے ہیں۔

(۱) ذاتی اور بالاستقلال کی نفی ہے۔ (نیشاپوری، النسیم الریاض، روح البیان)

(۲) کسر نفسی، تواضع اور اپنی عبودیت کا اقرار تاکہ لوگ وہ اعتقاد نہ کریں جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کیا۔ (کبیر، خازن، عرائس)

(۳) جمیع معلومات و مقدرات کی نفی ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں۔ (کبیر، نیشاپوری)

(۴) دعویٰ کی نفی ہے یعنی میرا دعویٰ اختیار علم کا نہیں بلکہ نبوت کا دعویٰ ہے (نیشاپوری، کبیر، روح البیان)

عبارات و دیگر دلائل (غیب فی القرآن) میں دیکھئے۔

ف اقول میں قول بمعنے دعویٰ ہے اور اعلم الغیب کا عطف لا اقول پر ہے۔
ای لا ادعی اعلم الغیب۔ الخ۔

باقی جوابات فقیر کی کتاب "احسن التحریر فی تعلم مردود تفسیر" میں پڑھئے۔

سوال قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ (سورہ نمل ع ۵)

اے محبوب مدنی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایئے کہ آسمان و زمین میں اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی غیب نہیں جانتا۔

آیت میں حصر اور عموم ہے جو نبی علیہ السلام اور ولی جن فرشتے سب سے علم غیب کی نفی ہے۔

جواب (۱) یہاں بھی وہی بات ہے کہ کفار کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم جن کی پرستش کر رہے ہو وہ تو نہ کسی کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسری قدرتیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ سابقہ آیات "اللہ خیر اما یشرکون الخ" سے یہ گفتگو چلی اور یہاں تک کفار کے اصنام کی کمزوریوں کو ظاہر کیا گیا آخر میں ان کے باطل عقیدہ کی تردید کی گئی کہ تمہارے یہ خیال کہ ہمارے معبود سب کچھ جانتے ہیں۔ غلط ہے بلکہ جسطرح وہ سابقہ مضامین کے رو سے دیگر قدرتوں سے خالی ہیں وہ علم کی نعمت سے بھی محروم ہیں۔ بلکہ ہر قسم کے علوم کا ذاتی طور میں ہی مالک ہوں اس آیت میں دینے اور نہ دینے کی کوئی بات نہیں۔ اپنے طور قیاس آرائی کرنا جرم عظیم

(۲) خود قرآن نے آگے چل کر واضح کیا ہے کہ

وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین۔ (سورۃ نمل رکوع ۶)

یعنے آسمان و زمین میں کوئی چیز مخفی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

اب لوح محفوظ کے متعلق (علوم کے) مختصراً پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔

(۳) حصر سے مغالطہ کھانے والے غور کریں کہ ایک جگہ حصر آجانے سے

دوسرے مقامات کے اثبات کو نظر انداز نہیں کیا جاتا مثلاً ایک جگہ فرمایا۔

لا یؤخذ منھا شفاعۃ[1] اور فرمایا قل للہ الشفاعۃ جمیعاً[2]،

اور پھر فرمایا: من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ[3] اسی طرح ایک جگہ فرمایا

ان العزۃ للہ جمیعا[4] اور پھر فرمایا وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن

المنافقین لایعلمون[5] اسی طرح فرمایا قل ان الھدیٰ ھدی اللہ[6]

اور پھر فرمایا۔ انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم[7]۔ اسی طرح فرمایا ان الحکم

الا للہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ پھر فرمایا فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً

من اھلھا[8]۔ وغیرہ۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ایک جگہ حصر ہے تو کفار کو سمجھانا کہ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے تمہارے معبودوں میں بالکل ہے نہیں اور جہاں اثبات ہے تو اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی صفت ہے جس کا انکار کرنا جہالت کا ثبوت دینا ہے اگر آیت ہذا میں حصر ہے (نفی عن الغیر ہے) تو دیگر آیات جو باب اوّل

---

[1] اس سے شفاعت قبول نہ کی جائے گی۔

[2] فرمایئے جملہ شفاعت اللہ کے لئے ہے

[3] کون ہے جو شفاعت کرے اس کی اجازت کے بغیر۔

[4] تمام عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

[5] عزت اللہ و رسول اور اہل ایمان کے لئے ہے مگر منافقین نہیں جانتے۔

[6] فرمایئے ہدایت تو اللہ کی ہی ہے۔

[7] بے شک تو سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

[8] ایک حکم خوہر کی طرف سے ایک عورت کی طرف سے مقرر کرو۔

میں مسج ہیں۔ میں اسکا ثبوت ہے۔

(۴) آیت میں نفی ہے تو دوسرے آیات میں اثبات بھی اور بقاعدہ اذا تعارض النفی والاثبات فالاثبات اولیٰ، جب نفی اور ثبات میں معارضہ آجائے تو اثبات والی دلیل کو لینا اولیٰ ہے۔ اہل سنت کے مسلک کو ترجیح ہے۔

(۳) علاوہ وجوہ مذکورہ کے مفسرین نے فرمایا۔

(۱) ذاتی اور بالاستقلال۔

(۲) جمیع معلومات الٰہیہ کی نفی ہے۔ تفسیر نیشاپوری۔ نسیم الریاض۔ زرقانی شرح مواہب تفسیر انموزج۔ مدارک۔ فتاویٰ نووی۔ فتاوی حدیثیہ وغیرہ وغیرہ

(۳) ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (اعراف ع ۱۳)

اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب کی خود نفی فرمائی ہے پھر تم بلاوجہ کیوں اثبات کے درپے ہو۔

جواب مفصل جوابات تو فقیر نے رسالہ علم غیب المعروف مناظرہ عاشق رسول و عبد القہار" میں درج کیئے ہیں اور کچھ "علم غیب فی القرآن" میں لکھے ہیں۔ اجمالاً یہاں بھی لکھا جاتا ہے۔

---

[1] مزید فقیر کی کتاب احسن التحریر میں دیکھیے

(۱) یہاں بھی وہی بات ہے کہ کفار کے چند غلط اعتراضات تھے مثلاً وہ
کہتے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو ہمارے کہنے کے مطابق ہماری دنیوی مضرات کو
دفع کرو۔ ہم محتاج ہیں ہمیں غنی کردو اور ہمارے فلاں اقارب قریب مرگ
ہیں یا مر گئے انکو تندرست اور زندہ کردو۔ ہمیں غیب کی باتیں بتاؤ کہ ہمیں
کاروبار میں نفع ہوگا یا نقصان۔ مینہ کب برسے گا۔ فلاں مفقود الخبر
کہاں ہے اور کب آئے گا۔ کوئی اونٹ کھوئے گئے پوچھا کہ کہاں ہیں
تفسیر کبیر میں تحت ہذا الآیۃ لکھا ہے کہ
جب آپ غزوہ بنی مصطلق سے واپس لوٹے تو آپ نے رفاعۃ
کا مدینہ میں مرنا بھی بیان فرمایا اور پھر اپنی اونٹنی کی تلاش کا حکم بھی
دیا اس پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ہنسکر کہا کہ مدینہ اتنا دور
ہے اس کے واقعہ کی خبر تو دے رہے ہیں اور اونٹنی چار قدم ہوگی وہ
نہیں معلوم کہ کہاں ہے۔
آپ نے فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں درخت میں اونٹنی کی مہار اٹکی ہوئی
ہے جاؤ لے آؤ۔ لوگ وہاں گئے تو اونٹنی موجود تھی۔
اس پر یہ آیت اتری۔
چنانچہ آیت کے ماقبل میں کفار کی مختلف باتوں کی تردید بھی شاہد ہے اور
پھر ان انا الا نذیر الخ فرماکر کفار کو فرمایا کہ تم لایعنی باتوں کو چھوڑو۔ میرے دعویٰ
کو دیکھو۔ کہ میں تمہیں غیب منوانے نہیں آیا بلکہ میرا کام توحید و رسالت کا اتباع
ہے باقی تمہارے یہ سوال یہ نبوت و رسالت کے اقرار کے بعد خود حل ہو جائیں
گے اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ تمام باتیں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں

کو کر کے دکھلائیں جو اپنے اپنے مقامات پر ثابت ہیں۔
(۲) علم غیب کی نفی مشروط بدو شرط ہے۔
(۱) خیر کثیر
(۲) مس سوء۔ یعنے مجھے علم غیب نہیں کیونکہ مجھے خیر کثیر حاصل
نہیں اور دوسرا مجھے دکھ بھی پہونچے۔
بقاعدہ: اذا فات الشرط فات المشروط، جب شرط ختم ہو جائے تو مشروط
بھی ختم ہو جاتا ہے۔
آیت میں نفی غیب کا علم ہے شرط اور خیر کثیر نہ ہونا اور دکھ نہ پہنچنا
مشروط ہے۔
قرآن کریم نے مشروط یعنے خیر کثیر کی نفی کو اثبات سے بدل دیا۔
کما قال " انا اعطینٰک الکوثر "۔
جمہور مفسرین نے الکوثر سے مراد خیر کثیر لی ہے (کبیر، روح المعانی وغیرہ
بلکہ تیسرے پارہ میں یوں فرمایا۔
من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا۔
جسے حکمت دی جاتی ہے اُسے خیر کثیر بھی دی جاتی ہے۔
اور ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صرف حکمت نہیں دیے گئے بلکہ آپکو
حکمت کا معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔
کما قال تعالےٰ: یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کتاب و حکمت کے معلم ہیں۔
جب خیر کثیر کی نفی اثبات سے تبدیل ہوئی تو نفی علم غیب بھی اثبات سے

تبدیل ہو ورنہ قرآن کا ابطال لازم آتا ہے یہ قاعدہ نہ صرف عقلی ہے بلکہ آیات قرآنیہ ثبوت علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بکثرت موجود بھی ہیں۔

(۳) لو کا قاعدہ ہے کہ مستقبل کو ماضی سے تبدیل کرتا ہے۔ (کما ھو معلوم للنحاۃ واللغویین والبیانیین) اب مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ زمانہ ماضی میں نفی علم غیب ہے۔ مستقبل اور نزول آیت کے وقت سے نفی نہیں ہوتی جیسا کہ شان نزول کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے غیبی خبریں بیان بھی فرمائیں۔

ہمارے سلف صالحین بھی اس آیت کے منکرین علم غیب کو تین جواب دے رہے ہیں۔

(۱) تواضعاً وانکساراً اظہاراً للعبودیت فرمایا۔

(۲) جمیع معلومات الٰہیہ کی نفی

(۳) ذاتی علم کی نفی ہے۔ (خازن، حاشیہ جلالین، جمل، صاوی نسیم الریاض، کبیر، شرح مواقف۔ روح البیان وغیرہا)

سوال وعندہٗ مفاتیح الغیب لایعلمھا الا اللہ | اسی کے پاس ہی ہیں غیب کی کنجیاں انہیں اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جب غیب کی کنجیاں ہی اس کے ہاں محفوظ ہیں پھر تمہارے دعاوی کہاں تک صحیح اور پھر حصر کے ساتھ کہ سوائے اس کے کسی کو معلوم نہیں۔

جواب (۱) مناظرہ کے فن کا قاعدہ ہے کہ دعویٰ کے مطابق دلیل ہونی چاہیئے۔ دیوبندیوں کا دعویٰ تو نفی علم غیب کی ہے اور دلیل

ہے نفی کنجیوں کی۔ کیونکہ ھا کا مرجع مضاف الیہ مفاتیح ہے نہ کہ غیب۔

(۲) کنجیوں کی نفی سے علم غیب کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ خزانہ کے مالک کا طریقہ ہوتا ہے کہ خزانہ سے عطا عام کر کے کنجیاں اپنے پاس رکھتا ہے۔

(۳) غیب کی کنجیوں سے مراد تکوینی امور ہیں کیونکہ کنجی کا کام بھی یہی ہے کہ اندر کی چیز باہر اور باہر کی اندر کر دینا۔

کما قال صاحب روح البیان: وقلم تصویرھا الذی ھو مفتاح یفتح بہ باب علم تکوینھا علی صورتھا الخ

ان چیزوں کے نقش باندھنے کا قلم جو ایسی کنجی ہے جس سے ان چیزوں کے پیدائش کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور یہ کام اللہ تعالےٰ کا ہے نہ کہ نبی علیہ السلام کا۔

(۴) حصر علم کے لیئے ہے نہ کہ اعلام کے لیئے اصول کا قاعدہ ہے کہ نص میں جس شے کا ذکر نہ ہو اُسے اپنے قیاس سے شامل نہ کیا جائے۔ جب اللہ تعالےٰ نے نہ دینے کا ذکر نہیں فرمایا۔ دیوبندیوں کو کس نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنے قیاس سے لے شامل کریں۔

(۵) یہاں بھی وہی کفار کی تردید مقصود ہے اور پھر مومنوں کے لیئے آگے فرمایا

ولاحبۃ فی ظلمت الارض ولارطب ولایابس الا فی کتاب مبین

اس میں اشارہ ہے کہ کنجیاں میرے پاس ہیں لیکن دینے سے مجھے رکاوٹ بھی نہیں جبکہ میں نے ان کے کھولنے کی خبر دے دی ہے۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً

(۶) مفسرین نے بھی اس کے متعلق جواب لکھے۔

(۱) جمیع معلومات کا جاننا

(۲) چیزوں کے پیدا کرنے کی قدرت۔

(۳) ابتدأً ان کے متعلق معلومات رکھنا

(۴) ذاتی اور بالاستقلال کی نفی (کبیر، خازن، روح البیان، عرائس البیان

(۷) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات کے ہر قسم کی کنجیاں دی گئی ہیں جیسا کہ مسئلہ اختیار میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

سوال۔ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا | جس دن اللہ تعالیٰ رسل علیہم السلام کو جمع فرما کر کہیگا کہ کفار سے تم کو کیا جواب ملا

لاعلم لنا انک علام الغیوب | کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں بے شک تو ہی غیب کو خوب جاننے والا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سب مل جل کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں کوئی علم نہیں اب تمہارا دعویٰ علوم کلیہ کا خود بخود باطل۔

جواب (۱) اثبات کو نفی بنانا جہالت کا ثبوت دینا ہے قیامت کی بات کو اب فرمایا جا رہا ہے کہ ایسے ایسے بات ہوگی جو ذات کل کی بات آج بتا دے اُسے بھی لاعلم کہنا عجیب منطق ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ جمیع علوم کو جاننے کے باوجود پھر بھی پوچھتا ہے کہ "ماذا اجبتم" اللہ تعالیٰ علیم ہو کر سوال کر رہا ہے تو اُس کے علم پر اعتراض نہیں ہوتا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا عالم ہو کر بنا بر مصلحت جواب میں لاعلم لنا کہہ دیں تو بھی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔

(۳) کیا انبیاء علیہم السلام کو معلوم نہیں تھا کہ قوم نوح نے کیا جواب دیا اور عاد و ثمود اور قوم لوط کے کیا کیا جواب تھے۔ نمرود و فرعون و ہامان اور ابوجہل وغیرہم نے کیا کیا لیکن بات لاعلم لنا کہہ رہے ہیں اس میں یا تو ان کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے اور جھوٹ سے وہ معصوم یا اس میں کوئی مصلحت ہے جسطرح اللہ تعالیٰ کے سوال میں مصلحت ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے جواب میں بھی مصلحت ہے۔

(۴) علم کے ہوتے نفی کر دینا الٹا اس میں ہماری تائید ہے جیسا کہ اصول میں ہم لکھ چکے۔

(۵) عبودیت کا اظہار کر جب بڑا عالم چھوٹے سے پوچھے کہ وضو میں اگر دن کا مسح رہ جائے تو کیا وضو ہو جائے گا تو چھوٹا آدمی علم کے باوجود اپنی انکساری کے تحت بڑے عالم کو کہے گا حضور آپ زیادہ جانتے ہیں اسی طرح یہاں ہے۔

مفسرین کرام نے بھی جواب دیئے۔

(۱) ہمارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے فلہذا سوال سنکر لاعلم لنا کہہ دیا۔

(۲) ادب کی بنا پر لاعلم لنا کہا۔

(۳) قیامت میں عدل وانصاف کی بات ہوگی اگر انبیاء علیہم السلام ہر امت پر شہادت دے دیتے تو ان پر سزا لازم ہو جاتی انبیاء علیہم السلام نے امت کا معاملہ کریم کی کریمی کے سپرد کر کے لاعلم لنا کہہ دیا۔

باقی جوابات "غیب فی القرآن" میں دیکھئے۔

سوال۔ وما ادری ما یفعل ولا بکم ؛ مجھے کیا پتہ کہ میرے اور تمہارے لیے کیا ہوگا

جب وہ اپنے خاتمہ سے بھی بے خبر ہیں اور دوسروں سے بھی بیزاری کا اظہار

فرماتے ہیں پھر علم کلی ثابت کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جواب (۱) وہی بات جو پہلے ہو رہی تھی دوبارہ آگئی وہ یہ کہ دعویٰ کے مطابق دلیل پوری نہیں دعویٰ تو علم کی نفی کا ہے اور دعویٰ میں درایت ہے کا لغوی تحقیق مع نظائر وامثال "عیب فی القرآن" میں ہے۔ یہاں خیر اتنا یاد رہے کہ درایت بمعنی اپنے قیاس اور انکل وپچو سے کسی کے بتائے بغیر کسی شئے کو جاننے کی کوشش کرنا اور ہم اپنے عقائد میں کہہ چکے کہ نبی علیہ السلام کا علم ایک برابر بھی بغیر بتائے اللہ تعالیٰ کے ماننا کفر ہے چنانچہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود وضاحت فرمادی جسے مخالف نے آگے کے الفاظ چھوڑ دیئے۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ (میں اسکی تابعداری کرتا ہوں جسکی مجھ پر وحی کی جاتی ہے)۔

(۲) یہ آیت منسوخ ہے ناسخ انا فتحنا لک فتحا مبینا الخ ہے۔

(۱) کما قال ملا عبدالرحمٰن فی رسالۃ الناسخ والمنسوخ۔ (۲) خازن

(۳) حاشیہ جلالین (۴) کبیر (۵) در منثور

(۶) ابوالسعود وغیرہ

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تمام امتیوں کے جنتی و دوزخی ہونے کی خبر دی۔ جس کے لئے باب ثالث میں چند احادیث نقل کی جائیں گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

سوال خبر میں نسخ نہیں ہوتا۔

جواب خبر میں نسخ جائز ہے جیسا کہ قرآن میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں مثلاً قال اللہ تعالیٰ: ان تبدوا ما فی انفسکم الخ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا سے منسوخ۔

اس کے متعلق مزید تحقیق فقیر کی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں دیکھئے۔

سوال لا تعلمہم نحن نعلمہم ﴿ تو انہیں نہیں جانتا میں ہی انہیں جانتا ہوں منافقین جو کہ ہر وقت ساتھ رہتے تھے ان کے متعلق بھی معلومات نہیں تھے چہ جائیکہ علم کلی۔

جواب (۱) یہی خیال تو منافقین کا تھا کہ ہم باوجودیکہ ساتھ رہتے ہیں لیکن ہمارا انہیں کوئی علم نہیں لیکن بوجہ مصلحت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سنکر غیبی باتیں تو بتا دیتے لیکن ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نہ دیتے جب تک ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نازل نہ ہوا۔

(۲) لتعرفنہم فی لحن القول (سورہ محمد رکوع ۴) آپ ان کی بات سنتے انکو جان لیتے ہیں۔ جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔

فکان بعد ذالک لا یتکلم منافق عند النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم الا عرفہ ویستدل علی فساد باطنہ ونفاقہ

"اس آیت کے بعد کوئی منافق حضور علیہ وسلم کے ہاں کلام نہ کرتا مگر آپ اس کو پہچان لیتے اور اس کے اندرونی فساد اور اس کی منافقت پر دلیل پکڑتے۔"

جب ان کو علیحدہ کرنے کا حکم ہوا تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ہر ایک مرد اور عورت کا نام لے لے کر اٹھا دیا جیسا کہ عینی شرح بخاری ج ۲۲/۴ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

خطب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج منہا ناسا

حضور علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیا اس میں فرمایا اے فلاں نکل جا اس لئے کہ تو منافق ہے اس میں بہت سے آدمیوں کو آپ

| نے نکال دیا۔

تفسیر صاوی ص اور شرح شفا للملا علی قاری ج۲ ص۴۴ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

"جن منافقوں کو حضور علیہ السلام نے نکالا تھا ان کی تعداد اس وقت ۴۷۰ "چار سو ستر" تھی جن میں سے تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں۔"

(۳) جب کسی پر غصہ کیا جاتا ہے اور کوئی اس کی سفارش کرنے لگے تو غصہ والا کہتا ہے کہ اس خبیث کو تو نہیں جانتا اس کی خباثت مجھے معلوم ہے حالانکہ اس کی نالائقی سے ہر ایک واقف ہوتا ہے چونکہ منافقین کے بارہ میں سخت سزائیں بیان کی جارہی تھیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لیے رحم کھاتے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے فرمایا۔ چنانچہ اگلا ٹکڑا اسی تقریر کا قرینہ ہے۔

سنعذبھم مرتین ؁

(۴) لا تعلمھم الخ لتعرفنھم فی لحن القول سے پہلے اتری ہے احاشیہ جلالین از جمل تحت ہذہ الآیۃ)

سوال منھم من قصصنا علیک و منھم من لم نقصص علیک۔

بعض انبیاء علیہم السلام میں سے وہ ہیں جنکا قصہ ہم نے کر دیا بعض وہ ہیں جنکا قصہ ہم نے نہیں کیا۔

جب انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی بھی خبر نہیں تو پھر علم کلی کہاں رہا۔

جواب (۱) دعویٰ دلیل مطابق نہیں آیت میں قصے کی نفی ہے تمہارا دعویٰ علم کی نفی میں ہے۔

(۲) دوسری جگہ فرمایا۔

وکلا نقص علیک من انباء الرسل	اور سب کچھ ہم آپ کو رسولوں کی خبریں بیان کرتے ہیں۔

جب قرآن نے خود گواہی دیدی تو تم بلاوجہ کیوں عیب تلاش کرتے ہو۔

(۳) قرآن میں اگرچہ تفصیلی طور ذکر نہیں لیکن اجمال تو اپنی جگہ ثابت ہے۔

کما قال اللہ تعالےٰ ونزلنا علیک تبیان لکل شیءٍ۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالےٰ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ ص۵۰ میں فرماتے ہیں۔

ھذا لا ینافی قولہ تعالےٰ منھم من لم نقصص علیک لان المنفی ھو التفصیل والثابت ھو الاجمال۔

یعنے منھم من لم نقصص ہمارے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں تفصیل کی نفی ہے باقی رہا اجمال وہ تو اپنی جگہ ثابت ہے۔

(۴) بہت سے مسائل قرآن میں اجمالی ہیں لیکن تفصیل احادیث میں ہے جس طرح قصص قرآن میں اجمال ہے اور احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

شب اسرا حضور علیہ السلام نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور ہمکلام بھی ہوئے۔

مفسرین کے اقوال "غیب فی القرآن" میں درج کیے گئے۔

سوال ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔	آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمایئے روح میرے امر سے ہے اور تم اس کا تھوڑا سا علم دیئے گئے ہو۔

جب روح کے علم سے بھی بے خبر تھے تو علوم کلیہ کا اثبات بے محل ہے۔

(۱) سائل کفار ہیں اور کفار کی استعداد اس کی حامل نہیں تھی کیونکہ

جواب یہ ایک باریک مسئلہ ہے جب انکو اسکی اہلیت ہی نہ تھی تو جواب میں اُس کی استعداد وما اُوتیتم من العلم الا قلیلا کو ظاہر کیا گیا۔ جیسے چاند کے متعلق انہوں نے پوچھا کہ یہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے تو جواب تو گھٹنے بڑھنے کے متعلق دینا چاہیئے تھا لیکن نہیں بلکہ ان کی استعداد کے متعلق فرمایا۔ قل ھی مواقیت للناس والحج اس سے کوئی بھی نہیں کہے گا کہ نبی علیہ السلام کو چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ اسی طرح یہاں سمجھیئے باقی رہا نبی علیہ السلام کو علم تھا یا نہ وہ من امر ربی میں ثابت کیا گیا۔

(۲) من امر ربی میں تبعیضیہ ہے یعنے اللہ تعالٰے کے عالم امر سے ایک امر روح بھی ہے جیسا کہ کتب تفاسیر و کتب تصوف کے پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ عالم ہژدہ ہزار سے ایک عالم امر بھی ہے جو العالمین، کے افراد سے ایک فرد ہے اور ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بمطابق " وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ بلا تخصیص ہر عالم کے لیئے آپ رحمت ہیں۔ اب فیصلہ خود فرمایئے کہ اگر رحمت عالم کو عالم امر روح کا علم نہیں تو پھر اُس کے لیئے رحمت کیسی۔

(۳) شب معراج تمام عوالم سے گذر ہوا عالم عناصر اور عالم طبیعت اور عالم ارواح سے گذر کر کے عالم امر کے طے کرتے ہوئے وہاں پہونچے جہاں وہاں نہیں۔ عالم امر سے گذرنے والے کو بے خبر بنانا شان نبوت سے جہالت کا ثبوت دینا ہے

(۴) حقیقۃ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ تمام حقائق کی اصل الاصول ہے اور اصل کو اپنے فروع کا علم ضروری ہے۔ اسپر مستقل بحث "حاضر و ناظر" مسئلہ نور میں آئے گی انشاءاللہ تعالٰے۔

(۵) مفسرین اور سلف صالحین نے اثبات میں ارشادات تحریر فرمائے ہیں۔

(۱) احیاء العلوم للغزالی

(۲) مدارج النبوۃ للشیخ عبدالحق ص ۴۰ ج ۲

(۳) تفسیر خازن تحت ہذا الآیۃ

(۴) روح البیان (۵) مدارک (۶) صاوی وغیرہ وغیرہ

عبارات و مزید تحقیق "غیب فی القرآن" اور فقیر کے رسالہ "مفتوح فی تحقیق الروح" میں ہے

سوال وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ	اور نہ ہم نے ان کو شعر سکھایا اور نہ ہی ان کے لائق ہے۔

جب آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی تو پھر علم کلی کا دعویٰ کیسا۔

جواب مخالفین یہ تو مانیں گے کہ یہ آیت کفار کے کسی طعنہ کے جواب میں بیان کیگئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کفار آپ کو کیا کہتے ہیں جبکا اس آیت میں جواب دیا جا رہا ہے وہ کہتے

انھم کانوا اذا قیل لھم لا الہ الا اللہ یستکبرون ویقولون ائنا لتارکوا آلھتنا لشاعر مجنون	جب ان لوگوں (کفار) کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰے کے سوا اور کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا ہم ایک شاعر کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

دیکھیئے اس آیت میں کفار نے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو شاعر قرار دیا ہے۔ اور اُس وقت کی شاعری بام عروج پر تھی اسی لیئے وہ اپنے آپ کو اہل عرب

ناطق اور دوسرے لوگوں کو عجم (گونگا) تصور کرتے۔ انہوں نے شاعر کہا ہے تو کس بنا پر (یہ ایک فلسفہ ہے جو ذی شعور لوگوں کے سوا کسی کو سمجھ نہیں آئیگا)

قرآن کی عبارت نظم تو ہے نہیں حالانکہ عرف میں شاعر اُسے کہتے ہیں جو اپنا کلام نظم میں پیش کرے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنا کلام خواہ قرآن ہو یا غیر قرآن کبھی شعر میں نہیں کہا (الا نادراً) تو اب لامحالہ ماننا پڑے گا کہ شعر گوئی سے کچھ اور مراد ہے اور وہ کیا ہے اس کو بھی قرآن نے بیان فرمایا کفار حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کلام الٰہی سنکر کہتے

ان ھی الا اساطیر الاولین | یہ قرآن نہیں ہے مگر پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے۔

اور وہ کہتے۔

افتریٰ علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ۔ | کیا وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ کا افترا کر رہا ہے یا اُسے جنون ہے۔

ان دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ وہ لوگ شعر سے جھوٹ مراد لیتے تھے ورنہ عقلاً بھی اور روایۃً بھی مذکورہ آیات کی کھلی تردید ہوجائے گی اور وہابیہ دیوبندیہ علم سے تو کورے ہوتے ہیں انہیں بڑی کتابوں کا مطالعہ نصیب نہیں تو کم ازکم منطق کے چھوٹے رسالے دیکھ لیں کہ انہوں نے شعر سے کیا مراد لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

الشعر ھو المؤلف من المقدمات الکاذبۃ | شعر وہ ہے جو جھوٹے مقدمات سے مرکب ہوا

اب معنے یہ ہوا کہ ہم نے اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جھوٹی باتیں نہیں سکھلائیں اور نہ ہی جھوٹ ان کے لائق۔ چنانچہ آیت کا دوسرا جزو اس کی تقریر کرتا ہے وہ یہ کہ

ان ھو الا ذکر و قرآن مجید | یعنے میرے محبوب کا کلام ذکر اور قرآن مبین ہے۔

باقی رہا عرفی شعر وہ تو آپ کہہ بھی دیتے تھے۔

کما ھو معلوم لقاری کتب السیر وشعرہ صلے اللہ علیہ وسلم مشہور

انا النبی لا کذب | انا ابن عبد المطلب

وغیرہ وغیرہ۔ اگر شعر سے یہی شعر گوئی مراد ہو تو پھر تو قرآن کو غلط قرار دینا پڑ گیا جبکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی شعر کہہ بھی دیتے تھے اور غلط وصحیح کا امتیاز بھی فرما دیتے۔

اسکی تفصیل فقیر کی کتاب "نعت خوانی پر انعام" میں پڑھئے کہ بڑے بڑے شعراء کے کلام کی تصحیح بھی فرمائی اور انعام بھی بخشا۔

اسی لئے یقیناً آپ کو شعر کا علم بھی اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوا کیوں نہ ہو جب حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم اولین وآخرین تعلیم فرمائے گئے جن سے کشف حقائق ہوتا اور آپ کے علوم واقعی نفس الامری ہیں کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وما ینبغی لہ | اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا دامن اس سے پاک ہے۔

اس شعر میں بھی کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح وسقیم وجید وردی کو پہچاننے کی نفی نہیں ہے۔

اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم شریعت میں طعن کرنے

والوں کے لئے یہ آیت ہرگز سند نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پہ فرمایا۔

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (پ۲۳ ع ۵ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ: اور کہتے تھے کہ ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے بلکہ وہ تو حق لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

فائدہ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ کفار کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہنا مراد کذب ہے۔

جواب ۲ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ میں شعر گوئی کے ملکہ کی نفی ہے اور یہ عیب نہیں کیونکہ

کتنے عروض قوانی کے جاننے والے فن شعرا کے ماہر ایسے ہیں کہ وزن شعر کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں شعر کے ردی و جید میں تمیز نہ ہو۔ فن کے قواعد و مصطلحات سے بے خبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔ علم سے بہت مرتبہ ملکہ مراد ہوتا ہے روزمرہ کے محاورے ہیں مثلاً ہم کہتے ہیں کہ فلاں عالم نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت و ہیئت اور قواعد کی اسے خبر نہیں۔ سب کچھ جانتا ہے لیکن لکھنے کا ملکہ نہیں اسی طرح یہاں مراد علم سے ملکہ ہے۔ کچھ محاورات پر ہی منحصر نہیں بلکہ ہر ملک اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے اور یہاں بھی ملکہ کی نفی مراد ہے چنانچہ ایک قاعدہ سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ علم تعلیم کے بعد کوئی صنعت واقع ہو تو وہاں تعلیم سے مراد ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے فرمایا۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور سکھایا ہم نے اسے تمہارا پہناوا بنانا کہ تمہیں آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔

پ۱۷ ع ۵ سورۃ انبیاء

اس قاعدہ سے واضح ہو گیا کہ علم کے معنی ملکہ کے ہیں۔

اسی طرح آیت وماعلمنہ الشعر سے بھی علم کے مراد ملکہ ہے اور ملکہ ہی کی نفی ہے۔ نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جیدہ ردی اور موزوں اور غیر موزوں میں امتیاز فرماتے تھے۔

جواب ۳ علم شعر کی نفی آج تک کسی مفسر نے نہیں کی چونکہ یہ انبیا کرام علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطریق انشا صادر نہیں ہوا۔ ہر بشری کمال آپ کے علم جامع کے تحت ہے اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہر فصیح و بلیغ اور شاعر و اشعر اور ہر قبیلہ کو ان لغات اور انہی عبارات میں جواب دیتے تھے اور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت کو ان کی تعلیم فرماتے تھے جیسا کہ فن سیرت کے واقفین کو معلوم ہے۔

جواب ۴ اس ملکہ کی نفی کی بات بھی تب ہے جب آپ اہل مکہ کے ہاں تھے جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دوسرے علوم کی طرح اس ملکہ کو بھی بوقت ضرورت استعمال فرمایا اور یہ آیت بالاتفاق مکیہ ہے جیسا کہ اصول اسلام سے ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم اور امور شرعیہ تدریجی ہیں وقت سے پہلے کسی علم کو بر وقت ظاہر نہ کرنا عدم علمی کی دلیل نہیں۔ مثلاً آپ نے ایک دفعہ فرمایا۔ لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلٰى يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى مجھے یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ یہاں آپ نے یونس علیہ السلام پر فضیلت دینے سے روکا ہے حالانکہ آپ جملہ انبیا علیہم السلام سے افضل ہیں اس کا محدثین نے یہی جواب دیا ہے کہ فضیلت کی نفی وقت سے پہلے ہے۔

سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوائے عربی کے اور کسی بولی کو نہیں جانتے اسی لئے

دیوبندیوں نے حضور علیہ السلام پر بہتان تراشا کہ آپ نے اردو علمائے دیوبند سے سیکھی۔ (معاذ اللہ) براہین قاطعہ (اویسی غفرلہٗ)

جواب قرآن مجید میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ (پ ۱۳ ع ۱ سورہ ابراہیم) — ترجمہ: ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ اُن سے کھول کر بیان کر دیں۔

فائدہ: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کُل کائنات کے ذرّہ ذرّہ کے نبی و رسول ہیں اس عقیدہ کے مطابق اس آیت شریفہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہر رسول کو اپنی قوم کی زبان کا علم ہوتا تھا۔ اسی سے نتیجہ نکلا کہ ہمارے نبی علیہ السلام اپنی اُمّت کا علم عطا فرما دیا ہے۔

جملہ کائنات کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم: اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام جملہ کائنات کے رسول ہیں اس کی تائید ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ ۲۲ ع سورہ سبا) — ترجمہ (یا رسول اللہ) ہم نے آپ کو ساری کائنات کے انسانوں کے لئے رسول و بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دوسرے مقام پہ فرمایا۔

تبٰرك الذی نزل الفرقان علی — ترجمہ: برکت والی ہے وہ ذات جس نے

کے ہر فرد کی بولی جانتے ہیں چنانچہ صاحب تفسیر جمل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں

وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يخاطب كل قَوْمٍ بلغتهم (تفسیر جمل جلد ۲ ص ۵۱۲) — ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قوم سے ان کی زبان میں خطاب فرمایا کرتے۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کی زبانوں کا علم ہے۔ چنانچہ نسیم الریاض شرح شفا شریف جلد اوّل میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں

انہ صلی اللہ علیہ وسلم لجمیع الناس علمہ جمیع اللغات۔ (نسیم الریاض جلد ۲ ص ۳۸۷) — ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو بحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمام زبانیں بھی سکھا دیں۔

ثابت ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی زبانوں

عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیرا — قرآن نازل کیا تا کہ ہوں جملہ عالمین کے نذیر (نبی)

حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (مسلم) — میں تمام مخلوق کا رسول ہوں (رواہ مسلم و مشکوٰۃ)

فائدہ ثابت ہوا کہ حضور آقا دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری دنیا کے رسول اور بشیر و نذیر ہیں پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی خاص قوم کے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے لیکن سرورِ کائنات کے لئے کسی قوم کی قید نہیں بلکہ جملہ عالم کے رسول ہیں۔ جو ذات کہ ساری کائنات کے رسول اور بشیر اور نذیر ہوں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قوم کی زبانوں کا علم ہے ورنہ یہی ثابت ہو گا کہ رسالت مآب کی رسالت کل عالمین ہونے کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں کا علم ہے تو جو سید المرسلین ہیں ان کو تمام زبانوں کا علم نہیں (حالانکہ آدم علیہ السلام کو وہ جملہ لغات حضور علیہ السلام کے طفیل نصیب ہوئیں۔ (تفصیل تفسیر اویسی میں دیکھئے)

بولی گر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حدیث شریف میں ہے۔

فَاَصْبَحَ کُلُّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ یَتَکَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْھِمْ (الخصائص الکبریٰ لجز الثانی، ص ۔ حُجَّۃُ اللہ علی العالمین)۔

ترجمہ: ان صحابیوں نے صبح کی تو ہر صحابی جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسی قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا۔

اصل واقعہ: ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں جعفر بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار صحابیوں کو قیصر، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ ان صحابیوں نے صبح کی تو جس صحابی کو جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پاک سے اُن صحابہ کو وہ زبانیں آگئیں حالانکہ وہ صحابی عربی زبان کے علاوہ اور کسی زبان کو نہیں جانتے تھے۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ مالک کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ فیض سے امتیوں کو بغیر سیکھنے کے دوسری زبانیں آجاتیں اور خود انہیں عربی کے علاوہ اور کوئی زبان نہ آئے۔ سبحان اللہ یہ امتی ہیں کہ خود جاہل ہیں تو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے خبر بلکہ اُردو کا خود کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استاذ بناتے ہیں۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

آج بھی پہلے سے بڑھ کر: دررسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حاضری ہر ملک اور ہر علاقہ کے مسلمانوں کو نصیب ہو رہی ہے اور بوقت حاضری ہر عاشق اپنی بولی میں بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے معروضات پیش کر رہا ہے ہمیں معلوم نہیں یہ کون ہے کیا کہہ رہا ہے آج بھی جالی مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ نظارہ دیکھا جاسکتا ہے لیکن حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کا نام بھی جانتے

ہیں اور کام بھی اور اس کی نہ صرف زبان (بولی) بلکہ اس کا ایمان بھی جانتے ہیں اگر کسی احمق کا عقیدہ نہیں تو پھر وہ ہزاروں روپے خرچ کر کے اتنا دُور کیوں جاتا ہے اور جن کا عقیدہ نہیں ہے وہ (نجدی وہابی) سرے سے حاضری ہی نہیں دیتے اگر حاضر ہوتے بھی ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے ہی نہیں یہ دولت صرف اور اہلسنت کے عقیدہ والوں کو نصیب ہے۔

دل کی گہرائیوں کو جانتے ہیں: بلکہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے کہ بوقت حاضری یہ تصور ہو کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری دل کی گہرائیوں کو بھی نہ صرف جان رہے ہیں بلکہ دیکھ بھی رہے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی آداب زیارت میں تحریر فرماتے ہیں۔

وینبغی ان یقف عند محاذاۃ اربعۃ اذرع ویلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الھیبۃ کما کان یفعل فی حال حیاتہ اذلا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم ذلک عندہ جلیٌّ لاخفاء بہ۔ فان قلت ھذہ الصفات مختصۃ باللہ تعالیٰ فالجواب ان من انتقل الی

چاہیئے کہ زیارت کرنے والا قبر شریف سے چار ہاتھ پر سامنے کھڑا ہووے اور ادب وخشوع وتواضع کو لازم پکڑے اور مقام ہیبت میں آنکھیں بند کرلے جیسا کہ حضور کی حیات شریف میں کیا جاتا تھا اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال ونیات وعزائم وخواطر کی معرفت میں حضور کی موت وحیات یکساں ہے اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں تو اس

عالم البرزخ من المؤمنين
يعلم احوال الاحياء غالبا و
قد وقع كثير من ذلك كما هو
مسطور فی مظنة ذلك من
الكتاب وقد روى ابن المبارك
عن سعيد بن المسيب قال ليس
من يوم الا وتعرض على النبي صلى
الله عليه وسلم اعمال امته
غدوة وعشية فيعرفهم
بسيماهم واعمالهم فلذلك
يشهد عليهم (مواهب لدنيه)

کا جواب یہ ہے کہ (کامل) مومنوں میں سے
جو شخص عالم برزخ میں چلا جاتا ہے ۔ وہ
زندوں کے حالات غالباً جانتا ہے ایسا
بہت وقوع میں آیا ہے جیسا کہ اس کے
متعلق کتابوں میں مذکور ہے حضرت عبد اللہ
نے بروایت سعید بن مسیب نقل کیا ہے کہ
کوئی دن ایسا نہیں کہ صبح و شام امت کے
اعمال کو اور خود ان کو ان کے چہرے سے
پہچانتے ہیں ۔ اسی واسطے آپ ان پر گواہی
دیں گے ۔

زبان سے کہنے کی حاجت نہیں: حضرت ابن الحاج المدخل میں لکھتے ہیں کہ

فاذا زاره صلى الله عليه وسلم
فان قدر ان لا يجلس فهو به
اولى فان عجز فله ان يجلس
بالادب والاحترام والتعظيم
وقد لا يحتاج الزائر فی طلب
حوائجه ومغفرة ذنوبه ان
يذكرها بلسانه بل يحضر
ذلك فی قلبه وهو حاضر بين

ترجمہ: جس وقت زائر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے ۔ اگر وہ طاقت
رکھتا ہو کہ نہ بیٹھے تو اس کے لئے نہ بیٹھنا
اولیٰ ہے ۔ اگر وہ کھڑا رہنے سے عاجز ہو
تو اسے ادب و احترام و تعظیم سے بیٹھنا
جائز ہے ۔ زائر کے لئے اپنی حاجتیں اور
گناہوں کی معافی طلب کرنے میں یہ ضروری
نہیں کہ ان کو اپنی زبان سے ذکر کرے

يديه صلى الله عليه وسلم
لانه عليه الصلوة والسلام اعلم
بحوائجه ومصالحه وارحم به
منه لنفسه واشفق عليه من
اقاربه وقد قال عليه الصلوة
والسلام انما مثلی ومثلكم
كمثل الفراش تقعون فی النار
وانا اخذ بحجزكم عنها او كما
قال وهذا فی حقه صلى الله عليه
وسلم فی كل وقت واوان اعنی
فی التوسل به وطلب الحوائج
بجاهه عند ربه عز وجل
ومن لم يقدر له زيارته صلى
الله عليه وسلم بجسمه فلينوها
كل وقت بقلبه ليحضر قلبه
انه حاضر بين يديه متشفعا
الى من من به عليه (مدخل
لابن الحاج - جزء اول - زيارت
سيد الاولين والآخرين صلى الله

بلکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے حضور میں دل میں حاضر کرے کیونکہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زائر کی حاجات و
ضروریات کا علم خود زائر سے زیادہ ہے
اور حضور اس پر خود اس کی نسبت زیادہ
رحم والے اور اس کے اقارب سے زیادہ
شفقت والے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا ہے "میرا حال اور تمہارا
حال پروانوں کے حال کی طرح ہے کہ تم
آگ میں گرتے ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ کر
آگ سے بچانے والا ہوں" اور یہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہر وقت
اور ہر لحظہ میں ہے یعنی حضور سے توسل
کرتے ہیں اور آپ کے جاہ کے وسیلہ
سے حاجتیں مانگتے ہیں اور جس شخص کے لئے
بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی زیارت مقدر نہ ہو اسے چاہیئے کہ ہر
وقت اپنے دل میں زیارت کی نیت کرے
اور یہ سمجھے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علیہ وسلم۔ کے سامنے حاضر ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں شفیع لا رہا ہوں جس نے آپ کو بھیج کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

ہر جگہ ہر آن: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

النظر فی اعمال اُمتہ والاستغفار لہم من السیئات والدعا بکشف البلاءِ عنہم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکۃ فیہا وحضور جنازۃ من مات من صالحی اُمتہ۔ فان ھذہ الامور من جملۃ اشغالہ فی البرزخ کما وردت بذلک الاحادیث والاثار (انباء الاذکیا)

ترجمہ: اپنی اُمت کے اعمال دیکھنا اور اُن کے گناہوں کی بخشش طلب کرنا۔ اور اُن سے بلا دُور کرنے کی دُعا کرنا اقطارِ زمین میں حلول برکت کے لئے تشریف لے جانا اور اپنی اُمت کے صالحین میں سے کسی کے جنازے میں حاضر ہونا کیونکہ یہ اُمور برزخ میں حضور کے اشغال میں سے ہیں جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہے۔

سوال اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں پانچ علوم کی غیر اللہ سے نفی فرمائی ہے بلکہ پانچ علوم کے لئے خود حضور علیہ السلام نے اپنے اور تمام لوگوں سے نفی فرمائی ہے چنانچہ فرمایا۔

خَمْسٌ لا یعلمھن الا اللہ (بخاری) پانچ علوم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

جواب بار بار عرض کیا جا رہا ہے کہ جہاں مطلق نفی ہو وہاں ذاتی علم کی نفی مراد ہوتی ہے اور ہم عطائی علوم کے قائل ہیں۔ تفصیل سے پہلے ایک منطقی قاعدہ سے سمجھئے۔

منطقی قاعدہ سے: ایساغوجی صغریٰ کبریٰ کے مبتدی طالب علم کو معلوم ہے کہ لا یعلمھن الا اللہ سالبہ کلیہ ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ "احدٌ" یہاں محذوف ہے اور نکرہ

تحت نفی واقع ہو تو فائدہ عموم کا دیتا ہے اور اللہ مستثنیٰ ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوئی:

لا یعلمھن احد الا اللہ۔ ای لا یعلم الخمس احد من العالم یا لاشئ من العالم او من الخلائق لا یعلم الخمس الا اللہ۔

یعنی اللہ کے سوا مخلوق کے ہر ہر فرد سے بطریقِ انفرادیت و اجتماعیت علوم خمسہ کی بطریقِ جمعیت و فردیت نفی ہے۔

اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے اور حضور علیہ السلام کے لئے کل کیا ہوگا کا علم ثابت ہے۔ گو قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے نبی پاک پانچوں علوم رکھنے والے ہیں مگر دعویٰ کے بطلان کے لئے اتنا کافی ہے اب تقدیر عبارت یوں ہوگی۔

بعض الانسان اَعْنِیْ محمدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) یعلم من الخمس۔

اب اگر سالبہ کلیہ میں ذاتی کی قید کا لحاظ نہ کیا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا اور وہ بالاتفاق محال ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ سالبہ کلیہ کو مقید بقید الذات مراد لیا جائے موجبہ جزئیہ کو مقید بقید العطا تو اس صورت میں ان دونوں میں کوئی نقیض نہ ہوگی۔

جواب۲ جو آیات مکیہ ہیں ان کے مضامین کی احادیث بھی انہی کے حکم میں ہوتی ہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کے احکام و افعال میں فرق ہے مکی زندگی میں جن امور کی نفی ہے انہی امور کا اثبات مدنی زندگی میں ہے اس کی مثالیں فقیر نے "احسن التحریر" فی تقاریر دورہ التفسیر میں لکھ دی ہیں اسی لئے اگر حضور علیہ السلام ان علوم کی نفی فرمائی ہے تو اس سے مطلق نفی مراد نہیں جیسے ہم کہتے

ہیں دُنیائے عالم سے تشریف لے جانے سے پہلے آپ کو یہ علوم عطا ہوئے۔

جواب۳ ان علوم میں بعض جزئیات کفار و مشرکین اپنے معبودوں یا جادوگروں کے لئے مانتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے اذہان فاسدہ کی تصحیح کے لئے فرمایا کہ ان امور کا مالک واحد معبود حقیقی ہے تمہارے خیالات غلط ہیں اور وہ مالک ان امور کا عطیہ صرف اور صرف اپنے محبوبوں (انبیاؑ و اولیاؒ) کو بخشتا ہے اور تمہارے معبود اور جادوگر تو مبغوضان ہیں نہ کہ محبوب و مرغوب۔

جواب ان امور کے سائل کفار تھے اور کفار کے سوالات سوائے بیہودگی اور ضد کے اور کچھ نہ تھے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "احسن التحریر فی قواعد دورۃ التفسیر" میں۔ اس کا شان نزول ملاحظہ ہو۔

شانِ نزول: ایک شخص جس کا نام وارث بن عمرو تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربار میں حاضر ہو کر عرض کی کہ قیامت کب قائم ہوگی اور ہمارے شہر تباہ ہوئے ہیں بارش کب ہوگی اور میری عورت حاملہ ہے کب بچہ جنے گی اور مجھے یہ تو پتہ ہے کہ آج میں نے کیا کیا ہے لیکن یہ فرمایئے کہ کل میں کیا کروں گا اور یہ تو مجھے پتہ ہے کہ فلاں جگہ میں پیدا ہوا لیکن آپ بتلایئے کہ میں مروں گا کہاں۔ اس کے سوال کرنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ذکر نحوہ البغوی والواحدی والثعلبی۔ روح المعانی ص۱۰۹ جلد ۲۱) ہمارے جواب کی تائید ملاحظہ ہو۔

قال القسطلانی ذکر خمسا وان کان الغیب لا یتناھی لان العدد لا ینفی زائدا علیہ ولان ھذہ الخمسۃ ھی التی کانوا یدعون علمھا۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ کا ذکر فرمایا اگرچہ اس کا غیر متناہی ہے اس لئے کہ گنتی خاص زائد کے منافی نہیں علاوہ ازیں کفار صرف ان پانچوں کے مدعی تھے۔

جواب۵: اسلاف صالحین نے فرمایا۔

(۱) حضرت آلوسی نے لکھا کہ:

انہ یجوز ان یطلع اللہ تعالیٰ بعض اصفیائہ علی احدی ھذہ الخمس ویرزقہ عزوجل العلم بذالک فی الجملۃ (ص۱۱۱ ج ۲۱ روح المعانی)

اور بے شک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اصفیا کو ان علوم میں سے بعض پر مطلع فرمایا اور بالجملہ ان کا علم عطا فرماتا ہے۔

(۲) شارح بخاری نے لکھا کہ

وذکر القسطلانی انہ عزوجل اذا امر بالغیث وسوقہ الی ماشاء من الاماکن علمہ الملائکۃ الموکلون بہ ومن شاء من خلقہ عزوجل (مواہب لدنیہ)

امام قسطلانی نے ذکر کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ (عزوجل) جب بارش کا حکم فرماتا ہے اور جہاں اسے روانہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا علم ان ملائکہ موکلین کو ہو جاتا ہے جو اس کام کے لئے مامور ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے۔

فائدہ اس سے امام قسطلانی نے استدلال فرمایا ہے کہ آیت و حدیث میں نفی صرف ذاتی کی ہے ورنہ اللہ جسے چاہے ان کے علوم عطا فرما دے۔ مالک ہے جیسے ملائکہ موکلین اور اس کی بعض مخلوق کو بارش برسنے کا علم۔

۳۔ حدیث شریف میں ہے:

اخرج البخاری عن انس بن مالک	ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ اللہ
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان	تعالیٰ رحم میں ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے
اللہ وکل بالرحم ملکا۔	

۴۔ امام قسطلانی نے فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی ثابت ہوا ما فی الارحام کا علم فرشتے کو عطا ہوتا ہے۔

قد نقل القسطلانی فی فتح الباری	فتح الباری میں ہے امام قرطبی نے فرمایا کہ جو
عن القرطبی انہ قال من ادعی	کوئی ان پانچ علوم میں سے کسی ایک کا دعویٰ
علم شیٔ من الخمس غیر مسندۃ	کرے سوائے نسبت حضور کے تو وہ اپنے دعویٰ
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میں جھوٹا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے
کان کاذبا فی دعواہ۔ وان ما اطلع	اپنے نبی علیہ السلام کو قیامت کے قیام
اللہ تعالیٰ علی نبیہ من وقت	کا اجمالی علم عطا فرمایا ہے اگرچہ آپ کا وہ
قیامھا فی غایۃ الاجمال وان	اجمالی دوسروں کی نسبت زیادہ کامل
کان اتم من علم غیرہ من البشر	ہے۔
صلی اللہ علیہ وسلم (روح المعانی ص۱۱۳ ج۲۱)	
(۵) یجوز ان یکون اللہ تعالیٰ قد	حضرت سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اطلع حبیبہ علیہ السلام علی وقت	کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب
وقت قیامھا علی وجہ کامل	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیام قیامت کا
لکن لا علی وجہ علمہ تعالیٰ	علم بطریق کامل عطا فرمایا لیکن نہ ایسا کہ جیسے
بہ الا انہ سبحانہ اوجب علیہ	اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق کہا جائے ہاں
صلی اللہ علیہ وسلم کتمہ لحکمۃ	ساتھ ہی یہ بھی حکم فرمایا کہ اسے چھپانا ہے

ویکون ذلک من خواصہ علیہ	اور یہ حضور علیہ السلام کے خواص سے ہو
السلام وانکار المعتزلۃ لذلک	انکار معتزلہ مکابرہ ہے۔
مکابرۃ۔ (ص۱۱۳ ج۲۱ روح المعانی)	

فائدہ الحمد للہ صاحب روح المعانی نے فیصلہ فرما دیا کہ علم قیام قیامت کا انکار از حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معتزلہ کا عقیدہ ہے اور انکا انکار بھی محض ہٹ دھرمی اور ضد ہے ورنہ ان کے پاس انکار کے لئے کوئی دلیل نہیں اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی وہابی "معتزلہ کے وارث ہیں جو دور حاضرہ میں سوائے اس گروہ کے اس کا کوئی انکار نہیں کر رہا۔ ان کی معتزلانہ چال کی تفصیل فقیر کا رسالہ "وہابی دیوبندی معتزلہ" میں پڑھئے۔

(۶) تفسیرات الاحمدیہ فی الآیات الشرعیہ میں ہے۔

ولک ان تقول ان علم ھذہ	یعنی اگرچہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے اللہ
الخمسۃ وان کان لا یعلمھا	تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا مگر جائز ہے
احد الا اللہ لکن یجوز ان یعلمھا	کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوست اور اولیاء کو معلوم
من یشاء من محبیہ واولیائہ بقرینہ	کرادے اس قرینے سے کہ ان اللہ علیہم
قولہ ان اللہ علیم خبیر اعلی	خبیر میں خبیر بمعنے مخبر ہو۔
ان یکون الخبیر بمعنی المخبر:	

(۷) بذریعہ وحی والہام علم غیب انبیاء و اولیاء کو عطا ہونا ہمارا عین ایمان ہے۔ علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح قصیدہ بردہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولم یخرج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ترجمہ: یعنی نہیں تشریف لے گئے رسول اللہ
من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے مگر بعد اس
تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ۔	کے کہ معلوم کرادیا اللہ تعالیٰ نے ان پانچ باتوں کو۔

ایسا ہی شنوائی نے جمع النہایۃ میں ارقام فرمایا ہے۔ ایسے ہی خصائص کبریٰ و مدارج النبوۃ وشرح قصیدہ ہمزیہ وروح البیان اور تفسیر صاوی وغیرہ میں ہے حوالہ جات اور مزید تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب "طلوع الشمس فی علوم الخمس" اور "ربوع الساعۃ فی علم الساعۃ"۔

جواب ۶ آیت اور حدیث میں ان علوم کو درایۃ سے منفی فرمایا ہے تاکہ اہل فہم خود ہی سمجھ لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی نفی نہیں کیونکہ آپ کا علم وحی سے ہے نہ کہ درایۃ سے درایۃ" ایک خاص طریقہ کا نام ہے اس کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

درایۃ" کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوتی: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نقص اور عیب سے مقدس جاننا فرض ہے بلکہ ہر وہ امر جو غلط ہو وہ کسی بھی تاویل سے آپ کی طرف منسوب کرنا سوءِ ادب اور گستاخی ہے۔ اس قاعدہ پر درایۃ کی نفی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم کی نفی کا تصور کسی بے ادب اور گستاخ ذہن میں آسکتا ہے۔

اس لئے کہ درایۃ کا بالاتفاق (اہل لغۃ اور مخالفین اور اہلسنت) معنی ہے کہ امر کو اٹکل پچو اور گمان لڑا کر کسی شے کو جاننا چنانچہ حضرت علامہ ملا قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۲۶ ج ۱ میں لکھا کہ

الدرایۃ اکتساب علم الشئ — اٹکل کے ساتھ کسی شے کو جاننا۔

ایسا کرنا شان نبوت سے کوسوں دور ہے کیونکہ نبوت کا علم باعلام اللہ اور بالوحی ہے۔ بلکہ قرآن نے اٹکل پچو سے جاننا کافروں کا طریقہ بتایا ہے چنانچہ فرمایا

وان هم الا يخرصون۔ — اور وہ نہیں ہیں مگر اٹکل اور پچو سے کام لیتے ہیں وغیرہ

اور وہ کام جو کفار کا ہو وہ نبی علیہ السلام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ کو عوام اہل ایمان سے دیکھنا بھی گوارہ نہیں۔ اسی لئے فرمایا

ان بعض الظن اثم — بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علوم خمس کے لئے فرمایا یہ اٹکل سے حاصل نہیں بلکہ اعلام الٰہی سے ہے آیت وحدیث میں انکار نہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اثبات ہے جیسا کہ مفسرین نے فرمایا۔

نکتہ صاحب روح المعانی یہاں پر ایک نکتہ لکھتے ہیں کہ

وفی العدول عن لفظ العلم الی لفظ الدرایۃ لما فیها من معنی الختل والحیلۃ لان اصل دری دریۃ وهی الحلقۃ التی یقصد سلبها الرماۃ وما یتعلم علیه الطعن ولکونها علما لضرب من الختل والختل لا ینسب الیه عز وجل الیه اذا اولت بمطلق العلم۔

(ص ۱۱ ج ۲۱ روح المعانی)

اور آیت میں علم کے بجائے درایۃ فرمایا اور اس لئے کہ اس میں ختل وحیلہ کا معنی ہے اس لئے کہ دری کا اصل دری ہے یعنی وہ حلقہ جو تیر انداز اپنے مقصد خاص کے لئے تیار کرتے ہیں اور اسی سے تیر مارنے کا سیکھتے ہیں (اس میں ایک قسم کا حیلہ ومکر ہے) علاوہ ازیں اس میں ایک قسم کا مکر و فریب کا معنی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بلا تاویل جائز نہیں وہ تاویل ہے درایۃ بمعنی علم

خلاصہ یہ کہ درایۃ میں تخمینہ اور اٹکل پچو کا معنی ہے انبیاء و اولیاء کے علوم اٹکل پچو سے پاک ہیں وہ علوم الٰہیہ ہیں جو وحی و الہام سے حاصل ہوئے ہیں۔

آیت میں نفس سے نفی ہے نہ کہ نبی و ولی سے

آیت میں حدیث میں نفس کے علم کی نفی ہے اور عموم میں لفظ نفس عام انسانوں پر مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً

وما تعلم نفس ما اخفی لهم — کسی نفس کو کیا معلوم ہے کہ ان کے لئے بہشت میں کیا کیا نعمتیں پوشیدہ ہیں۔

یہاں نفس سے عام انسان مراد نہیں تو پھر جنت کی نعمتوں کی پوشیدگی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کیجئے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اولیاء کرام سے مخفی نہیں۔

معتزلہ اور دیوبندی وہابی نفس کو آیات و احادیث میں عام قرار دینا اور معظم الشان کی تخصیص نہ کرنا معتزلہ کے اصول پر ہے جب انہوں نے خلق القرآن کا فتنہ برپا کیا تو استدلال میں کہا جب اللہ تعالیٰ خالق کل شیٔ ہے تو قرآن بھی ایک شے ہے فلہذا وہ بھی آیت کے عموم میں داخل ہے حالانکہ یہاں پر شے عام نہیں جیسا کہ علم الکلام میں مفصل ہے ویسے ہی یہ لوگ عام الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل رکھنے کی عادی ہیں جیسا کہ ان کے دلائل پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا۔

مناظرہ سُنی بہ معتزلی بشر مریسی معتزلہ کا سرغنہ تھا اس کے مناظرہ میں مولانا عبد العزیز سُنی نے فرمایا کہ اگر شے کے عموم میں قرآن بھی داخل ہے اور اس کی عظمت تمہارے نزدیک لایعبأبہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ایسے مثلاً کل نفس ذائقۃ الموت میں نفس عام ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود کو نفس کہا ہے کما قال یحذرکم اللہ نفسہ تو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ پر بھی موت کا اطلاق ہو۔ اس سے معتزلی لاجواب ہوگا۔ مناظرہ کی تفصیل فقیر کی کتاب "مناظرے ہی مناظرے" پڑھئے۔

بہر حال "وما تدری نفس" وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل کرنا نری جہالت ہے۔

سوال عفا اللہ عنک لم اذنت لہم تجھے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تو نے منافقوں کو کیوں اجازت دی؟

فائدہ اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوگا تو آپ نے منافقوں کو جہاد پر نہ جانے کی کیوں اجازت دی اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام پر ناراض بھی ہوا۔ (معاذ اللہ)

جواب افسوس کہ مخالفین نے صرف ترجمہ پر بھروسہ کرکے اعتراض جڑ دیا پر نگاہ نہ کی۔ الحمد للہ محاورۂ عرب سے تو اس کلمہ میں اُلٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت شان کی دلیل ہے۔ کیونکہ عفا اللہ عنک کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ نہیں معاف کرے گناہ سے تو تمہیں واسطہ ہی نہیں اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تکریم و توقیر اور تسکین و تسلی ہے کہ قلب مبارک پر لم اذنت لہم فرمانے سے کوئی بار نہ ہو جیسا کہ عام طور پر مخالف کو جھڑکتے وقت پہلے اپنے پیارے سے پیار کے کلمات بولے جاتے ہیں لیکن ان کو رفعت شان کے معانی کا تصور کہاں انہیں تو تنقیص کی تلاش ہے کسی طریق سے ملے اگرچہ محاورات عرب اس کے خلاف کیوں نہ ہوں ان شاء اللہ فقیر آگے چل کر وضاحت کرے گا کہ عفا اللہ عنک کا استعمال پیار و محبت کے موقع پر بھی آتا ہے۔

سوال لو کان عرضا قریبا و سفرا قاصدا لاتبعوک سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد نے جنگ کے معاملہ حضور علیہ السلام کی اتباع سے روگردانی کی اس لئے کہ لو کا قاعدہ ہے کہ جواب کی نفی سے شرط کی نفی ہو جاتی ہے اور عفا اللہ عنک الخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا جنگ پہ جانا حضور علیہ السلام کی اجازت سے ہوا۔ اور یہ غلطی گویا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تبھی تو اللہ تعالیٰ نے عفا اللہ عنک فرمایا۔

جواب۱ حضور علیہ السلام کا منافقین کو جنگ پہ نہ جانے کی اجازت بخشنا از قبیل خطا نہیں اور اسے خطا کہنا خود خطا میں مبتلا ہونا ہے یا اسے گناہ سے تعبیر کرنا خود بڑا گناہ ہے زیادہ سے زیادہ اسے ترکِ اولیٰ کہہ سکتے ہیں اور خلاف اولیٰ شرعاً خطا یا گناہ نہیں وہ اس طرح کہ منافقین کو اجازت بخشنے کی بجائے حضور علیہ السلام کو تاخیر و توقف کرنا چاہیئے تھا تاکہ منافقین کا معاملہ زیادہ منکشف اور واضح ہو جاتا لیکن یہ اس وقت ہے جب ہم عفا اللہ عنک کو حقیقی معنیٰ پر محمول کریں جب یہ حقیقی معنیٰ پر ہے ہی نہیں تو خلاف اولیٰ کیا تفصیل آتی ہے۔

فائدہ لم اذنت لہم عفو کا بیان ہے جس کا عفا اللہ عنک میں اشارہ ہے۔

جواب۲ عفا اللہ عنک کی تقدیم میں لطیف اشارہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیغفر لک اللہ ما تقدم وما تاخر کی خوشخبری سے نوازا تو عفا اللہ عنک میں اس کی تصدیق و توثیق فرمائی اب مطلب واضح ہو گیا کہ اے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ نے منافقین کو اجازت بخش کر خلاف اولیٰ کا ارتکاب فرمایا ہے جسے عوام (وہابی وغیرہ) عتاب یا غلطی سے تعبیر کرتے ہیں تو کیا ہوا آپ تسلی فرمایئے کہ جب میں نے آپ سے پہلے وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ کے گزشتہ اور آئندہ امور اگرچہ خلاف اولیٰ ہوں تمام بخش دیئے ہیں۔

تو وہابیہ و دیوبند وہابی، مودودی، دیوبندی یہ آیت پڑھ کر عوام کو بہکاتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا ہے، جھڑک دی ہے۔ (معاذ اللہ)

صاحب روح البیان ان کی اس غلطی کا ازالہ صدیوں پہلے فرما گئے کما قال:

وقوله لم اذنت لهم ما كان على وجه العتاب حقيقة بل كان على اظهار لطفه به وكمال رافته فی حقه۔ (كذا فی التاویلات النجمیه)

لم اذنت لہم بطور عتاب نہیں بلکہ درحقیقت اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال شفقت و محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

اور فرمایا:

قال سفیان بن عیینة انظروا الی هذا اللطف بدأه بالعفو قبل ذکر العفو(؟) ولقد اخطأ واساء الادب ربما فعل فیما قال وکتب منّ نعمه الکلام حکایة عن الجنایة وان معناه اخطأ وبئس ما فعلت کذا فی الارشاد۔ (روح البیان ص ۴۰۰ تحت آیت ہذا)

سفیان بن عیینہ نے فرمایا [illegible] اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کے ساتھ لطف و کرم فرمایا خطا کے اظہار سے پہلے عفو کا اظہار فرمایا اور اس شخص نے بہت غلطی کی جو کہتا ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کو جھڑکا گیا ہے۔

اور فرمایا:

ویجوز ان یکون اشارة کما قال الکاشفی فی تفسیره عفا اللہ عنک حق سبحانہ وتعالیٰ [illegible] و مغفرت [illegible] (ایضاً)

مجھے یہ کہنا جائز ہے جیسا کہ کاشفی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عفا اللہ عنک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] عادت ہے کہ لوگوں کی عام عادت ہے کہ جرم و قصور کے بغیر [illegible] دیتے ہیں مثلاً کسی کو [illegible]

آنچہ معہود [illegible] یرحمک اللہ۔ (ایضاً)

پانے کہ وہ [illegible] کہتا ہے عفا اللہ عنک۔ اسی طرح چھینک دینے والے کو کہا جاتا ہے یرحمک اللہ۔

صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ

صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] تحریر فرمایا کہ:

اقول ولقد اصاب فی تفسیره وجاد فی تقریره فان خطاء النبی صلی اللہ علیه وسلم وسهوه ونسیانه لیس من قبیل خطاء الامة وسهوهم ونسیانهم فاولی التادب ان یکتف حاشیتین بحاله او لا یلیق بکماله۔

بہترین قول وہ ہے جس نے لکھا کہ نبوت کے خطا و نسیان کو امت کے خطا و نسیان سے [illegible] نہیں اسی لیے ہمیں ایسے مقامات پر خاموش رہنا بہتر ہے۔

ف: اس دور سے مراد صاحب روح البیان کے دور کے [illegible] وہابی، دیوبندی، مودودی، پرویزی اور چکڑالوی وغیرہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور علیہ السلام کو جھڑکا ہے۔

یہی ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے [illegible] اسلام نبوت کے آداب [illegible] نبوت پر حرف گیری اور کفار کی طرح اعتراضات۔

حتیٰ یتبیّن لک الذین صدقوا یہاں تک کہ تمہارے لیے سچے لوگوں کے حالات پورے طور پر واضح ہو جاتے بجز انہوں نے مالی یا بدنی یا دونوں کی کمزوری کا عذر پیش کیا و تعلم الکٰذبین ○ اور جھوٹے لوگوں کو بھی جان لیتے کہ ان کا عذر مذکور غلط اور سراسر جھوٹ ہے۔ اس کے بعد مذکورہ بالا دونوں گروہوں کا معاملہ اسی طرح فرماتے جس طرح کے وہ مستحق ہیں۔

ف: خلاف اولیٰ کے بجائے اولیٰ و افضل کا ذکر فرمایا۔ یعنی اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! منافقین وغیرہ کو جنگ پر نہ جانے کی اجازت بخشی کے بجائے توقف فرمانا آپ کے لیے اولیٰ و افضل تھا اور حتیٰ کا متعلق محذوف ہے جیسا کہ اس پر کلام مذکور دلالت کرتا ہے۔ یہ عبارت دراصل یوں تھی لما سارعت الی الاذن لھم وھلا اخرتھم و تأنیت الی ان تبین الامر و ینجلی او لیتبین ما ھو قضیۃ الجرم۔ یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ان کی اجازت بخشی میں کیوں جلدی فرمائی آپ اس معاملہ میں دیر فرماتے یہاں تک کہ معاملہ خود بخود کھل جاتا یا یہاں تک کہ ان کے جرم کا ماجرا خود بخود منکشف ہو جاتا۔

ف: اس تقریر پر حتیٰ بمعنائی یا بمعنے لام ہے۔ لہٰذا حتیٰ کا تعلق اذنت سے نہیں اس لیے کہ ان کے اذن کا سبب یہی علۃ ہو گی اور ان کا اذن تبیین کے لیے تھا اور یہ دونوں امر عتاب کے موجب نہیں اور کلام سے عتاب یعنے اظہار خلاف اولیٰ مطلوب ہے۔

اجازت بخشی کا اذن عام تھا تو پھر عتاب کیا؟

وہابیوں دیوبندیوں کی عام عادت ہے کہ اعتراض والے مضمون کے سوا دوسرے مضامین کی طرف دیکھتے تک نہیں جبکہ دوسری آیات میں ان کے اعتراض کا جواب موجود ہوتا ہے مثلاً

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ — فرمائیے آسمان و زمین والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے

عام پڑھتے دیکھے جاتے ہیں حالانکہ اسی پارہ کے اسی کے چند آیات آگے ہے۔

وما غائبۃ فی السماء والارض فی کتاب مبین۔ — اور آسمان و زمین کا کوئی غیب نہیں مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔

یعنی جو غیب کسی کو معلوم نہیں وہ کتاب مبین میں ہے اور کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے تب بھی وہ حضور علیہ السلام کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر اس سے قرآن مجید مراد ہے تو بھی حضور علیہ السلام کے علوم قرآن مجید ہی ہیں۔ کچھ یہاں بھی وہابیوں دیوبندیوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ لم اذنت لھم کو تو دیکھ لیا لیکن انہیں سورۃ نور کی آیت بھول گئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوات پر جانے نہ جانے کی اجازت بخشنے کا اذن عام دیا چنانچہ فرمایا۔

فاذا استاذنوک لبعض شأنھم فاذن لمن شئت منھم واستغفرلھم اللہ ان اللہ غفور رحیم — تو جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لئے تو انہیں جسے تم چاہو اجازت دیدو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

شان نزول اسی آیت کے تحت روح البیان میں ہے کہ ان منافقوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے غزوۂ تبوک سے جی کترانے کے لئے بہانے ڈھونڈے اور جنگ پر حاضری نہ دی اس سے ثابت ہوا کہ لم اذنت لہم الخ میں نہ لاعلمی ہے نہ عتاب ۔

عدم عتاب تب ہے جب اللہ تعالیٰ نے پہلے کہیں روکا ہو کہ انہیں کسی کو اجازت نہ دینا اجازت کی تصریح کے بجائے ہم نے اجازت کی تصریح عرض کر دی ہے اس کے باوجود اگر کوئی عتاب کی بات کرتا ہے تو وہ خود عتاب میں ہے ۔

منافقین کی منافقت اتنا واضح تھی کہ ان کی اجازت طلبی خود ہی منافقت کی دلیل تھی کیونکہ جنگ پہ نہ جانے کے اعذار پیش بھی منافق کرتے چنانچہ اسی پارہ کی چند آیات ملاحظہ ہوں ۔

واذا انزلت سورة ان آمنوا باللہ وجاھدوا مع رسولہ استاذنک اولوالطول منہم وقالوا ذرنا نکن مع القاعدون رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون ۔

اور جب کوئی سورہ اُترے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے والے تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجئے کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہولیں انہیں پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے ۔

اور فرمایا ۔

وجاء المعذرون لیؤذن لہم و قعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ

اور آئے بہانے بنانے والے گنوار کہ انہیں رخصت دیجئے اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا ۔

فائدہ مفسرین نے اس آیت کے دونوں جملوں کے بارے میں فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جہاد سے رہ جانے کا عذر کرتے ضحاک کا قول ہے کہ یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے عرب ہماری بی بیوں بچوں اور جانوروں کو لوٹ لیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا عمرو بن اعلا نے کہا کہ ان لوگوں نے عذر باطل بنا کر پیش کیا تھا ۔ یہ دوسرے گروہ کا حال ہے جو بغیر کسی عذر کے بیٹھ رہے یہ منافقین تھے انہوں نے ایمانکا دعویٰ جھوٹا کیا تھا ۔

اصل وجہ عفا اللہ عنک تو کلمہ پیار ہے مجبوبوں کو دشمنوں کی غلطیوں کو عوام کے سامنے لاتے وقت کہا جاتا ہے ۔ جیسے ہم اصل بات کرنے سے پہلے پیار سے کہتے ہیں صدا جیوں[ف] وغیرہ وغیرہ چونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی امر کی صراحۃً ممانعت نہ فرماتا آپ عمومی اجازت پر محمول کر کے عمل فرماتے رہتے ۔ بالخصوص منافقین کے متعلق آپ کی عادت مبارکہ رہی کہ کلمہ کی لاج رکھتے ہوئے ان سے عموماً چشم پوشی سے کام لیتے یہاں بھی آپ نے اسی پر عمل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب ان کے لئے چشم پوشی مفید نہیں اس لئے کہ یہاں ان کے دل کا چور اب خود بخود ظاہر ہونے لگ گیا آپ انہیں اجازت نہ بھی دیتے تب بھی یہ جنگ پر ہرگز نہ چلتے ۔

ازالہ وہم وہابیہ دیوبندیہ کو حضور علیہ السلام پر لاعلمی کا شک حتی تبین لک ؟ اور تعلم الکاذبین سے ہوا ہے کہ بظاہر حتی غایت کو چاہتا ہے اور غایت تبین

ف : ہمیشہ زندہ رہو ۔

اور علم ہے اور وہ وقت سے پہلے نہیں ہو سکتا فلہذا معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی لاعلمی ثابت ہوئی اور یہ اعتراض انہوں نے معتزلہ سے سیکھا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے عمل سے پہلے علم نہیں ہوتا جب وہ عمل کرتا ہے تب اسے علم ہوتا ہے وہ اپنے دلائل میں اسی قسم کی درجنوں آیات پیش کرتے ہیں ان میں ایک نمونہ حاضر ہے ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین۔ نون ثقیلہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اہل ایمان و اہل نفاق عمل کریں گے تب معلوم کروں گا۔ اس کے جواب میں قدماً اہلسنت نے جواباً فرمایا کہ یہاں علم بمعنی اظہار ہے تو یہی جواب ہم وہابیوں دیوبندیوں کو دیں گے کہ حضور علیہ السلام منافقین کی منافقت کو جانتے تھے لیکن اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتے اللہ تعالیٰ نے یہاں ظاہر ہو جانے کے متعلق فرمایا ہے نہ کہ حضور علیہ السلام کی لاعلمی۔ تو پھر میں حق بجانب ہوں کہ کہہ دوں ولکن الوھابیہ قوم لا یعقلون۔

سوال وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ حضور علیہ السلام نے عبداللہ ابن ابی منافق کی نماز جنازہ یا تو پڑھ لی یا پڑھنا چاہی فاروق اعظم نے منع کیا مگر اُن کی عرض نہ سنی تب یہ آیت اُتری جس میں آپ کو منافقین کی نماز جنازہ سے روکا گیا۔ اگر علم غیب تھا تو منافق کا جنازہ کیوں پڑھایا؟

اجمالی جواب: اس منافق کا حضرت عباس پر کچھ احسان تھا اور اس کا فرزند مخلص و مؤمن اور خود اس منافق نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھائیں اور اس وقت تک اس کی ممانعت نہ تھی لہٰذا دینی مصلحت سے اجازت پر عمل فرمایا۔ تفسیر کبیر اور روح البیان نے فرمایا کہ اس کی وصیت کی علامت تو یہ تھی اور شریعت

کا حکم ظاہر پر ہے جس پر حضور علیہ السلام نے عمل فرمایا۔ رب کو منظور نہ تھا کہ حبیب کا دشمن ظاہری عزت بھی پا وے۔ لہٰذا قرآن کریم نے حضرت فاروق کی تائید فرمادی۔ غرضیکہ اس مسئلہ کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں اس کا منافق ہونا ظاہر تھا مگر اس نماز میں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ کریم کا کرم غیر اختیاری ہوتا ہے۔

تفصیلی جواب(۱): مخالفین کی عادت ہے کہ اعتراض ہو نہ ہو خواہ مخواہ بنا ہی لیں گے آیت میں کسی طریق سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لاعلمی کا ذکر نہیں ہے صرف نماز جنازہ پڑھانا لاعلمی کا ثبوت نہیں اسے حکمت پر محمول کیا جا سکتا ہے لیکن مخالفین کو حکمت نبویہ سے کیا تعلق انہوں نے معمولی شبہ پر دشمنوں کی طرح وار کرنا ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی اصل وجہ وہ ہے جو احادیث میں ہے کہ اسی عبداللہ بن ابی بن سلول کا بیٹا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہت زیادہ عاشق اور جان نثار تھا اس نے والد (ابی بن سلول) کی نماز جنازہ پڑھانے کی استدعا کی اور یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ جب تک کسی حکم کی ممانعت صراحۃً نازل نہ ہوتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مطلق حکم پر عمل فرماتے منافقین کے بارے میں بہت زیادہ نرمی اختیار فرماتے تب بھی آپ نے سبعین مرۃ کی قید سے اجتہاد کے طور استغفار مطلق پر عمل فرمایا یہاں بھی نماز جنازہ کے لئے اس لئے تشریف لے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے استغفار سے روکا ہے نہ کہ نماز سے منع فرمایا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ آپ کو رئیس المنافقین کی منافقت جاننے کے باوجود اس کی نماز جنازہ کے لئے اس لئے تشریف لے گئے کہ آپ کے علم میں تھا کہ آپ کے اس خلق عظیم سے ہزاروں کو دین و اسلام کی دولت نصیب ہوگی چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ تفصیل آئے گی چنانچہ

یہی جواب اگرچہ حدیث شریف میں تھا لیکن صاحب روح البیان نے توضیحاً لکھا تاکہ دیوبندی وہابی یوں کہ حدیث شریف میں غلط تاویل کا در تقویت ہو یا ایسے ہے جیسے بارش میں تو منافع موجود ہیں لیکن اگر زمین ایسی ہو کہ جس میں اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہیں اس سے یہ کوئی نہیں کہے گا کہ بارش میں منافع نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ زمین خراب ہے۔ ایسے وہابی دیوبندیہ کو سمجھانے کے لیے کہا جائے کہ قمیص مبارک کے منافع میں شبہ کرو بلکہ یوں کہو کہ منافق میں ان منافع کی صلاحیت و اہلیت نہیں تھی۔

تبرکات کے فوائد کے دلائل

اگرچہ صاحب روح البیان کے دور میں وہابی دیوبندی مردود اس قسم کے لوگ نہیں تھے لیکن ابن تیمیہ جو کہ وہابیوں کا گرو ہے اس کے تاثرات موجود تھے اس لیے صاحب روح البیان کو تبرکات کے فوائد پر چند دلائل دینے پڑے چنانچہ فرمایا:

دلیل اول: ورد فی حدیثہ قولہ علیہ السلام ادفنوا موتاکم	حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی کہ صالحین کے درمیان
وسط قوم صالحین فان المیت یتاذی بجار	[illegible] اس لیے کہ میت برے ہمسایہ سے
السوء کما یتاذی الحی بجار السوء۔	ایذا پاتا ہے جیسے زندہ انسان زندہ ہمسایہ سے۔

ف: اس حدیث شریف سے صاحب روح البیان کا مقصد یہ ہے کہ مردہ کتنا ہی ہو کر [illegible] زمین میں اسے نیک بخت لوگوں کے قرب سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے ہی تبرکات کی برکات کا حال ہے۔

سوال از وہابیہ دیوبندیہ: یہاں ایک اعتراض پیدا کرکے صاحب روح البیان نے گویا وہابیہ کی طرف سے لکھا کہ وہ وجہ مروی ہے کہ اعمال مقدسہ کسی کو مقدس نہیں بنا دیتی بلکہ بندے کو اپنے اعمال مقدس بناتے ہیں۔

جواب: اس روایت میں اعمال صالحہ کی ترغیب مقصود ہے نہ یا تبرکات کے فوائد و نتائج احسان کے برکات کے علم سے پہلے کی روایت ہے وغیرہ روایات مندرجہ ذیل غلط ہو گئی ہیں حالانکہ روایات ذیل صحیح اور مستند ہیں۔

دلیل دوم اور حکایت مع روایت: مروی ہے کہ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد الہذلی کو قتل کرکے حضور علیہ السلام کے سامنے ڈال دیا حضور علیہ السلام نے عبد اللہ کو اپنا عصا مبارک عطا فرما کر فرمایا اس کے سہارے بہشت میں جانا جب حضرت کے وصال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ وہی عصا مبارک ان کے کفن کے اندر جسم سے ملا کر تبرک کے طور پر رکھ دینا چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔

ف: حضور علیہ السلام سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ جب آپ کے سر مبارک کے بال حضرت معمر بن عبد اللہ حجام نے مونڈے تو آپ نے آدھے بال مبارک حضرت ابو طلحہ کو عنایت فرمائے اور آدھے باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک ایک دو دو عنایت فرمائے۔

ف: اس روایت سے ثابت ہوا کہ تبرک سے فیض و برکات کا عقیدہ رکھنا اور تبرکات تقسیم کرنا سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

صحابہ کرام کا عقیدہ اور تبرکات

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال مبارک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمائے۔ صحابہ کرام کا معمول تھا کہ

فکانوا یتبرکون بھا و ینصرون ما داموا علیھا	حضور علیہ السلام کے بال مبارک سے برکات حاصل کرتے
بھا۔ (روح البیان ج ۲ ص ۳۰ تحت آیت ھذا)	جب تک اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

دلیل چہارم: اسرار محمدیہ کا حوالہ دیتے ہوئے صاحب روح البیان نے ہم اہل سنت کو مرہم پہنچایا۔ کما قال:

ولذا قال فی الاسرار المحمدیۃ لو وضع	اسرار محمدیہ میں ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کے بال مبارک
شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	یا عصا مبارک یا آپ کی چھڑی کسی مجرم کی قبر پر رکھی جائے
وعصاہ او سوطہ علی قبر عاص لنجا	تو وہ مجرم ان مبارک اشیاء کی برکت سے نجات
ذلک العاصی ببرکات تلک الذخیرۃ من	پا جائے گا۔
العذاب۔ (ایضاً)	

دلیل پنجم: اور فرمایا:

وان کان فی دار انسان او بلدۃ لا یصیبہ	جس گھر یا شہر میں بال مبارک ہوں تو وہ گھر اور شہر
سکانھا بلاء ببرکتہ وان لم یشعروا بہ	بلا سے محفوظ رہیں گے اگرچہ انہیں اس کا علم بھی
(ایضاً)	نہ ہو۔

دلیل ششم: ومن ہذا القبیل ماء زمزم والکفن	اسی قبیل سے زمزم شریف کا پانی یا اس سے کفن
المبلول بہ وبطانۃ استار الکعبۃ والتکفن	ترکرنا اسی طرح کعبہ کا غلاف اور اس کا کفن بنانا اور قرآن کی آیت
بہا وکتابۃ القرآن علی القراطیس ووضعہ	کاغذ پر لکھ کر مردے کے ہاتھ میں رکھنا۔
فی ید المیت۔ (ایضاً)	

یہی ہم اہل سنت کفن پر لکھتے اور عہد نامہ وغیرہ میت کے ہاتھ میں دیتے اور قبر پر اذان دیتے اور قبر میں [illegible] وغیرہ پڑھتے اور تبرک کے طور پر قرآن پڑھاتے ہیں۔

صاحب روح البیان کا اپنا مشاہدہ: صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بادشاہوں کے خزانوں یا قصوروں

ف: ہم صحابہ کرام کا عقیدہ وہی اہل سنت کا ہے کہ بحمد اللہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے تبرکات میں برکات و تاثیر رکھتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرام [illegible] بال مبارک [illegible] بطور تبرک کے [illegible] [illegible] پاکستان میں [illegible] اور [illegible]

آلِ عثمان کے خزانہ میں ایسے تبرکات ہوتے ہیں جن کے فیض و برکات سے بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آلِ عثمان کے خزانہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک اور دیگر بہت بڑے تبرکات ہیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن آلِ عثمان کو ان سے فیوض و برکات اور انہیں وسیلہ بنانے کی توفیق نصیب نہیں حالانکہ ان کے ہاں نبوی لواء مبارک بھی ہے لیکن ان کے ملک میں مصائب و آفات و بلیات کی بھرمار ہے۔ صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ انہیں اسی کی سزا ملی ہے اس لیے کہ آلِ عثمان نے ان تبرکات کی عزت و احترام نہ کی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے متعلق صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ان میں طاعون کا داخلہ بند ہے لیکن جب ان کے مکینوں نے غلط کاری اور جرائم و معاصی کا ارتکاب کیا تو سزا کے طور ان پر طاعون مسلط کر دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض ارشاداتِ نبوی کے خلاف ہو جانا محض سزا یا تنبیہ کے طور ہوتا ہے ورنہ اسی طرح ہونا ضروری ہے جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے۔

باقی قصہ ابنِ اُبی بن سلول جب عبد اللہ بن ابی بن سلول فوت ہو گیا تو اس کا لڑکا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ حضرت مخلص مومن اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور عرض کی کہ میرے والد کا جنازہ تیار ہے تشریف لے چلیں۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ عرض کی الحباب بن عبد اللہ۔ آپ نے فرمایا: آج کے بعد تیرا نام عبد اللہ بن عبد اللہ ہے اس لیے کہ الحباب شیطان کا نام ہے۔ (کذا فی اقتباس) اس لیے تمہارے لیے یہ نام ناموزوں ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اس پر تم خود نماز پڑھ کر دفن کر دو اس نے عرض کی، اگر آپ نے میرے والد کی نماز جنازہ نہ پڑھی تو کوئی بھی میرے والد کی نماز جنازہ نہ پڑھے گا اس طرح میری سخت ذلت ہو گی اور دشمن ہنسیں گے۔ آپ نے اسے تسلی دی اور اس کے والد کی نماز جنازہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور آپ کے آگے کھڑے ہو گئے تاکہ آپ منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھا سکیں اور عرض کی کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، آپ کو یاد نہیں کہ فلاں فلاں موقع پر اس نے کیسے کردار ادا کیے اور ان کی تمام غلط کاریاں ایک ایک کر کے بتائیں۔ چنانچہ یہی آیت اتری اور جبریل علیہ السلام نے آپ کے قمیص مبارک کو پکڑ کر نماز پڑھانے سے روکا اور پڑھا "وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا"۔ حضور علیہ السلام نے یہ آیت سن کر منافق کی نماز نہ پڑھائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب اس سے واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بڑے مناقب کے حامل ہیں۔ ان کے منشاء مبارک کے مطابق نہ صرف یہی بلکہ متعدد آیات نازل ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درگاہ میں بہت بڑی قدر و منزلت ہے اس لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں نبی بن کر مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر! تم نبی بن کر مبعوث ہوتے۔ اور فرمایا، زمانہ سابقہ میں محدث (بالفتح و تشدید دال) ہوتے میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

ف: المحدث بفتح الدال المشددہ، ہر وہ شخص جس کے دل میں خیر کی بات ڈال دی جائے اور وہ اسی فراست سے صحیح اور حق بات کی قبل از وقت خبر دے، پھر جس طرح وہ خبر دے اسی طرح ہو جائے۔ گویا اس کے ساتھ ملاء الاعلیٰ والے گفتگو کرتے ہیں بلکہ وہ تو یہی سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مضمون کو لفظ اِنْ شرطیہ (جو شک پر دلالت کرتا ہے) سے بطور تردد اور ازالۂ وہم شک کے بیان نہیں فرمایا بلکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر مزید تاکید فرمائی جیسے کہا جاتا ہے کہ اگر دنیا میں میرا کوئی سچا دوست ہے تو فلاں ہے اس سے اس شخص کی صداقت کی تاکید مطلوب ہوتی ہے نہ یہ کہ اس شخص کا سوائے کوئی دوست ہے ہی نہیں۔ علاوہ ازیں جب ایسے محدث دوسری اُمتوں میں پائے جاتے ہیں تو حضور علیہ السلام کی افضل الامم میں پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کسی شاعر نے خوب فرمایا ہے

لہ فضائل لا تخفی علی احد
الا علی احد لا یعرف القمرا

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کسی پر مخفی نہیں ہاں اس سے مخفی نہیں جو قمر کو نہیں جانتا۔ یعنی جس طرح قمر (چاند) کو ہر کوئی جانتا ہے

ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل چاند کی طرح روشن ہیں اور چمگادڑ جیسا چاند کی چاندنی سے اندھا ہے اسی طرح شیعہ یا اعدائے اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل سے بے خبر ہیں۔ (کذا فی مشارق الانوار)

سوال از وہابیہ دیوبندیہ: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ وہ کافر ہے اور کفر پر مرا ہے تو پھر آپ نے اس پر نماز جنازہ کیوں پڑھی اور نماز جنازہ میں دعائے مغفرت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار کی دعائے مغفرت سے روکا تھا پھر آپ نے کافر کو قمیص کیوں پہنایا جو ایک بہت بڑا اعزاز ہے حالانکہ آپ کو حکم ہے کہ کفار کی اہانت کریں۔

جواب: جب اس خبیث منافق ابن ابی نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قمیص طلب کی اور نماز پڑھانے کی بھی استدعا کی تو نبی علیہ السلام نے ان قرائن سے سمجھا کہ وہ موت سے پہلے توبہ کر چکا ہو جبکہ اس کی زندگی دشمنی میں گزری لیکن اب عین موت کے وقت محبت و خلوص کا اظہار کیا ہے اور حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ ہم ظاہر پر عمل کرنے کے لیے مامور من اللہ ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام کا اظہار بھی کرتا ہے اس لیے آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر جب جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور اس کے متعلق خبر دی کہ اس کی موت یقیناً کفر پر ہوئی ہے اس پر آپ نے اس کی نماز نہ پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ اس پر نماز پڑھا چکے تھے تو بعد کو آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ پھر بعد ازاں آپ نے زندگی بھر کسی منافق پر نماز نہ پڑھی اور نہ ہی کسی منافق کی قبر پر تشریف لے گئے۔

قمیص مبارک کے متعلق جوابات جوابِ ۱: جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں قیدی ہو کر حاضر ہوئے

تو ان کا قمیص نہیں تھا اور آپ طویل القامت تھے کسی کا قمیص آپ کے جسم پر پورا نہ آتا تھا۔ اس مرتبہ چونکہ عباس بن ابی بن سلول نے قمیص دیا اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد بدلہ قمیص عنایت فرمایا اس سے احسان مطلوب نہ تھا ورنہ اس سے احسان کا تصور ہو سکتا ہے۔

جواب ۲: آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی چنانچہ آپ کو فرمایا و اما السائل فلا تنہر۔ اور پہلے ہم نے روایت نقل کی ہے کہ اس نے حضور علیہ السلام کی قمیص کے متعلق خصوصی درخواست کی تھی اگر آپ اس کا سوال پورا نہ کرتے تو یہ آپ کی شان کریمی کے خلاف ہوتا۔ اس لیے قمیص دینا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ ورنہ یہ اعتراض ہوتا کہ نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹال دیا۔

جواب ۳: وفا جادوں کے دینے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ آپ منافق کو قمیص عنایت فرما دیں اس طرح سے آپ کے خلق عظیم کا ظہور ہوگا اس کی برکت سے ہزاروں کو دولت اسلام نصیب ہوگی۔ اور یہ روایت ہم نے گزشتہ اوراق میں نقل کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

سبق: ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم نبوت کے ہر عمل کو حکمت پر محمول کریں جو بات سمجھ میں نہ آئے اس سے بہ خاموشی اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ طریق تحقیق کی ہدایت دینے والا ہے۔

(روح البیان)

مزید برآں منافقین کی منافقت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لاعلمی کا شبہ عجیب المخلوق کا کام ہے ورنہ ان کی منافقت اتنا واضح تھی کہ عرب کا بچہ بچہ باخبر تھا اور خود اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لتعرفنھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول آپ ان کی پیشانیوں سے انہیں پہچانتے ہیں اور ان کی باتوں کے لہجے سے ہی سمجھ جاتے ہیں بلکہ آپ نے تمام منافقین کے اسما ایک رازداں صحابی کو نوٹ کرا دیئے تھے۔

صحابی رازداں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب "صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رازداں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے ایک راز بتاتا

ہوں، وہ کسی کو نہ بتانا، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں فلاں کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا ہے۔ آپ نے منافقین کی ایک بہت بڑی جماعت کے اسما گنائے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں کسی پر شک کرتے کہ وہ منافقین سے ہوگا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے جاتے اگر حضرت حذیفہ اس کی نماز کے لئے تیار ہو جاتے تو اس کی نماز جنازہ پڑھتے ورنہ صاف انکار کر دیتے (روح البیان)۔

صحابیوں والا عقیدہ ہو نہ کہ وہابیوں والا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رازداں تھے۔ اس سے وہابیہ کا وہ اعتراض اٹھ گیا جو کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے راز کا کوئی علم تھا بلکہ آپ کا وہی علم تھا جو شریعت نے ظاہر کیا۔

سوال وما یعلم تاویلہ الا اللہ اور اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے علوم کی اپنے سوا سب کی نفی فرمائی ہے نبی ہو یا ولی پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام علم غیب جانتے ہیں۔

جواب حسب عادت اس آیت میں بھی مخالفین خیانت علمی کرتے ہیں اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جہاں حصر ہو وہاں حقیقی مراد ہے تو معنی ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم کی طرح اور کوئی نہیں جانتا اور یہاں دوسری آیات نفی کی طرح حصر اضافی ہے (مظہری) اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے طفیل متشابہات کے علوم جانتے ہیں (تفسیر مظہری پ۳، روح المعانی پ۳، تفسیر بیضاوی پ۳ و روح البیان پ۳)

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اپنے نبی علیہ السلام سے ہمکلام ہے اگر آپ اس کے

مفہوم کو نہیں سمجھتے تو پھر یہ ہمکلامی عبث ہے جیسے زنگی عربی سے بولے ہندی۔ سندھی سے گفتگو کرے تو مطلب معلوم نہ ہو تو یہ گفتگو بے کار اور اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا سمجھنا بے کار بلکہ حماقت ہے۔ (بیضاوی وغیرہ) اس موضوع پر تفصیلی گفتگو فقیر کی کتاب 'ازالۃ المتشابہات فی الآیات المتشابہات' میں پڑھئے۔

سوال ولا تقولن لشیءٍ انی فاعلٌ ذٰلک غدًا الا ان یشاء اللہ (پ ۱۵ الکہف) اور نہ کہو کہ یہ میں کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

حضور علیہ السلام کبھی بے خبری سے کچھ فرما دیتے کہ کل کروں گا حالانکہ وہ آپ کے علم میں نہ ہوتا کہ وہ کل کر سکیں گے یا نہ چنانچہ آپ ایک دفعہ ایسے کر بیٹھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جھڑک دیا نیز اس کا شان نزول یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار نے چند سوالات کئے۔ روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق تو آپ نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا ایسے ہی آپ کل پر ڈالتے رہے۔ وحی بند رہی آخر کئی روز بعد وحی کہ آپ انشاء اللہ کہہ دیا کریں۔ لہٰذا اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا تو آپ پہلے سے انشاء اللہ کہہ دیتے۔

جواب ۱ شان نزول بتا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے سوالات کرنے والے کافر لوگ ہی تھے کیونکہ وہ علم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر تھے اس لئے وہ ہر وقت اسی تلاش میں رہتے تھے کوئی نہ کوئی ایسا سوال کرتے رہیں جس سے مقام نبوت کے علم کی نفی ہو لیکن یہ سب کوششیں رائگاں گئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا تو اسمیں علم کی نفی کہاں سے ثابت ہوئی۔

جواب ۲ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جواب اللہ تعالیٰ کے اشارے سے فرمانا ہوتا

تھا اس پر انشاء اللہ استعمال فرماتے تھے یا امور امتحانیہ یا امور شرعیہ پر کبھی آپ نے انشاء اللہ فرمایا ہو وہ نہیں باقی امور میں تو آپ کا ہاں کرنا سوائے اشارے الٰہیہ کے ہو سکتا ہی نہیں تھا۔

جواب ۳ اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر معیت الٰہیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے کیا باقی انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اپنے مخالفین پر بوقت مقابلہ اپنی معیت کا اظہار کرتے ہوئے غالب کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوقت مقابلہ کفار معاذ اللہ عاجز کریں جن کی نبوت اور غلبہ قیامت تک رہنا ہے۔ یہ قانون خداوندی کے خلاف ہے جو بات مخالفین سمجھیں کہ اگر غیب ہوتا تو پہلے ہی انشاء اللہ فرما دیتے۔

جواب ۴: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جو کفار سے فرمایا اخبرکم غدًا میں تمہیں کل خبر دوں گا۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی خواہش سے کلام کرنا تھا۔ یا کہ رضائے الٰہی پر اگر یہ تسلیم کرو کہ اگر آپ کا اخبرکم غدًا فرمانا اللہ تعالیٰ کی رضا پر تھا تو پھر شبہ کی گنجائش نہیں اور اگر یہ کہو کہ آپ نے (معاذ اللہ) اخبرکم غدًا اپنی مرضی اور بغیر رضائے الٰہی کے فرمایا تھا تو خود ہی بتایئے کہ مقام نبوت کہ منکر ٹھہرے یا کہ نہیں۔ کیونکہ نبی اللہ کا تو ہر قول و فعل منشاء الٰہی پر ہی ہوتا ہے اس لئے پھر تم خود ہی سوچو کہ ایسا شبہ کرنے والا کون لوگ تھے جنہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب بھی خود ہی دینا پڑا کہ:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ اے محبوب آپ کو آپ کے رب نے نہیں

خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ (سورہ والضحیٰ پ۳۰)

چھوڑنا آپ کی تو ہر گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے آپ کو اتنا عطا فرمائیں گے کہ قریب ہے راضی کر کے چھوڑ دیں گے۔

آیت ما ودعک کے جواب خداوندی نے کفار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور ان کی تمام شورشوں کو پامال کر دیا۔ اس لئے کہ کفار کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تم جو میرے نبی پر یہ اعتراض کرتے ہو اور کہتے ہو قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ کہ یہ تو نبی اپنی طرف سے آیتیں بناتا ہے اور یونہی کہتا ہے کہ یہ ارشاد الٰہی ہے اس کو کفار اچھی طرح سمجھ لیں کہ میرے محبوب کا تمہارے سوالات کا جواب نہ دینے اور میرے اتنے روز وحی نازل نہ فرمانے میں یہی وجہ تھی کہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ میرے نبی کی نبوت اپنی اختراع نہیں ہے اور یہ غیبی خبر بھی آپ کی اختراعی نہیں ہے۔ بلکہ نبوت بھی عطائے الٰہی سے ہے اور غیبی خبر بھی عطائے الٰہی سے متعلق ہے۔

جواب ۵: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان اشیاء مسئولہ کا علم تو ضرور تھا کیونکہ قرآن فرماتا ہے کہ

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ (پ ۱۵ سورہ نجم)

یہ نبی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے مگر وہی جو ان کو وحی کی جاتی ہے۔

آیت ہذا سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما ینطق عن الھوی کے مطابق عالم تھے لیکن بغیر اشارہ الٰہیہ اپنے علم کو نطق سے ظاہر نہ فرماتے تھے کفار کے سامنے حضور علیہ السلام کے اسی حکم کا یقین دلانا مقصود تھا نہ کہ کفار کے سامنے عاجز ہونا (معاذ اللہ) جیسا کہ منکرین نے سمجھ رکھا ہے۔

جواب ۶: ہر مقام پر جب کوئی سوال کرے تو آپ کو اشارہ الٰہیہ فوراً اظہار کی اجازت بخشے۔ لیکن اس موقع پر اظہار کی اجازت نہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ بات کو ذرا مہلت دے کر جواب کی اجازت دینے کی ضرورت تھی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کے سامنے مضبوط ہو جائے کہ یہ تو وہی نبی ہیں جو کبھی اپنی خواہش سے ہوتا تو کفار کو جلدی جواب دیتے لیکن یہ حکمت الٰہی اور حکمتِ مصطفائی کون جان سکتا ہے جو کہ ابھی تک رسالت مآب کے مقام عالیہ سے ہی ناآشنا ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔

(اور ہرگز یہ نہ فرمائیے کہ میں اس کو کل کرونگا مگر یہ کہ اللہ چاہے)

پ ۱۵ ع ۱۵ سورۃ الکہف)

مخالفین کی پیش کردہ آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اے محبوب آپ انشاء اللہ فرما دیا کریں تاکہ یہ آئندہ کے لئے قانون مقرر ہو جائے جو آپکی بعثت کا اصل مقصد تھا کہ امت کو انشاء اللہ کی تعلیم ہو۔

چوری اور سینہ زوری

مخالفین آیت شریفہ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ معاذ اللہ (اے نبی تم نے انشاء اللہ کیوں نہ کہا) استغفر اللہ۔ یہ بھی ان لوگوں کی سب سے بڑی مکاری اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر حملہ اور چوری سینہ زوری ہے۔ بہر حال آیت میں اللہ تعالیٰ آئندہ کے لئے قانون مقرر فرما رہا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار کے مقابلہ میں ایسے جوابات کا بوجھ اٹھا دیا ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ۔

تاکہ اے محبوب آپ کی ذات پر کسی قسم کا بوجھ ہی نہ رہے۔

تو ان تمام دلائل قویہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں نہ تو آپ کے عدم علم پر دال

ہے اور نہ نسیان مراد ہے اور نہ ما قبل کی کوئی وجہ ہے اور آپ کو اُن سوالات کا علم تھا لیکن اس کا اظہار اس وقت مقصود نہ تھا نہ کہ لاعلمی مراد ہے۔ جیسا کہ حاسدین نے علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی کی بناء پر اپنے اوپر قیاس کر لیا جیسے انکی عادت ہے کہ وہ اصول کو نظر انداز کر کے حضور علیہ السلام کا ہر امر اپنے اوپر قیاس کر کے سوال جوڑ دیتے ہیں حالانکہ نبوت کے ہر کام میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں اسی لئے علمآ نے فرمایا جب تک صریح نفی نہ ہو اپنے طور نبوت سے نفی نہ کیا کرو۔

سوال جبرائیل علیہ السلام جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہلی وحی لے کر آئے تو انہوں نے کہا اقرا ، پڑھئے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ نے فرمایا ما انا بقاری ، میں پڑھا ہوا نہیں ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا اقرا باسم ربك الذی خلق تو آپ نے پڑھا تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ کو ما انا بقاری ، کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب مخالفین کا یہ اعتراض بھی اُن کی صریح مکاری اور جہالت کی بنا پر ہے بھلا بتایئے تو سہی ما انا بقاری ، کا ترجمہ یہ کہاں ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ ما انا بقاری کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نہیں پڑھنے والا یا یعنی میں نہیں پڑھتا۔ کیونکہ قاری ، اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ میں نہیں پڑھتا۔ تو اس میں آپ کے عدم علم ہونے کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے آپکا یہ جواب اپنے مخاطب کو بالکل صحیح اور آپ کے علم عظیم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر آپ اپنے مخاطب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ جواب نہ فرماتے تو قانونِ خداوندی ہی غلط ہو جاتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے عظیم خاصہ یہی ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے تعلیم حاصل نہیں کی اور آپ کسی مخلوق سے علم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ہی لقب اُمّی سے یاد کئے جاتے ہیں اور آپ کا یہی لقب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے اُمم کی طرف منسوب ہے اس لحاظ سے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی سے علوم و فنون کا اکتساب نہیں کیا آپ کو اُمی کہتے ہیں۔ ملک عرب کی یہی حالت تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے

عاری ہوتے تھے وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں گزار دیا کرتے تھے جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے جو نہ مکتب لیا۔ نہ درس لیا۔ نہ قلم ہاتھ میں پکڑا۔ اور نہ ہی سبق زبان پر جاری ہوا۔ چنانچہ یہود نے اہل عرب کا نام اُمیّون رکھا۔ قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ

یہودی کہتے ہیں کہ ہم ان اُمّی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں۔ ہم کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

(پ۳ ع ۱۵ سورۃ آل عمران)

چنانچہ یہ نام عرب کی پہچان بن گیا اور قرآن کریم نے اسی لفظ کے ساتھ اہل عرب کو خطاب کیا۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا ۔ پ ۲۸ ع ۱۰ سورۃ الجمعہ)

خدا کی وہی ذات ہے جس نے اُمیوں میں ایک خاص رسول مبعوث فرمایا۔

قرآن کریم نے ان پڑھ ناخواندہ اشخاص کے لئے لفظ اُمی کو استعمال کیا ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ ۔

(پ۱ ع ۹ سورۃ البقرہ)

(یہود میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جو کتاب کا کچھ علم نہیں رکھتے)۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ لفظ اُمّی کے معنیٰ ان پڑھ اور ناخواندہ کے ہیں)۔

اب قرآن کریم نے جو حضور اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں ما انا بقاری فرمانا اس کا حاصل یہی ہے کہ آپ نہ مخلوق میں کسی کے شاگرد اور نہ مخلوق میں آپ کا کوئی استاد ہے۔ آپ کو جو علم ما کان و ما یکون حاصل ہیں وہی ہیں۔ اسی لئے اُمّی ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جلیل القدر معجزہ قرار پایا ہے اور قرآن نے لاکھوں مخالفوں کی بھیڑ میں آپ کے وصف اُمیت کو بطور تحدی پیش کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ

اے محبوب آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ

اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (پ۲۱ ع۱ سورۃ العنکبوت) — لکھتے تھے۔ یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

جواب: آیت میں اس امر کا اظہار ہے کہ تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ کتاب من جانب اللہ نہیں ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ میرے رسول اُمّی ہیں نہ کسی مکتب میں داخل ہوئے اور نہ کہیں تعلیم حاصل کی نہ کوئی کتاب پڑھی نہ اپنے ہاتھ مبارک سے کچھ لکھا۔ پھر تم کتاب اللہ سے کیوں منحرف ہوتے ہو؟ نہیں قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ اس وقت ہو سکتا تھا جب کہ یہ رسول کسی مخلوق سے تعلیم حاصل کرتے اور کسی یونیورسٹی کی سند حاصل کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ یہ کتاب خود انہوں نے مرتب کر لی ہے۔ ؎

حضرت کا علم علمِ لدنی تھا اے امیر!
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

تاریخ شاہد ہے اور قرآن کریم ناطق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے اکتساب علم نہیں کیا سوائے ربانی انوار و برکات کے آپ کے لوحِ قلب پر کسی کی تحریر و تقریر کا ایک حرف بھی ثبت نہیں ہوا اور قرآن نے آپ کے اس وصف اُمّیت کا بار بار اظہار فرمایا

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ۔ پ۹ ع۸ سورۃ الاعراف — وہ لوگ جنہوں نے غلامی اختیار کر لی اس رسولِ اُمّی کی جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں

تو تسلیم یہ کرنا پڑے گا کہ محبوب رسول وہ ہیں جن کی تعلیم حظیرہ قدس میں ہوئی ہے جن کو ارشاد شاگردی کا شرف عظیم حاصل ہے تو صرف رب العالمین سے ہے یہی وجہ تھی کہ اس نبی اُمّی کے دربار مقدسہ میں جہاں کے فصحاء بلغاء، ملّا اور فلاسفروں کی جماعتیں حاضر ہوتیں اور عرض کرتیں کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا اور فصحاءِ عدنان اور بلغائے قحطان کا تو یہ حال تھا کہ ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں!

گویا کافروں کو اشاروں سے سمجھایا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی اور ایک ان پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے جن کے لئے تعلیم و تعلم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ دان ہیں اور دماغ کو روشن، ضمیر کو ہموار، قلب کو متجلّی، روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں تہذیب و اخلاق۔ تدبیر منزل اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں۔

اُمّی دقیقہ دانِ عالم! — بے سایہ سائبانِ عالم

علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (خصائص کبریٰ جز الاول ص۳) — میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد۔ بخاری۔ طبرانی۔ حاکم۔ ابو نعیم نے بھی نقل فرمایا اور یہ حدیث مختلف الفاظ میں آتی ہے۔

قاعدہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لئے ذات کا پہلے ہونا ضروری ہے جس سے اس امر کی قطعی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھی۔

گھر کی گواہی مخالفین کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب نشر الطیب کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی آپ نے فرمایا کہ جس وقت کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اسی حدیث کو حسن کہا ہے۔

فائدہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اسی کتاب نشر الطیب میں مذکورہ حدیث کے علاوہ اور احادیث صحیحہ نقل کی ہیں کہ حضور علیہ السلام اس وقت بھی نبی تھے جب کوئی شے پیدا نہیں کی گئی تھی اسی کتاب کے صفحہ ۶ پر مولوی اشرف علی تھانوی احادیث صحیحہ کو دلائل قویہ سے یہ ثابت

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے نُور سے سب کچھ پیدا فرمایا۔ گویا کہ آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ لوح و قلم ہوتے نہ زمین و آسمان ہوتے نہ عرش و کرسی ہوتے۔ جنت و دوزخ ہوتے نہ ملائکہ ہوتے غرض کہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔

اس موضوع کو فقیر نے "شرح حدیث لولاک" میں تفصیل سے لکھا ہے یہاں بتانا یہ ہے کہ حضور

معجزہ ہمارے رسول علیہ التحیۃ والثنا کا نبی ہونا بہت بڑا معجزہ ہے اور کسی کو یہ حق نہیں ہو سکتا کہ آپ کا مخلوق میں کوئی بھی ایک آن اور ایک لمحہ کے لئے بھی معلم و استاد بنا ہو بلکہ جو اس محبوب کا خود معلّم ہے اُس نے خود ہی اعلان فرما دیا ہے

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن ۔ رحمٰن نے سکھلایا قرآن۔

نیز فرمایا۔

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ آپ نہ جانتے تھے آپ ہم نے آپ کو بتا دیا اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

امام المفسرین علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ تفسیر ابن جریر جزء الخامس اسی آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

علمك مالم تكن تعلم من خبر الاولين والآخرين وما كان وما هو كائن قبل ذالك من فضل الله عليك يا محمد منذ خلقك

(التفسیر ابن جریر جلد پنجم ص۱۶۳)

اے محبوب سکھایا آپ کو جو کچھ نہ جانتے تھے تمام اوّلین و آخرین کی خبروں سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سے اللہ آپ کو پیدا فرمایا ہے اُسی وقت سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے۔ یعنی ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا ہے یہی آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

مذکورہ تمام دلائل اور آیت علمک اور علامہ ابن جریر کے کلام سے واضح ہو گیا کہ اللہ

تعالیٰ نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علوم سکھا دیئے ہیں۔

فائدہ علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ کا یہ کلام کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدائش سے ہی ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا ہے یہ حدیث بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ السلام کو معاذ اللہ بے خبر ثابت کرنا دیوبندیوں کے چھوٹے مُلّوانوں کی بد قسمتی ہے ورنہ ان کے بڑے گستاخ تو تھے لیکن جاہل نہیں تھے لیکن یہ مُلّوانے گستاخ بھی ہیں اور جاہل بھی۔

حقیقت مسئلہ دراصل دیوبندی وہابی نجدی ایک عقیدہ سے ایسے مقامات میں غلط طریقہ اختیار کر جاتے ہیں وہ غلط عقیدہ یہ ہے کہ حضور نبی علیہ السلام کی نبوت چالیس سال کی عمر سے شروع ہوئی ہے یہاں تک مودودی اور ان کے دوسرے مولوی دیوبندی وہابی غیر مقلد و مرزائی وغیرہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر تک یہ علم نہ تھا کہ میں نبی بنوں گا آپ عام انسان تھے اسی لئے کبھی مزدوری سے پیٹ پالتے کبھی بکریاں چرا کر وغیرہ وغیرہ (معاذ اللہ)

عقیدہ اہلسنت اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول پیدا ہوئے اور اسی وقت سے نبوت ملی آپ ہر عالم میں نبوت کا پیغام پہنچاتے رہے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام جب روح و جسد کے درمیان تھے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تھے۔ آپ ہر دور میں اسی دور کے مطابق طور طریقہ رکھتے اسی انسانی ملک میں آئے تو انسان جیسی تخلیق ہوئی۔ اور اسی طرح رہے ورنہ اوّل میں پیدا ہوتے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی نبی تھے جبکہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ خود آپ کو تمام علوم کی تعلیم فرمائی۔ اسی لئے فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَأْدِيْبِيْ ۔ مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ جس ذات کی یہ شان ہے کہ وہ اقرأ سن کر کیسے بے خبر ہو گیا یہ راز وہی جانے جو حضور علیہ السلام سے عشق رکھتا ہے ورنہ ان جہال اور خشک دماغوں کو کیا خبر۔

جواب ۳ اُلٹا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے جبرائیل کو ایک سبق دیا وہ یہ کہ سیدنا

جبرائیل علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَا اَنَا بِقَارِی بتایا کہ میں کسی کا شاگرد تو ہوں نہیں اور نہ مجھے کسی اور سے پڑھنے کی ضرورت ہے اب تو مجھے دوسروں کو پڑھانے کی ضرورت ہے چنانچہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا تین مرتبہ فرمایا پڑھئے تو آپ نے یہی فرمایا کہ میں نہیں پڑھتا لیکن جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ فرمایا اقرا باسم ربك الذی خلق کہ پڑھئے آپ اُس رب کا نام جس نے آپ کو پیدا فرمایا ہے تو آپ نے فوراً فرمایا: اقرا باسم ربك الذی خلق اس سے جبرائیل علیہ السلام کو گویا سبق ملا کہ صرف اقرا کہے جا رہے ہو اللہ تعالیٰ کا نام تو لیتے نہیں ہو جب انہوں نے باسم ربک کہا تو آپ نے پڑھا۔

جواب ۲ اقرا اسی سے کہا جاتا ہے۔ جو پڑھا ہوا ہو جانتا ہو۔ جبرائیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا پڑھئے اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ آپ پڑھے ہوئے ہیں فلہٰذا پڑھئے۔

لطیفہ وہابی دیوبندی تمام حدیث بخاری کے ہر جملہ پر کہتے ہیں۔ جبرائیل نے یہ کیا وہ کیا تب بھی آپ نے نہ پڑھا ان بے عقلوں کو تا حال سمجھ نہیں (اقرا) ایک ایسا آسان جملہ ہے کہ ہر زبان والا معمولی بچہ بھی فرفر کر کے پڑھ سکتا ہے لیکن افصح العرب پر الزام کہ وہ نہیں پڑھ سکتا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کتنا جہالت بلکہ حماقت ہے ایسا عقیدہ۔

بہر حال لفظ نبی الامی اور مَا اَنَا بِقَارِی کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اپنے رب العالمین ہی سے تعلیم حاصل کی ہے اسی لئے جو تلمیذ خاص اللہ تعالیٰ کے ہی ٹھہرے وہ کسی اور سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے نہ کہ ما انا بقاری کا یہ مطلب ہو کہ آپ ان پڑھ تھے معاذ اللہ جیسا سفہائے زمانہ نے سمجھ رکھا ہے۔ اسی لئے تو وہ اپنے مولویوں دیوبندیوں کو حضور علیہ السلام کو اُردو سکھانے والا بتاتے ہیں چنانچہ ذیل میں اس کا حوالہ مع تحقیق اُویسی ملاحظہ ہو۔

حضور علیہ السلام کی اُردو دانی دیوبندیوں مولویوں کی کہانی

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۲۶ میں لکھا کہ

"مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ

پاک میں بہت ہے الخ . . . یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا۔ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا کہ جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے۔ ہم کو یہ زبان آگئی ہے۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ دیوبند کا معلوم ہوا۔

قارئین غور فرمائیں کہ ان لوگوں کی نزدیک مدرسہ دیوبند کی عظمت تو اعلیٰ ہوئی اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شان و عظمت ہوئی کہ تمام علمائے دیوبند معاذ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استاذ اور آپ معاذ اللہ اُن کے شاگرد۔ استغفر اللہ۔

اب بتایئے اس سے بڑھ کر کھلی گستاخی اور کیا ظلم عظیم ہو سکتا ہے کہ جس ذات مقدسہ عظیم کو خود خداوند کریم کی ذات کامل نے تعلیم دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم حاصل کی اور آپ کو کُل عالم کی تمام زبانوں کا علم ہے لیکن ان وہابیوں دیوبندیوں اور نجدیوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور قرآن کریم کی آیات اور رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے تمام ارشاد کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ نہ صرف اتنا بلکہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے علم ثابت کیا جائے جو بھی آپ کی علمی قوت کا قائل ہو اسے شرک و بدعت کے فتووں سے زک پہنچایا جائے لیکن ان غریبوں کو کیا خبر کہ سورج پر تھوکنے سے تھوک اپنے منہ پر آئے گی سورج کا کچھ نہ بگڑے گا۔ ایسے حضور علیہ السلام کے بارے میں تمہارے خیالات فاسدہ سے تمہارا اپنا بیڑا غرق ہوگا۔

سوال آیت شریفہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرما دیا ہے تو اس آیت شریفہ کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ جب آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا فرما دیا گیا تو اس کے بعد وحی کا نزول کیوں ہوا۔ اور اس کا کیا فائدہ ــــ

جواب ان لوگوں کو ابھی تک یہ خبر نہیں کلام اللہ شریف میں احکام مکرر نازل ہوئے ہیں۔ آیتیں مکرر آئیں۔ کئی سورتوں کا نزول علماء نے مکرر بتایا ہے پھر کیا شبہ

اور جو شبہ بیان کر کے علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ وہی شبہ ان آیتوں میں کر کے ان کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرنا ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ محفوظ رکھے ایسے تعصب سے کہ جو حق اور ناحق میں تمیز نہ ہونے دیں۔ ایسی خرافات تو کب اس قابل تھیں جس کی طرف توجہ کی جاتی ورنہ یہ قاعدہ تو مرزائیوں شیعہ تک مسلّم ہے کہ آیات کے نزول میں بھی تکرار ہوتی ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث معراج میں ہے۔

عطی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصلوٰۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرہ	پس معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں اسی حدیث کے ماتحت حضرت علامہ ملّا علی قاری رحمہ الباری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں۔

بشکل ھٰکذا ایکون سورۃ البقرۃ مدنیہ وقصتہ المعراج بالاتفاق مکیہ۔	یعنی معراج شریف میں خواتیم سورہ بقرہ پر یہ اشکال آتا ہے کہ سورۃ بقر مدنی ہے مدینہ میں نازل ہوئی اور قصۂ معراج بالاتفاق مکی ہے۔

یعنی سورہ بقرہ مدنی ہے اور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور قصۂ معراج شریف بالاتفاق مکی ہے کہ معراج شریف مکہ مکرمہ سے ہوئی تو جب معراج شریف میں خواتیم سورۃ بقرہ عطا ہو چکی تھی تو پھر سورہ بقرہ مدینہ میں نازل کیوں اور اس سے کیا فائدہ یہ اعتراض بھی بعینہٖ مخالفین کی طرح کا ہے تو اس کے جواب میں خود ہی

یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ پ ٦ ع ٤ سورۃ المائدہ	پاس ہمارے وہ رسول آگئے ہیں جو تمہاری بہت سی چھپائی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگذر فرماتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول ہی سے قرآن کے عارف تھے اور آپ کو تمام کتب آسمانی کا بھی علم تھا۔ آپ تو ولادت سے قبل نبی صاحب قرآن ہیں مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے۔ جیسا کہ حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو اٰتینا الحکم صبیا و اٰتانی الکتٰب بچپن ہی سے مالک، علم و حکمت اور صاحب کتاب تھے۔ تو پھر بتایئے جبکہ آپ اول ہی سے قرآن کے عالم ہیں تو پھر نزول کا کیا فائدہ۔

اب وہابیہ دیوبندیہ سے سوال ہے کہ سورہ فاتحہ دوسری مرتبہ جب مدینہ میں نازل ہوئی تو اُن کے نزول سے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں فما ھو جوابکم فھو جوابنا معہذا قرآن عظیم وحی دائم مستمر الیٰ یوم القیٰمۃ اس کا ایک ایک لفظ اُمت مرحومہ کے لئے قراءۃً وسماعۃً وکتابۃً وحفظاً ونظراً وفکراً بے شمار برکات کا مثمر اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا استنباط میں پہلا مرجع اور جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم حاصل ہوئے۔ مجتہدین و اولیاء و علما کو بھی اس قدر کافی ہونا اور اپنی استعداد کے لائق قرآن عظیم اخذ علوم کے لئے زیادہ کی حاجت نہ پڑنا محض باطل و ممنوع۔

علاوہ بدیں یہ اُس تقریر پر ہے کہ علم تمام تعلیم کو زمانہ نزول آیہ سے پہلے منقضی ہو جانے پر دلالت کرے حالانکہ یہ ممنوع ہے۔ خود قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ فنزلنا حضرت مُلّا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں۔

حاصلہ انہ ما وقع تکرار الوحی فیہ تعظیماً لہٗ واھتماماً لشانہ فاوحی اللہ الیہ تلک اللیلۃ	خلاصہ یہ ہوا کہ اس میں وحی مکرر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کی شان کے لئے پس اللہ تعالیٰ نے اُس رات

بلا واسطۃ جبریل وھذا یتم — بغیر واسطہ جبریل وحی فرمادی اور تحقیق یہ
ان جمع القرآن نزل بواسطۃ — پوری کی گئی اور قرآن میں جمع کرنے کے لئے
جبریل۔ — بواسطہ جبریل علیہ السلام کے نازل کی گئی۔

اب مخالفین سے سوال ہے کہ جب ایک مرتبہ سورہ بقرہ عطا ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ قبل از نزول تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہو چکا تھا۔ صاحب تفسیر معالم التنزیل سورہ فاتحہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

(وفاتحۃ الکتاب) مکیۃ وقیل مدنیۃ — سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے
والاصح انہا مکیۃ ومدنیۃ — اور صحیح تو یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی
نزلت بمکۃ حین فرضت — بھی۔ اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ پاک
الصلوٰۃ ثم نزلت بالمدینۃ — میں نازل ہوئی۔

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ پاک میں اس کا نزول ہوا اب بتایئے کہ پھر سورۃ فاتحہ دوسری بار نازل کرنے کا کیا فائدہ۔

ماہ رمضان المبارک میں جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن سناتے تھے پھر اس کے نزول کا کیا فائدہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول قرآن سے قبل بھی سارے قرآن کا علم تھا۔ بلکہ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام آسمانی کتابوں کا علم تھا ذرا ملاحظہ کیجئے۔

یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا — اے اہل کتاب یعنی یہودیو تمہارے

علیک الکتاب تبیانا لکل شیء کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت یہ آیت اُتری تمام کتب نازل ہو چکی تھی۔ اس کے بعد کچھ نہیں اُترا۔

فائدہ جو علوم آپ کو عطا ہو گئے تھے انہیں اجمالی اور جو بعد کو نازل ہوتے گئے وہ تفصیلی ہیں

اجمال و تفصیل کی تقریر

دیوبندی وہابی کہتے ہیں کہ اہلسنت کا عجیب مذہب ہے کہ ان کو مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کل مخلوق سے پہلے پیدا

ہوئے اور دنیا میں تشریف لائے تو پڑھے پڑھائے آئے۔ لیکن جب حضور علیہ السلام پر کوئی اعتراض اٹھتا ہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ تدریجی علوم عطا کا ہے فلہذا یہ اعتراض بیجا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب

اس کا تفصیلی جواب تو فقیر نے البشریۃ تعلیم الامۃ (باب العلم) میں لکھا ہے یہاں اجمالی آنا انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل کا کام دے گا وہ یہ کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دنیا میں تعلیم کے لئے تشریف لائے اسی لئے آپ نے اس دنیا میں از اول تا آخر اسی طرح زندگی بسر فرمائی جیسے ایک بشر زندگی گزارتا ہے اسی لئے آپ کے متعلق اہل علم نے فقر اختیاری تسلیم کیا اسی معنی پر آپ کا پیدائشی طور عالم ہونا مسلّم۔ لیکن تعلیم کی تکمیل کے لئے ابتدائے وحی تا اکمال دین آپ کا طریقہ وہی رہا جو اپنے آقا کے ایک غلام پابند احکام ہوتا ہے اسی لئے آپ ہر حکم الٰہی کو اسی موقعہ پر صادر فرمایا جو اس کا وقت تھا اگرچہ اس کا علم آپ کو اس سے پہلے تھا مثلاً جمعہ کی فرضیت کا علم آپ کو علم مکہ معظمہ میں سے ہی تھا لیکن چونکہ اس کے اظہار کا وقت نہ تھا اسی لئے آپ نے اسے مدینہ پاک جا کر ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ علم کے ہوتے ظاہر نہ کرنا وہ لاعلمی نہیں بلکہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے اسی طرح علم اجمالی کے ہوتے تفصیل کا حال ہے کہ تفصیل علم وقت کا منتظر ہوتا ہے اجمالی ہر وقت موجود رہتا ہے مثلاً حافظ القرآن تیس پاروں میں جہاں سے چاہے پڑھے پڑھ سکتا ہے تیس پاروں کا علم اس کے سینے میں ہر وقت موجود ہے لیکن تفصیل کے وقت اسی طرح پڑھے گا جس طرح قرآن مجید کی ترتیب ہے۔

دوسرے طریق سے

اسے یوں سمجھئے کہ تراویح میں حافظ القرآن نے ہر رات ایک پارہ پڑھنا ہے اسی ترتیب سے وہ ہر رات آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ کوئی صاحب حافظ صاحب کو دوران قرأۃ ایسا لقمہ دے جو اس کی منزل سے آگے ہے

حافظ صاحب اس کی نہیں مانیں گے اس لئے کہ وہ جو لقمہ دے رہا ہے اس حصۂ قرآنی کا ابھی وقت نہیں آیا۔ حافظ صاحب کی اس طرز کو کوئی حافظ صاحب کی لاعلمی پر محمول کرے تو ہم سب کہیں گے کہ حافظ صاحب کی لاعلمی بتانے والا پاگل ہے جاہل ہے ایسے ہی بلاتمثیل حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجمال و تفصیل کو سمجھیئے کہ آپ نے تیئس سال کی زندگی مبارک میں بشریت کی تکمیل فرمانی تھی۔ آپ کے سامنے جو امور مقدم و مؤخر ادا کرنے تھے اس سے سرمو آپ ہٹتے تو تکمیل بشریت کے منافی تھا لیکن کفار و مشرکین آپ سے بعض تاخیر کے امور پہلے پوچھ لیتے یا وہ امور جو ان کے لائق نہ تھے بے جا سوال کر دیتے آپ کا انہیں نہ بتانا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ مبنی بر حکمت تھا اسی طرح آپ کا جملہ امور کا ابتدا جاننا اجمالی اور اسے ظاہر نہ کرنا مبنی بر حکمت تھا پھر جب ظاہر کرنے کا وقت آیا تو آپ نے علوم کے سمندر بہائے جنہیں صحابہ کرام نے آنکھوں سے دیکھ کر آپکی نبوت کی صداقت کی شہادت دی لیکن کفار نے نہ اس وقت مانا نہ اب مانتے ہیں الحمد للہ ہم اہلسنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وراثت میں حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ پر پورا یقین ہے۔ کسی بدقسمت کو اگر سمجھ نہیں آرہا تو یقین کرے تو اسے کفار و مشرکین اور منافقین کی وراثت نصیب ہے۔

ولادت پاک سے استدلال

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے حالات تفصیل سے پڑھے جائیں تب بھی یقین ہوگا کہ آپ دنیائے عالم میں تشریف لانے سے پہلے عالم علوم الٰہیہ تھے۔ مثلاً پیدا ہوتے ہی سجدہ ریز ہونا ۔ ۲۔ امت کے لئے خیر و بھلائی کے لئے دعا فرمانا۔ ۳۔ بی بی حلیمہ کو دیکھ کر مسکرا دینا ۴۔ بی بی حلیمہ کے ایک پستان سے دودھ پی کر دوسرا پستان رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دینا۔ ۵۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چاند کے گہوارے کے دوران گھومنے کی خبر دینا۔ ۶۔ جملہ حالات قبل ولادت و بعد ولادت تا سن شعور تک کی خبر دینا۔

باب ۳

احادیث مبارکہ

قرآن مجید کے دلائل کے بعد احادیث مبارکہ کا مرتبہ ہے ہم اتماماً للحجت احادیث پاک سے دلائل لاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ ہم اپنے آقا کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پہ گامزن ہیں۔

حدیث ۱: عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَالِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

(البخاری، مشکوٰۃ شریف ص۵۰۶)

"حضرت عمر رضی اللہ تعالے سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزل میں داخل ہونے تک کی خبر دی اور کہا اس کو جس نے یاد رکھا یاد رکھا اس کو اور بھلا دیا اور جس نے بھلا دیا اس کو۔

حدیث ۲: عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَخْطَبِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا نِ الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى

یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا (رواہ مسلم)

(از مشکوٰۃ شریف ص۵۴۳ باب المعجزات)

"روایت ہے عمرو بن اخطب انصاری سے کہا نماز پڑھائی ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی اور چڑھے منبر پر پس خطبہ فرمایا ہمارے لئے یا وعظ فرمایا یہاں تک کہ آگیا وقت ظہر کی نماز کا پھر اترے اور نماز پڑھی ظہر کی اور پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے اور یہاں تک کہ آگیا وقت عصر کی نماز کا پھر اترے اور نماز پڑھی عصر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ غروب ہوا آفتاب یعنی پس تمام دن خطبہ ہی میں گذرا۔ پس خبر دی ہم کو ساتھ اس چیز کے کہ ہونے والی ہے قیامت تک یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب اور غرائب قیامت تک کے مجمل یا مفصل بیان فرمائے۔ پس اس میں بہت سے معجزے ظاہر ہوئے کہا عمرو نے پس داناترین ہمارا اب بہت یاد رکھنے والا ہمارا ہے یعنی اس دن کو۔ ذکرہ الطیبی اور کہا سید جمال الدین نے اولیٰ یہ ہے کہ کہا جاوے بہت یاد رکھنے والا ہمارا اب ایسے قصہ کو دانا ترین ہمارا ہے یعنی اب نقل کی یہ علم نے"

(ترجمہ از مظاہر الحق مطبوعہ نولکشور جلد چہارم ص۳۱۲)

ف: ہم نے مظاہر حق کا ترجمہ مع فوائد کے لکھ دیا تاکہ مخالفین کو انکار کی گنجائش نہ رہے کیونکہ مظاہر حق ان کے اپنے ہم عقیدہ مولوی قطب الدین دہلوی کی تصنیف ہے۔

حدیث ۳: بخاری شریف میں ہے کہ:

قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ اَحَبَّ اَنْ يَّسْاَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْاَلْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْاَلُوْنِيْ

عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْنَ مَدْخَلِيْ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ سَلُوْنِيْ (خازن پ۷ رکوع ۳)

"کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ ابن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔"

ف: جہنمی یا جنتی ہونا علوم غیب میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا لیکن حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلا تامل بیان فرما دیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ ماشئتم کہہ کر اپنے علم کلی کا دعویٰ فرما دیا اگر آپ کا علم محدود ہوتا تو آپ اس طرح کا دعویٰ نہ کرتے۔

حدیث ۴: عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ (متفق علیہ)

(از مشکوٰۃ شریف ص۴۶۱ کتاب الفتن فصل اول)

روایت ہے کہ حذیفہ نے کہا کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کھڑے ہوئے یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی اُن فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اس کو یاد رکھا اور بعض نے فراموش کیا۔ کہا حذیفہ نے کہ تحقیق جانا ہے اس قصہ کو میرے اُن یاروں نے یعنی جو کہ موجود ہیں صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم، میں سے۔ لیکن جانتے نہیں ہیں اس کو مفصل اس لئے کہ واقع ہوا ہے ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان ہے اور میں بھی اُنہی میں سے ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو اور تحقیق شان یہ ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی آنحضرت محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اس کو پس دیکھتا ہوں میں اس چیز کو پس یاد لاتا ہوں میں اس کو جیسے کہ یاد لاتا ہے شخص چہرہ شخص کا۔ یعنی بطریق اجمال و ابہام کے جب کہ غائب ہوتا ہے اس سے اور فراموش کرتا ہے اس کو ساتھ تفصیل و تشخیص کے۔ پھر جب کہ دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے اس کو شخص یعنی ایسے ہی ہیں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جب کہ واقع ہوتی ہے کوئی بات اُن میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ وہ وہی ہے جس کی حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ نقل کی یہ بخاری و مسلم نے۔

(مظاہرالحق ۳۱۳)

حدیث ۵ مشکوٰۃ شریف ۵۱۱ فضائل سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا

بِقَدْرِ الْحَاجَةِ)

روایت ہے ثوبان سے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ پس دیکھا میں نے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔ (مظاہرالحق ۵۰۳)

حدیث ۶ مشکوٰۃ شریف ۶۹ باب المساجد میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ؀

(رواہ الدارمی مرسلاً)

عبدالرحمٰن بن عائش سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا اور فرمایا سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے دست فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور حضرت نے اس مناسبت حال کے مطابق یہ آیۃ وکذالک الخ تلاوت فرمائی۔

(مظاہرحق)

حدیث ۷: مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ صہ۷۲ میں بروایت معاذ بن جبل ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں:

فَاِذَا اَنَا بِرَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیْکَ رَبِّ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الملاء الاعلیٰ قلت لا ادری قالھا ثلثا قال فرأیت وضع کفہ بین کتفی فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شیٔ وعرفت۔

میں نے اپنے سامنے پایا اچھی صورت میں فرمایا اے محمد میں حاضر ہوں فرمایا ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑتی ہیں میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ پروردگار نے یہ تین بار فرمایا دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ پھر میں نے دیکھا کہ پروردگار نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان میں رکھا یہاں تک کہ مجھے اس کے پوروں کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی مجھ پر ہر شے ظاہر ہوئی اور میں نے انہیں پہچان لیا۔

ف: ان روایات کا مطلب شارحین حدیث سے سنیئے وہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو آسمان و زمین کی تمام کائنات بلکہ اُس سے بھی مافوق و ماتحت کا علم مرحمت فرمایا گیا۔

۱۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول میں مرقوم ہے:

فعلمت ای بسبب وصول ذالک الفیض ما فی السمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیھما من الملائکۃ والاشجار وغیرھا عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی

فی السمٰوٰت بل وما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور والحوت الذین علیھما الارضون کلھا یعنی ان اللہ اریٰ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکوت السمٰوٰت والارض وکشف لہ ذالک وفتح علی ابواب الغیوب

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالےٰ نے تعلیم فرمایا ان چیزوں میں سے جو آسمان اور زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہا میں سے یہ عبارت ہے حضرت کے وسعتِ علم سے جو اللہ نے حضرت پر کھول دیا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ما فی السمٰوٰت سے آسمانوں بلکہ اُن سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصۂ معراج سے مستفاد ہے اور ارض یعنے جنس ہے یعنے وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو اُن سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہو گئیں۔ جیسا کہ ثور و حوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو ظاہر کرتا ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے مُلک دکھائے اور اس کو ان کے لئے کشف فرما دیا اور مجھ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں:

فعلمت ما فی السموات والارض پس دانستم ہرچہ
در آسمانہا وہرچہ در آسمانہا وہرچہ در زمین بود۔ عبارت است از حصول تمام
علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں وتلاء وخواندن حضرت مناسب ایں حال
وبقصد استشہاد برامکان آں ایں آیت راکہ وکذلک نری ابراھیم
ملکوت السموات والارض وہم چنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک عظیم تمام آسمانہارا وزمین وزمین را
لیکون من الموقنین تا آنکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بوجود ذات
وصفات وتوحید واہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است درمیانے
ایں دو رویت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان وزمین را دید
وحبیب ہرچہ در آسمان وزمین بود از ذات وصفات وظواہر وبواطن
ہمہ را دید وخلیل حاصل شد مر اورا یقین بوجوب ذاتی ووحدت حق
بعد از دیدن ملکوت آسمان وزمین ...... چنانکہ حال اہل استدلال
وارباب سلوک ومحبان وطالبان مے باشد وحبیب حاصل شد مر اورا
یقین ووصول الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را وحقائق آنرا چنانکہ
شان مجذوبان ومحبوبان ومطلوبان است واول موافق است بقول
ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ قبلہ وشتان ما بینھما۔"

ترجمہ: یعنی حاصل عبارت یہ ہے کہ جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں
میں ہے۔ یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے
اور ان کا احاطہ کرنے سے اور حضور نے اس حال کے مناسب بقصد
استشہاد یہ آیت تلاوت فرمائی۔"
اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں

کا ملک عظیم دکھایا تاکہ وہ وجود ذات وصفات وتوحید کے ساتھ یقین کرنے والوں
میں سے ہوں"

اہل تحقیق نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان فرق ہے اس لئے
کہ خلیل علیہ السلام نے آسمان اور زمین کا ملک دیکھا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے جو کچھ آسمان وزمین میں تھا ذات صفات ظواہر بواطن سب
دیکھا اور خلیل کو وجوب ذاتی اور وحدت حق کا یقین ملکوت آسمان وزمین دیکھنے
کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال اور ارباب سلوک، محبوں اور طالبوں
کی حالت ہے اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقین اول حاصل ہوا۔ پھر عالم
اور اس کے حقائق کو جانا جیسا کہ محبوبوں، مطلوبوں اور مجذوبوں کی شان ہے۔

۲۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں۔

والمعنی انہ کما رای ابراھیم ملکوت السموات والارض
کذلک فتح علی ابواب الغیوب حتی علمت ما فیھا
من الذوات والصفات والظواھر والمغیبات

"یعنی معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور
زمین کے ملک دکھائے گئے ایسے ہی مجھ پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے
گئے یہاں تک کہ میں نے جان لیا جو کچھ ان میں یعنی آسمان وزمین میں ہے ذوات
صفات ظواہر مغیبات سب کچھ۔"

خلاصہ: اللہ تعالٰے نے اپنے حبیب پاک کو زمین وآسمان کا مشاہد بنایا اور
علم الاولین والآخرین عطا فرمایا گویا ازل سے ابتک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو رہا
ہے سب کچھ آپ پر ظاہر ہوگیا۔

غرض کوئی ذرہ زمین پر ایسا نہیں ہے جس کی آپ کو خبر نہ ہو کوئی پتہ ایسا نہیں ہے جو آپ پر ظاہر نہ ہو۔ ہمارے تمہارے سب کے تمام اقوال۔ افعال، احوال اور اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر ہیں اور آپ ان کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی۔

حدیث ۹: شرح مواہب لدنیہ زرقانی میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذَا

اللہ تعالٰے نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونیوالا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

ف: اب ان روایات کے معنی شارحین سے سنیئے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا للملا علی قاری و زرقانی شرح مواہب۔ نسیم الریاض شرح شفا میں ہے۔

وَحَاصِلُہٗ اَنَّہٗ طُوِیَ لَہُ الْاَرْضُ وَجَعَلَھَا مَجْمُوْعَۃً کَمَنْیَۃِ کَفٍّ فِیْہِ مِرْاٰۃٌ یَنْظُرُ اِلٰی جَمْعِھَا وَطَوَاھَا بِتَقْرِیْبِ بَعِیْدِھَا اِلٰی قَرِیْبِھَا حَتّٰی اِطَّلَعْتُ عَلٰی مَا فِیْھَا

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو مثل مجمع فرما دیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینہ کو دیکھتا ہو اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اس کے قریب کی طرف یہاں تک

کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

فَعَلِمْتُ بِسَبَبِ وُصُوْلِ ذَالِکَ

۳۔ علامہ زرقانی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۳۴ میں لکھتے ہیں کہ

ان اللہ قد رفع ای اظہر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ انہ ارید بالنظر العلم

یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھول گئی کہ ہم نے اس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونیوالا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حقیقۃً ملاحظہ فرمایا یہ احتمال دفع ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

۴۔ امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

وَلَا شَکَّ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَطْلَعَہٗ عَلٰی اَزْیَدَ مِنْ ذَالِکَ وَاَلْقٰی عَلَیْہِ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کو سارے اگلے پچھلے حضرات کا علم دیا۔

۵۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔

یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ سَبَقَ مِنْ

تم کو حضور علیہ السلام اگلوں کی گذری

خَبَرَ الْاَوَّلِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ اَيْ مِنْ نَبَاءِ الْاٰخِرِ فِي الدُّنْيَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِيْنَ فِي الْعُقْبٰى

ہوئی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد پچھلوں کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں، دنیاوی حالات اور آخرت کے سلسلے حالات

۲۔ یہی ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔

فِيْهِ مَعَ كَوْنِهٖ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ عِلْمَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُحِيْطٌ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ مِنَ الْكَائِنَاتِ وَغَيْرِهَا

اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

ف، محدثین کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کو اور اس میں ازل تا ابد ہونے والے واقعات کو اس طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس کو دیکھتا ہے۔

کفِ دستِ مبارک کے ملاحظہ فرما رہا ہوں پر اشارہ ہے اس طرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقتاً دیکھنا مراد ہے نہ کہ نظر کے معنی مجازی مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات ص ۵۴۱ ۱۲ میں موجود ہے۔

حدیث ۲۰، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰى رَاعِيْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِيْ حَتّٰى انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰى تَلٍّ فَاَقْعٰى وَاسْتَثْفَرَ فَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰى رِزْقٍ رَزَقَنِيْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّيْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَ

مَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحدیث باب المعجزات مشکوٰۃ شریف)

ایک بھیڑیا ایک بکریوں کے چرانے والے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑی پس چرانے والے نے اس بھیڑیئے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا کہا ابوہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ جل شانہ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا۔ چرواہے نے تعجب سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیئے کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے کہ وہ شخص گذشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے بعد ہوگا دنیا اور عقبیٰ میں سب کی خبریں دیتا ہے ابوہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر خدمت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حضور کو اس تمام کی خبر دی اور اسلام لایا۔

حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اس کی خبر کی تصدیق کی۔

ف، جانور اور جانوروں میں بھی درندے تو حضور کو عالم ما کان وما ہو کائن جانیں اور بیان کریں۔ مگر انسان کو ابھی تردد ہے۔

علامہ علی قاری مرقاۃ المصابیح ج ۵ ص ۵۴ میں يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ

کی شرح یوں کرتے ہیں۔

یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ بِمَا سَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ اَیْ مِنْ نَبَاءِ الْاٰخِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِیْنَ فِی الْعُقْبٰی

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گذشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور جمیع احوال عقبٰی کے کی خبر دیتے ہیں۔

حدیث ۹، لَقَدْ تَرَکَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا یُحَرِّکُ طَائِرٌ جَنَاحَیْہِ اِلَّا ذَکَرَلَنَا مِنْہُ عِلْمًا۔

(رواہ الطبرانی)

یعنی نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرندا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے بھی اس کا بھی بیان فرمادیا۔

ازالہ وہم، مخالفین کو تردد ہوگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے جملہ حالات کیسے بیان فرمادیے۔ اوپر کی حدیثوں میں گذرا کہ ایک ہی روز میں حضور نے قیامت تک کے سب حالات بتائے۔ یہ بات ضرور تعجب انگیز ہوگی کہ ایک دن کا وقت اتنی وسعت کب رکھتا ہے۔ یہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں تمام حالات بیان فرمادیے اللہ جل شانہٗ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت مرحمت فرمائی تھی۔

عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۱۵ صفحہ ۱۱۰ میں ہے۔

فِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّہٗ اَخْبَرَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِھَا اِلٰی اِنْتِہَائِھَا وَفِیْ

اِیْرَادِ ذَالِکَ کُلِّہٖ فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ اَمْرٌ عَظِیْمٌ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَۃِ وَکَیْفَ وَقَدْ اُعْطِیَ مَعَ ذَالِکَ جَوَامِعَ الْکَلِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی اس حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتدا تا آخر خبر دینا اور جملہ حالات ایک مجلس میں بیان فرمانا معجزہ ہے کیوں نہ ہو جب کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے۔

ف، جب کل کائنات کے ذرہ ذرہ کو ایک دن میں بیان کرنا معجزہ ہے تو پھر انکار کیوں۔ اس قسم کے معجزات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ، مشکوٰۃ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام صفحہ ۵۰۸ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّہٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّہٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ۔ (رواہ البخاری)

ابوہریرہ سے مروی ہے سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کسی جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم کر لیتے اور اپنے کسب سے کھاتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت، اسی حدیث کے تحت مظاہر الحق جلد چہارم صہ ۲۸۹ میں ہے،

اللہ تعالےٰ اپنے اچھے بندوں کے لئے زمانہ کو طے و بسط کرتا ہے یعنی کبھی بہت سا زمانہ تھوڑا ہو جاتا ہے اور کبھی تھوڑا بہت سا اور سیدنا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم کر لیتے اور ایک روایت میں ہے ملتزم کعبہ سے اس کے دروازہ تک جانے میں پڑھ لیتے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے فرمایا، مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ صہ ۲۴۴ میں ہے۔ قال التوربشتی یرید بالقرآن الزبور لانہ قصد اعجازہ من طریق القراءۃ وقد دل الحدیث علی ان اللہ تعالےٰ یطوی الزمان لمن یشاء من عبادہ کما یطوی المکان لھم ولھذا ابابٌ لا سبیل الی ادراکہ الا بالفیض الربانی

تورپشتی نے فرمایا کہ قرآن سے زبور مراد ہے اس لئے کہ طریق قراۃ سے اعجاز مطلوب تھا اور حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمانہ کو لپیٹتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے جیسے مکان کو لپیٹتا ہے اپنے بندوں کے لئے اور اس باب کا سمجھنا سوائے فیض ربانی کے مشکل ہے۔

اولیاء اللہ کا ایک لمحہ میں تمام قرآن مجید ختم کر لینا، جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے،

عن بعض المشائخ انہ قرء بالقرآن حین استلم الحجر الاسود والرکن الاسعد الی حین وصول محاذات باب الکعبۃ الشریفۃ والقبلۃ المنیفۃ وقد سمعہ ابن الشیخ شہاب الدین السہروردی منہ کلمۃ کلمۃ و حرفا حرفا من اولہ الی اخرہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم ونفعنا برکۃ انوارھم۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں ارقام فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ انہوں نے حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریف پر پہنچنے تک تمام قرآن مجید پڑھ لیا جس کو ابن شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ کلمہ اور حرف حرف اول سے آخر تک سنا۔ (مظاہر حق)

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیازمندوں کا یہ حال ہے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک مجلس میں جملہ احوال کی خبر دینا کیا محال،

حدیث ۱۲، وقال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علیّ امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم واعلمت من یؤمن ومن یکفر فبلغ ذالک المنافقین قالوا استھزاءً زعم محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہ یعلم من یؤمن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذالک

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا اَنْبَاْتُکُمْ بِہٖ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّہْمِیْ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ حُذَافَۃُ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَبِکَ نَبِیًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَہَلْ اَنْتُمْ مُنْتَہُوْنَ ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ۔

(تفسیر خازن ج اول ص ۳۳۶)

محی السنۃ نے معالم التنزیل میں ما کان اللّٰہ لیذر المؤمنین کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی صورتیں پیش کی گئیں جیسے کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھیں اور مجھے معلوم ہوگیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ تمسخر سے کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائیگا اور کون کفر کرے گا ان لوگوں میں سے جو ابھی نہیں پیدا ہوئے اور آئندہ پیدا کئے جائیں گے یہ تو بڑی بات ہے ہم تو اب موجود ہیں وہ بتائیں کہ ہم میں سے کون مومن اور کون کافر ہے یہ خبر سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کر کے فرمانے لگے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جنہوں

نے میرے علم میں طعن کیا آج سے قیامت تک کی جس چیز کو چاہو مجھ سے دریافت کرو میں تمہیں اس کی خبر دونگا۔ پس حضرت عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے پس ہماری تقصیر معاف فرمایئے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔

حدیث ۱۳ ؛ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَمَا تَرَکَ شَیْئًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا ذَکَرَہٗ فِیْ مَقَامِہٖ ذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رُءُوْسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِیْطَانِ قَالَ اَمَا اِنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا فِیْمَا مَضٰی مِنْہَا اِلَّا کَمَا بَقِیَ مِنْ یَوْمِکُمْ ہٰذَا الْحَدِیْثَ۔

(معالم التنزیل)

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نے ایک روز عصر کے بعد ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی چیزیں سب ہی بیان کریں اور کوئی چیز نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر پہونچی تو فرمایا کہ دنیا کے احوال میں سے صرف اس قدر باقی رہ گیا جتنا دن باقی رہ گیا ہے۔

حدیث ۱۴ ؛ عن حذیفۃ بن اسید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی البارحۃ لدی ہذہ الحجرۃ حتی

كانا اعرف بالرجل منهم من احدكم بصاحبه

(رواہ الطبرانی)

یعنی طبرانی میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اس حجرہ کے نزدیک مجھے میری اُمت دکھلائی گئی۔ جن کو میں تم سے زیادہ پہچانتا ہوں یہاں تک کہ البتہ میں ان میں سے ایک کو تمہارے اپنے دوست کو پہچاننے سے زیادہ پہچانتا ہوں۔

حدیث ۱۵۔ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی باعمالها حسنها وقبيحها.

(رواہ احمد وابوداؤد)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری اُمت اپنے اپنے اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے سامنے کی گئی یعنے دکھلائی گئی۔

حدیث ۱۶۔ انا عليكم شهيد وان موعدكم الحوض وانى لانظر اليه وانا فى مقامى هذا وانى قد اعطيت مفاتيح خزائن الارض (رواہ الشیخان)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یعنے میں تم پر گواہ (چشم دید) ہوں اور تمہارا جائے وعدہ حوض کوثر ہے اور میں تحقیق اس کی طرف اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کس قدر تصرف ہے کہ آپ دُنیا میں ہی حوض کوثر دیکھتے تھے اور آپ روئے زمین کے خزانوں کی کنجیوں کے مالک بھی ہیں۔

حدیث ۱۷

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات سخت تاریکی تھی اور پانی برس رہا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درخت خرما کی ایک چھڑی دے کر فرمایا۔ تم یہ لیکر جاؤ یہ خود بخود روشن ہوجائے گی اور اس کی روشنی دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے پڑے گی۔ جب تم اپنے گھر میں داخل ہوجاؤ گے تو ایک سیاہ چیز نظر آئیگی وہ شیطان ہے اس سے اس کو مارنا تاکہ وہ نکل جائے چنانچہ قتادہ رضی اللہ عنہ کا روانہ ہونے اور وہ شاخ روشن ہوگئی اور گھر میں جاکر دیکھا تو حقیقت میں ایک سیاہ چیز نظر آئی جس کو انہوں نے مار کر گھر سے نکال دیا۔

(السیرۃ النبویہ)

ف۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا مکان حضرت کے دولت خانہ سے بہت فاصلہ پر تھا اور جس وقت آپ نے شیطان کی خبر دی تو سخت تاریکی تھی خصوصاً ان کے گھر کے اندر تو روشنی کا گذر ہی نہ تھا۔

خیال کیجئے کہ حضرت کو اس شیطان کا حال کیونکر معلوم ہوا کیونکہ جبریل علیہ السلام کے اطلاع دینے کی خبر تو حدیث میں موجود نہیں ہے لہذا صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ دیکھنا ایسا تھا کہ نہ اس کو دیوار حائل ہوتی تھی اور نہ تاریکی اور نہ فاصلہ مانع تھا۔ جو بصارت ایسی ہو کہ ایک دیوار حائل ہونے پر بھی دیکھ سکے تو اس کے لئے ہزاروں

دیواریں بھی حائل نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے جو شروط تھے کہ خارجی روشنی ہو اور کوئی کثیف چیز حائل نہ ہو وہ یہاں نہیں پائے گئے۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کو دور سے دیکھ لیا اور پھر وہ دوسرے عالم کی شئے ہے تب بھی آپ سے اوجھل نہ ہو سکا اور سرکار کو قرب و بُعد کی قید بھی ضروری نہ تھی وغیرہ وغیرہ۔

حدیث ۱۹: بخاری شریف سے حدیث جو مشکوٰۃ شریف صہ ۱۸۵ میں ہے

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے جس کا خلاصہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو صدقۂ فطر کی نگہبانی پر مامور فرمایا۔ میں اس طعام صدقہ کی نگہبانی کرتا تھا کہ ایک شخص آکر اس کھانے میں سے لپ بھر کر لے جانے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں محتاج اور عیالدار سخت حاجتمند ہوں میں نے اس کو چھوڑ دیا اور صبح کو خدمتِ اقدس نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس نے کثرتِ عیال اور شدتِ احتیاج کی شکایت کی مجھے رحم آیا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا اسی طرح تین بار فرمایا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ بیشک پھر آئے گا اس لئے کہ حضور نے فرما دیا ہے۔

ف: اسی حدیث کے تحت میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ مرقاۃ میں تحریر فرماتے

ہیں فِیْہِ اِخْبَارُ النَّبِیِّ بِالْغَیْبِ مُعْجِزَۃٌ لَّہٗ اب ثابت ہوا کہ علم غیب نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم کا معجزہ ہے اب جانبِ مخالف اپنے دل میں انصاف کریں کہ معجزہ امورِ دین میں سے ہے اور امورِ دین کا علم جانبِ مخالف کو بھی تسلیم ہے۔ رہا آپ کا یہ فقرہ یعنی کتاب اور حکمت اور ان کے اسرار و حقائق اس میں بھی تمام علوم آ گئے اس لئے کہ جناب حق سبحانہٗ تعالیٰ کلام اللہ کی شان میں ارشاد فرماتا ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ط

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہم نے تم پر کتاب کو نازل فرمایا کہ جو ہر چیز کا بیان واضح ہے۔

پس جب کہ آپ کے نزدیک بھی سید عالم اعلم المخلوقات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتاب اور حکمت اور اُن کے اسرار و حقائق تعلیم فرمائے گئے تو احاطۂ علم نبوی سے کونسی شے باہر رہ گئی۔

حدیث ۲۰: عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یلتق ابوای فی سفاح لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من اصلاب طیبۃ الی ارحام طاھرۃ صافیا مھذبا لا تتشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔

وشفا قاضی عیاض جلد ثانی، مواہب اللدنیا جلد اول، خصائص الکبریٰ، مدارج النبوت جلد ثانی، بیہقی وغیرہ،

ترجمہ: یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ماں باپ زنا میں جمع نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف صاف و مہذب

نقل کر رہا۔ کوئی دو گروہ جدا نہ ہوتے تھے مگر میں ان کے بہتر میں تھا۔

ف، اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے کیونکہ اس حدیث کے الفاظ سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو بتلایا اور نہ ہی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جدید کوئی وحی بھیجی ہے بلکہ الفاظ سے بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے اجداد کا زنا میں مرتکب نہ ہونا علم لدنی سے معلوم ہوا وہ علم لدنی جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔

حدیث ۲۱، عینی شرح صحیح بخاری جلد ۳ اور قسطلانی جلد ۹ بحوالہ دلائل النبوت بیہقی منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو ایک صحابی نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں ایک شعر یہ ہے ؎

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ　　وَاِنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ ہر غیب بات پر امون ہیں۔

ف، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اشعار کو سنکر تبسم فرمایا اور نہایت محظوظ ہوئے اس روایتِ صحیح سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کل غائب شئے پر امون اور محیط ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نبی کے سامنے کوئی خلافِ شرع بات کی جائے اور آپ منع نہ کریں۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو متصف بعلم غیب کہنا شرک ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابی کو ضرور منع فرماتے۔

آپ کا منع نہ کرنا تصریح ہے کہ یہی عقیدہ حق ہے کہ حضور علیہ السلام کل غیب جانتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے بجائے منع کے تبسم فرما کر اظہارِ خوشی کیا۔

قاعدہ حدیث

حدیث کے اقسام میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو کی اور آپ نے اس کو دیکھ کر منع نہیں کیا بلکہ پسند فرمایا تو وہ فعل بھی سنت ہے اس کو اصطلاحِ محدثین میں حدیث تقریری کہتے ہیں۔

اب یہ روایت حدیث تقریری میں شامل ہو کر ہماری عقیدہ کی مؤید بنی کہ الحمدللہ یہ عقیدہ ہمیں صحابہ سے ورثہ میں نصیب ہوا ہے۔

۲۲- صحیح بخاری ومسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ
يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَعْطَاهَا عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ

(رواہ الشیخان)

یعنی البتہ میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ فتح دے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا پس آپ نے وہ جھنڈا علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔

ف؛ یہ روایت غزوۂ خیبر کے موقع پر بیان فرمائی گئی جس میں انتخاب سیدنا علی المرتضیٰ کا ہوا اس حدیث پاک میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مافی الغد یعنی کل کی خبر بیان فرمائی ہے اور وہ بقول مخالفین اللہ تعالےٰ کے ماسوا کسی دوسرے کے لئے ماننا شرک ہے۔ اب حدیث شریف کی رُو سے فیصلہ ہوگیا کہ حضور علیہ السلام نے جیسے خبر دی ویسے ہی ہوا جس سے نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ نبی علیہ السلام کے لئے علم مافی الغد یعنی علم غیب باعطائے الٰہی ماننا شرک نہیں بلکہ عین اسلام ہے اب فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے کہ اسلام کو شرک کہنا کتنا بڑا جرم ہے۔

حدیث ۲۳ :

عَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِيْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔

(رواہ البخاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع خبر آنے سے پہلے لوگوں کو دیدی اور آپ نے فرمایا کہ زید نے نشان لیا تو وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفر نے نشان لیا تو وہ شہید ہوئے پھر ابن رواحہؓ نے نشان لیا تو وہ شہید ہوئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر آپ نے فرمایا کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی۔

ف ؛ مُوتہ ملک شام میں دمشق کے قریب ایک موضع ہے جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر ہے وہاں کے حاکم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قاصد کو قتل کیا تھا اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کی طرف لشکر بھیجا اور اُس لشکر پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ارشاد کیا کہ زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو اپنا امیر بنالیں

جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ اُس لڑائی میں یہ تینوں صاحب شہید ہوئے سب لوگوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سردار کیا اور اللہ تعالےٰ نے اُن کے ہاتھ پر فتح دی گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس واقعہ کے وقوع سے پیشتر لوگوں کو بطور اخبار بالغیب خبر کردی۔ نہ صرف خبر دی بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں گویا آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں۔ گویا آپ میدانِ جنگ میں موجود ہیں اس سے حاضر و ناظر کی دلیل بھی ملتی ہے۔ "تسکین الخواطر" دلوں کا چین" میں تفصیل سے لکھا ہے۔

حدیث ۲۴ ؛ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاشی بادشاہِ حبشہ کی موت کی خبر اُسی دن دی جس روز وہ مرا اور آپ نے صحابہ کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف جاکر نجاشی کی نماز جنازہ ملکر پڑھی اور چار تکبیریں فرمائیں۔

ف ؛ نجاشی ملکِ حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جو کوئی وہاں کا بادشاہ ہوتا تھا اُسے نجاشی کہتے تھے اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا جو پہلے عیسائی تھا لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہ مبارک جس میں اس کو دعوتِ اسلام دی گئی تھی ملا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان لے آیا۔ اور آپ کی رسالت کا اقرار کیا۔ اور جب وہ وفات پاگیا تو آپ نے اُس کا جنازہ پڑھا۔

لہٰذا عام غائب کو نجاشی پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ خصائص النبی میں سے تھا اس کے علاوہ کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی کا کوئی فعل اور اثر نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نجاشی کے جنازہ کے بعد کسی اور میت کا بھی غائبانہ جنازہ پڑھا گیا ہو۔

اگر مخالفین کے پاس اس روایت محولہ کے علاوہ کوئی صحیح حدیث

ہے تو پیش کریں البتہ اس روایت سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جب نماز جنازہ میں میت کا حضور علیہ السلام کے لئے تو سامنے تھی) کا سامنے ہونا شرط ہے اسی لئے حضور نے نماز پڑھائی۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ آپ کیلئے قرب و بعد کی کوئی قید نہیں۔

حدیث ۲۶، مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔

تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكَ۔

حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا کے فرزند پیدا ہوگا جو تمہاری پرورش میں رہے گا۔

حدیث ۲۷، بخاری شریف باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل ہے۔

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً وَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

حضور علیہ السلام دو قبروں پر گذرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ

ٹکڑے خشک نہ ہوں گے۔ ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جاوے گی۔

حدیث ۲۸، مشکوٰۃ باب المساجد میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِيْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ۔

ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور برے بھی۔ ہم نے ان کے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جاوے۔

حدیث ۲۹، مسلم شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ يَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

ف، کون کس جگہ مرے گا یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام

نے قبل از وقت بتائی ہے اور کب مرے گا یہ دوسری خبر مافی الغد ہے جو علم خمسہ سے متعلق ہے مخالفین شرک سے تعبیر کرتے اور عوام کے سامنے "ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ" پڑھتے پڑھتے نہیں تھکتے

حدیث نمبر ۳۰: صفوان بن امیہ بن خلف اور عمیر نے وہب بن خلف اس کا چچا بھائی جنگ بدر کے بعد ایک دن مقام حجر میں عزیزوں کا جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تذکرہ کرنے لگے تو صفوان نے کہا کہ لوگوں کے شہید ہو جانے کے بعد اب زندگی کا لطف نہیں رہا۔ عمیر نے کہا سچ ہے مگر میں مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کو کچھ بھی نہیں ہے اور اپنے بعد عیال و اطفال کے برباد ہو جانے کا بھی ڈر ہے ورنہ میں خود جا کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالتا علاوہ اس کے مجھے اُن کے پاس جانے کا ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا وہاں قید ہے۔ صفوان نے یہ بات غنیمت سمجھی اور کہا کہ تیرے قرض کو تو میں ادا کر دوں گا اور تیرے عیال کی بھی میں ہمیشہ خبر گیری کرتا رہوں گا۔ عمیر نے کہا کہ خبردار تو نے اس بات کا ذکر نہیں کرنا۔ پس اُس نے اپنی تلوار تیز کر کے زہر میں بجھائی اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر مسجد شریف کے دروازے پر اونٹ کو بٹھلایا اور وہ تلوار کو حائل کئے ہوئے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے دور سے دیکھ کر کہا کہ یہ کتا دشمن خدا و رسول ضرور کچھ بُرائی کرنے کے لئے ہی آیا ہے۔ فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمتِ اقدس میں جا کر اُس کے آنے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ اُسے میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے تلوار لے لی اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پکڑ کر لے آئے۔ آپ نے اس کو دیکھ کر عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے اُس سے کہا کہ اے عمیر میرے قریب آجا۔ وہ آپ کے قریب آگیا۔ پھر آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیوں آیا ہے؟ اُس نے کہا کہ اپنے قیدی کے لئے آیا ہوں کہ اُس کے معاملہ میں آپ احسان

کیجئے آپ نے فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلا کہ تو نے تلوار گردن میں کیوں ڈال رکھی ہے؟ اُس نے کہا کہ تلوار کس کام کی ہے (اس سے اُس کی یہ مراد تھی کہ جس کام کے لئے میں نے یہ تلوار باندھی تھی وہ کام تو پورا نہ ہو سکا یہ بات اُس نے حضرت سے کہی) آپ نے فرمایا کہ سچ سچ بیان کر کہ تو کس لئے آیا ہے اُس نے کہا کہ میں اسی کام کے لئے آیا ہوں جو میں نے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ تو نے اور صفوان نے مقام حجر میں بیٹھ کر کشتگان بدر کا تذکرہ کیا اور تُو نے کہا کہ اگر میں مقروض نہ ہوتا اور مجھے اپنے عیال کی ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تو میں جا کر فوراً محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالتا۔ اس پر صفوان تیرے قرض اور تیرے عیال کی خبر گیری کا متکفل اور ضامن ہوا اور اب تو میرے قتل کے لئے آیا ہے اُس نے ان راز و نیاز کی خفیہ باتوں کا پتہ سنتے ہی صدق دل سے پڑھا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی معبود لائق پرستش نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس بات کی خبر سوائے میرے اور صفوان کے کسی کو نہ تھی۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ پروردگارِ عالم نے ہی آپ کو اس راز کی خبر دی ہے خدائے تعالےٰ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کی باتیں سکھلاؤ۔ قرآن مجید پڑھاؤ اور نیز اس کے قیدی کو بھی چھوڑ دو (بیہقی و طبرانی)

فائدہ اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غیب دان تھے۔ اسی واسطے آپ نے ایک شخص کے دل کی بات بتلا دی کیا اب بھی کوئی شخص آنحضرت کے غیب دان ہونے میں شک کر سکتا ہے۔

۳۱۔ عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا وَابِصَةُ جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ

وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهٗ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ۔

(رواہ احمد والدارمی)

یعنی دارمی میں وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے وابصہ تو پوچھتا ہے نیکی اور گناہ سے۔ میں نے کہا ہاں حضور علیہ السلام نے بغیر وابصہ رضی اللہ عنہ کے بیان کرنے کے اُس کے دل کی بات ظاہر کر دی۔ راوی نے کہا پس حضرت نے اپنی انگلیاں جمع کیں اور انگلیوں سے میرے سینے کو مارا اور فرمایا کہ اپنے نفس (ذات) سے فتویٰ پوچھ اپنے دل سے فتویٰ پوچھ تین بار فرمایا۔ نیکی وہ چیز ہے کہ قرار پکڑے اور مائل ہو اس کی طرف جی اور آرام پکڑے اُس کی طرف دل اور گناہ وہ ہے کہ دل میں چبھے اور سینہ میں شک و تردد کرے اگرچہ لوگ تجھ کو فتویٰ دیں۔

ف: اس حدیث صحیح سے صراحۃً ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں تھے کہ آپ نے ایک صحابی کے دل کی بات بتلا دی اس کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "فیض الغفور فی علم ما فی الصدور" میں ہے۔

حدیث ۳۲: زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کے راستے میں رات کے آخری حصہ میں قیام فرمایا اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ ہمیں نماز کے وقت جگا دیں لیکن بلال رضی اللہ عنہ نیند کے غلبہ کے باعث سو گئے اور باقی صحابی بھی۔ حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ صحابی

صبح بیدار ہو کر نماز کے فوت ہونے کے سبب سے گھبرا اُٹھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو یہ حکم فرمایا کہ سب لوگ سوار ہو کر اس جنگل سے دور چلے جائیں کیونکہ اس میں شیطان مسلط ہے پس اسی وقت صحابہ کرام وہاں سے چل پڑے حتیٰ کہ حضرت نے قیام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب لوگ وضو کریں اور بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نماز کے واسطے اذان اور تکبیر کہے چنانچہ اذان اور تکبیر کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی یعنی صبح کی قضا نماز باجماعت ادا کی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی غافل ہو کر نماز سے سو جائے یا نماز بھول جائے اُسے چاہیئے کہ اس کو ایسے ہی پڑھے جیسا کہ اس کو اُس کے وقت میں پڑھتا تھا۔

پھر حضرت صدیق اکبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّیْقِ فَقَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ اَتٰی بِلَالًا وَّهُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یُهَدِّئُهٗ كَمَا یُهَدَّاُ الصَّبِیُّ حَتّٰی نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الَّذِیْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(رواہ مالک مرسلاً فی المؤطا)

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ پس اُس کو تکیہ لگوایا پھر بڑی دیر تک اس کو تھپکتا رہا۔ جیسے بچہ تھپکا جاتا ہے

حتیٰ کہ وہ گہری نیند سو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال کو پکارا۔ بلال نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ویسی ہی خبر دی جیسی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکر صدیق کو خبر دی تھی۔ ابوبکر صدیق نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ف: اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کے دل کی بات کو بغیر اس کے بتلانے کے ظاہر فرمایا نیز اس روایت سے وہابیہ دیوبندیہ کا وہ اعتراض اٹھ گیا کہ آپ کو علم ہوتا تو نماز کیوں قضا کر دی۔ اس کی مزید تحقیق وجوابات فقیر کی کتاب فیض الغفور میں پڑھیئے۔

حدیث ۳۳: امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو خبر دی کہ کیڑے نے اس صحیفے کی عبارت کو اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا بالکل کھا لیا جس میں قریش نے عہد لکھا تھا کہ بنی ہاشم کی عداوت پر مضبوط رہیں اور ان سے برادری چھوڑ دیں چنانچہ جب قریش نے اس صحیفے کو دیکھا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔

تفصیل واقعہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد جب اسلام مکہ معظمہ میں پھیلا اور بتوں کی مذمت برملا ہونے لگی تو کفار قریش کو بڑا صدمہ ہوا اور مسلمانوں پر انہیں بڑا غصہ آیا تب انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا اور اس بات پر ابوطالب اور دیگر بنی ہاشم راضی نہ ہوئے تب انہوں نے کہا۔ یا تو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دو یا تم سب کے سب ہم سے علیحدہ ہو کر

گھاٹی میں جا رہو اور ہماری تمہاری برادری ختم، نہ ساتھ کھانا اور نہ ساتھ پینا اور نہ ہی ہم تم کسی مجلس میں اکٹھے ہوں۔ الغرض ابوطالب اور بنی ہاشم نے اس بات کو قبول کر لیا اور سب کے سب شعب میں جا رہے اور کفار قریش نے ایک عہد نامہ بعنوان قطع برادری اور استحکام عداوت کا بنی ہاشم کے ساتھ لکھ کے کعبے میں لٹکا دیا اور یہاں تک عداوت پر مستعد ہوئے کہ جو کوئی گاؤں کا آدمی غلہ یا کچھ چیز بیچنے کو لاتا اس کو بھی منع کر دیتے کہ بنی ہاشم کے ہاتھ نہ بیچے۔ تین برس اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھاٹی میں بسر کئے اور بڑی تکلیف اٹھائی اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے مطلع کیا کہ اس عہد نامے کو دیمک کھا گئی ہے جہاں کہیں اس میں اللہ تعالیٰ کا نام تھا اس کو دیمک نے چھوڑ دیا ہے اور باقی سب کچھ کھا لیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے ابوطالب کو مطلع کیا۔ ابوطالب قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح خبر دی ہے تم اس عہد نامہ کو منگوا کر دیکھو۔ اگر یہ بات جھوٹی ثابت ہوگی تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر وہ سچے نکلے تو ہماری تکلیف دہی سے باز آجانا اور ہمیں گھاٹی سے باہر نکلنے دینا۔ چنانچہ انہوں نے وہ صحیفہ منگوا کر دیکھا تو واقعی جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا نام تھا وہ تو قائم تھا اور باقی کو دیمک نے کھا لیا ہوا تھا۔ تب وہ نادم ہوئے اور بنی ہاشم سے کہا کہ تم گھاٹی سے نکل آؤ۔

ف: اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب دان ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ نے کرم خوردہ صحیفہ کی بن دیکھے خبر دی نیز اس وقت کے مخالفین نے دیدہ دانستہ محض بر بنائے ضد اور ہٹ دھرمی کے انکار کر دیا یعنے نبوت کے کمال کا اقرار نہ کیا آج کے مخالفین ذرا سوچیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے انکار سے کس کھاتہ میں پڑ رہے ہیں۔

حدیث ۳۴ ؛ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک انصاری کے جنازے پر تشریف لے گئے دفن سے فارغ ہونے کے بعد اُس انصاری کی بیوی نے آپ کو دعوت کی، آپ اُس گھر میں دعوت کھانے تشریف لے گئے کھانا سلیقہ کے ساتھ آپ کے سامنے چنا گیا۔ آپ نے کھانا شروع کر دیا ابھی ایک لقمہ بھی آپ نے منہ میں رکھا تھا اور نگلا نہیں تھا کہ فوراً تھوک دیا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے چنانچہ تحقیق کی گئی تو اس عورت نے تمام قصہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میں نے ایک آدمی کو نقیع میں جہاں بکریاں چرتی ہیں بکری خریدنے کو بھیجا تھا لیکن وہاں سے دستیاب نہ ہوئی تو پھر میں نے اپنے ایک ہمسائے کے پاس آدمی بھیجا جس کے پاس ایک بکری تھی کہ وہ مجھے بکری قیمتاً دیدے، چونکہ وہ گھر میں موجود نہ تھا اس لئے میں نے اُس کو

بیوی کو کہلا بھیجا۔ اس نے وہ بکری اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر مجھے دیدی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (بیہقی فی الدلائل)

ف ؛ غور کیجئے بکری ذبح ہوگئی اس کا گوشت پک گیا اس کے بعد بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے محض چکھتے ہی فرمایا کہ یہ گوشت ہمارے لائق نہیں یہ ایک ایسا امر ہے جو خصوصیت سے غیب سے متعلق ہے۔ ہاں قیدیوں کے لئے اس لئے جائز ہوا کہ وہ کافر تھے اور چونکہ مال حرام تھا اسی لئے کھانے حرام رفت کا مصداق بنا۔

حدیث ۳۵ ؛ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِّنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ
شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ
مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ
فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَّمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ
اَخْبَرَتْنِيْ هٰذِهٖ فِيْ يَدِيْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ
(الحدیث رواہ الدارمی و ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق ایک یہودی عورت نے اہل خیبر میں سے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا پھر اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تحفہ لائی پس آپ نے دست میں لیا اور اس میں سے کھایا اور صحابہ نے آپ کے ساتھ کھایا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے ہاتھ اٹھالو اور ایک آدمی کو یہودیہ کی طرف بھیجا اس کو بلایا وہ حاضر ہوئی آپ نے فرمایا کہ تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے یہودیہ نے کہا کہ تم کو کس نے خبر دی آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس نے خبر دی کہ میرے ہاتھ میں ہے فرمایا اشارہ کر کے دست کیطرف یہودیہ نے یہ کہا کہ ہاں میں نے اس میں زہر ملایا ہے۔

ف ؛ اس حدیث صحیح سے صاف ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب دان تھے کیونکہ آپ نے مجلس دعوت میں علانیہ طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے جو بعد تحقیق کرنے کے صحیح ثابت ہو گیا یہ غیب نہیں ہے تو اور کیا ہے لیکن ؎
دیدۂ کور کو نہ آئے نظر تو کیا دیکھے

حدیث ۳۶ ؛

عَنْ سَعْدِ بْنِ الْاَطْوَلِ قَالَ قَالَ مَاتَ اَخِيْ وَتَرَكَ
ثَلٰثَ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَتَرَكَ وُلْدًا صِغَارًا فَاَرَدْتُّ اَنْ اُنْفِقَ
عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ أَخَاكَ مَحْبُوْسٌ بِدَيْنِهِ فَاقْضِ عَنْهُ فَذَهَبْتُ قَالَ قَضَيْتُ عَنْهُ وَلَمْ تَبْقَ إِلَّا امْرَأَةٌ تَدَّعِي دِيْنَارَيْنِ وَلَيْسَتْ لَهَا بَيِّنَةٌ قَالَ أَعْطِهَا فَإِنَّهَا صَادِقَةٌ .

(رواہ احمد)

حضرت سعد بن اطول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میرا بھائی مرگیا اور وہ تین سو دینار اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا میں نے چاہا کہ ان پر خرچ کروں (یعنی اس کا قرض ادا نہ کروں) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تیرا بھائی قرض کے بدلے قید کیا گیا ہے (یعنی عالم برزخ میں قید ہے کہ وہاں کی نعمتوں اور صالحین کے پاس نہیں پہنچ سکتا) اس کی طرف سے ادا کر سعد نے کہا کہ میں نے اس کی طرف سے قرض ادا کیا اور نہیں باقی رہی مگر ایک عورت کہ دعویٰ کرتی ہے دو دینار کا اور اس کا کوئی گواہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو دے دے کہ وہ بالتحقیق سچی ہے۔

اس حدیث کے آخری جملے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ عورت جس نے تیرے بھائی سے دو دینار قرضہ لینا ہے اور جس کا کوئی گواہ موجود نہیں ہے اس کو ضرور دے دے کیونکہ وہ سچی ہے۔

دیکھئے آپ نے بغیر چشم دید شہادت کے محض غیب دانی سے اس کی تصدیق کی۔

حدیث ۳۷: عَنْ شَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى

صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَقَرَءَ الرُّوْمَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّوْنَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُوْنَ الطُّهُوْرَ وَإِنَّمَا يُلَبِّسُ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ أُولٰٓئِكَ ،

(رواہ النسائی ومشکوٰۃ کتاب الطہارت)

یعنی نسائی شریف میں شبیب بن ابی روح سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی کہ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورۂ روم کو پڑھا تو آپ کو متشابہ ہوا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھا وضو نہیں کرتے سوائے اس کے نہیں کہ یہ لوگ قرأت قرآن مجید میں ہم پر اشتباہ ڈالتے ہیں۔

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کیونکہ جب آپ کو قرأت میں متشابہ ہوا تو آپ کو فوراً اس کا سبب معلوم ہو گیا کہ کسی مقتدی نے وضو کرنے میں کوئی سنت ترک کی ہے چنانچہ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر برملا ارشاد فرمایا۔

حدیث ۳۸: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوجہل کی مٹھی کی چیز کو بلا دیکھے برسر اجلاس غیب دانی سے بتلا دیا چنانچہ اس قصہ کو مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ مثنوی معنوی میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔ ؎

سنگہا اندر کف بوجہل بود ۔۔۔ گفت اے احمد بگو ایں چیست زود
گر رسولی چیست در مشتم نہاں ۔۔۔ چوں خبر داری ز رازِ آسماں

یعنی ایک دن ابوجہل چند کنکریاں ہاتھ میں لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جلدی سے بتلایئے کہ میری مٹھی میں کیا چیز ہے اگر تم نبی ہو جبکہ آپ آسمان کی خبر رکھتے ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے جواب دیا اور کیا خوب جواب دیا ؎

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست — یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آیا تو یہی چاہتا ہے کہ میں یہی بتا دوں کہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے یا یہ کہ وہ چیز جو تیرے ہاتھ میں ہے مجھ کو بتلا دے کہ میں نبی اور رسول ہوں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ ابوجہل متعجب ہو کر یوں بول اٹھا ؎

گفت بوجہل ایں دوم نادر تر است — گفت آرے حق ازاں قادر تر است

یعنی ابوجہل نے کہا کہ یہ دوسری بات تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔ یعنی اگر یہ ہو جائے تو اور بھی خوب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے مولائے کریم کو اس سے بھی زیادہ قدرت اور طاقت ہے۔

پھر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی غیب دانی کا ثبوت یوں علانیہ بتلاتے ہیں ؎

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست — بشنو از ہر یک تو تسبیحِ درست

یعنی پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اول تو یہ کہ تیرے ہاتھ میں چھ سنگریزے (کنکر) ہیں اور دوسری بات کے لئے کان لگا کر سن کہ ان میں سے ہر ایک کیا کیا تسبیح پڑھتا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ جونہی اس بدبخت نے کان لگا کر سنا تو یوں آواز آئی ؎

از میانِ مشتِ او ہر پارہ سنگ — در شہادت گفتن آمد بے درنگ

لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت — گوہرِ احمد رسول اللہ سفت

یعنی اس کی مٹھی میں سے ہر ایک سنگریزے نے بلا توقف کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کر دیا وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہتے تھے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کے الفاظ موتی کی طرح پروتے تھے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ اس ازلی بدبخت نے جونہی یہ کلمات سنے تو اس نے بجائے کلمۂ شہادت پڑھنے کے یہ کہا ؎

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں — زود زد خشم آں سنگہا را بر زمیں

گفت نبود مثلِ تو ساحر دگر — ساحراں را سر توئی و تاجِ سر

یعنی جب ابوجہل نے سنگریزوں سے کلمۂ شہادت کی آواز سنی تو غصہ میں آ کر ان سنگریزوں کو زمین پر دے مارا اور کہنے لگا کہ تیرے جیسا اور تیری مانند دنیا میں کوئی ساحر نہ ہوگا۔ تو ساحروں کا سردار اور سر تاج ہے (نعوذ باللہ)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خاک بر فرقش کہ بد کور و لعین — چشمِ او ابلیس آمد خاک بیں

یعنی اس ابوجہل کے سر پر خاک پڑے کہ اندھا اور ملعون تھا اس کی نگاہ ابلیس کی طرح خاک بیں تھی کہ اس نے آدم علیہ السلام کے مادۂ طین کو تو دیکھا مگر ان کے کمالات کو تکبر کے باعث نہ دیکھا۔ اسی طرح ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری بشریت کو دیکھا مگر آپ کے کمالاتِ نبوت کو تکبر کی وجہ سے نہ دیکھا۔

پھر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت　　رفت در خشم و بسوئے خانہ رفت

رہ گرفت و رفت از پیشِ رسول　　او فتاد اندر چہ آں زشتِ جہول

معجزہ را دید و شد بدبخت و رفت　　سوئے کفر و زندقہ بس تیز رفت

یعنی ابوجہل نے جب آپ کا یہ معجزہ دیکھا تو غصہ سے بھرا ہوا گھر کی طرف چلا آیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے چلتا بنا اور وہ بڑا جاہل چاہِ ضلالت میں جا گرا ایسا بڑا معجزہ دیکھ کر اور زیادہ بدبخت اور سخت ہو گیا کفر اور بے دینی کی طرف اور زیادہ تیز چلنے لگا۔

اس معجزہ پر فقیر نے بہت بڑی اچھی تحقیق لکھی ہے اگر مزید تحقیق مطلوب ہو تو فقیر کی کتاب "نشر تقریر" اور "شرح مثنوی مسمیٰ بہ صدائے نور" مصنف فقیر اویسی پڑھیے۔

۳۹ — عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَفَاضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ وَاَمَرَهُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَاَوْضَعَ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّرْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ وَقَالَ لَعَلِّيْ لَا اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا

(رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ فی کتاب المناسک)

یعنی ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے چلے اور آپ پر تھی تسکین چلنے میں اور لوگوں کو آہستہ چلنے کا حکم کیا اور اپنی اونٹنی کو میدانِ محسر میں جلدی چلانا اور لوگوں کو حکم کیا یہ کہ ماریں مانند کنکریوں خذف کے یعنی چنے چنے برابر

اور آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ شاید میں تم کو اس برس کے بعد نہ دیکھوں گا (یعنی میرا وصال ہو جائے گا) چنانچہ آئندہ سال آپ کا وصال ہو گیا۔

(مظاہر حق)

اس حدیثِ صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں ہیں کیونکہ آپ نے اپنے وصال کی اطلاع پہلے ہم سے دیدی اور یہ بھی "علم ما فی الغد" میں سے ہے جو علومِ خمسہ میں سے ایک ہے جسے مخالفین شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

حدیث ۴۰

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهٗ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ اَشَدَّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِيْ تَحَدَّثْتَ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَكْبَرُ

أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ يَا بِلَالُ فَأَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

(رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کہا ہم حاضر ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں میں سے ایک شخص کے حق میں جو آپ کے ہمراہ تھے باوجودیکہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتا تھا کہ یہ شخص دوزخی ہے جب جنگ کا وقت آیا تو وہ شخص کافروں سے بڑا سخت لڑا اور اس کو بہت سخت زخم لگے۔ ایک شخص آیا متعجب ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ کو اس شخص کی حقیقت حال کی خبر دو کہ آپ فرماتے ہیں وہ دوزخیوں میں سے ہے تحقیق وہ راہ خدا میں بڑا سخت لڑا ہے اس کو بہت زخم آئے ہیں (یعنی اس کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ بہشتی ہے) آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ پس قریب تھے بعض لوگ کہ آپ کی خبر کی تصدیق میں شک کریں کہ باوجود اس کی اس جد وجہد کے لڑنے میں کیونکر فرماتے ہیں کہ وہ دوزخی ہے پس اس اثنا میں کہ وہ اس حال پر تھا ناگہاں اس کے زخموں کا درد پایا تو اس نے اپنی ترکش کی طرف اپنے ہاتھ سے قصد کیا اور تیر کو کھینچکر اس سے اپنا سینہ کاٹا (ایک روایت میں ہے کہ اس نے تلوار سے کاٹا) اُسی وقت کئی ایک مسلمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کی بات کو اللہ تعالےٰ نے سچا کیا تو

آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے تحقیق فلاں نے اپنا سینہ کاٹا اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ بہت بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں بندہ خدا ہوں اور اس کا رسول۔ اے بلال اُٹھ اور لوگوں کو اس بات کی اطلاع کردے کہ بہشت میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہ ہوگا اور تحقیق اللہ تعالےٰ اس دین کو قوی کرتا ہے بسبب فاجر اور جہاد اور قتال اُس کے کے۔

اس حدیث صحیح سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب دان ہیں چنانچہ اسی واسطے آپ نے کھلم کھلا فرمادیا کہ فلاں مسلمان دوزخی ہے اور اس کی وجہ بھی بتلادی اور اسے بھی مافی الغد سے تعلق ہے جو علوم خمسہ سے متعلق ہے جس کے متعلق مخالفین شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

حدیث (۴۱)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا كَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَرْضَ لَا تَقْبَلُهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَّهُ أَتَى الْأَرْضَ الَّتِي مَاتَ فِيْهَا فَوَجَدَهُ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَا شَأْنُ هٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْأَرْضُ

(متفق علیہ)

یعنی صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے

وحی لکھتا تھا وہ مرتد ہو گیا اور اسلام سے پھر گیا اور مشرکوں کے ساتھ جا ملا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق زمین اس کو قبول نہیں کریگی۔ انس نے کہا کہ مجھ کو ابو طلحہ نے کہ انس کی ماں کے خاوند تھے یہ خبر دی کہ ابو طلحہ اس زمین میں آئے جہاں وہ شخص مرا تھا اور دفن ہوا تھا ابو طلحہ نے اس کو قبر سے باہر پڑا ہوا پایا۔ ابو طلحہ نے پوچھا کہ اس شخص کا کیا حال ہے کہ قبر سے باہر پڑا ہوا ہے لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو کئی بار دفن کیا مگر زمین نے اس کو قبول نہیں کیا۔

اس حدیث صحیح سے نمایاں طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب داں ہیں کیونکہ آپ نے علانیہ طور پر فرما دیا کہ فلاں مرتد قبر میں نہیں رہنے پائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کیا یہ غیب کی خبر نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر انکار کیوں معلوم ہوتا ہے کہ منکرینو کے دل میں ہے کالا کالا۔

حدیث ۳۲ء

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزْوَۃَ تَبُوْکَ فَاَتَیْنَا وَادِیَ الْقُرٰی عَلٰی حَدِیْقَۃٍ لِّامْرَاَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُخْرُصُوْھَا فَخَرَصْنَاھَا وَخَرَصَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ وَقَالَ اَحْصِیْھَا حَتّٰی نَرْجِعَ اِلَیْکِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَانْطَلَقْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا تَبُوْکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَھُبُّ عَلَیْکُمُ اللَّیْلَۃَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَلَا یَقُمْ فِیْھَا اَحَدٌ فَمَنْ کَانَ لَہٗ بَعِیْرٌ فَلْیَشُدَّ عِقَالَہٗ

فَھَبَّتْ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْہُ الرِّیْحُ حَتّٰی اَلْقَتْہُ بِجَبَلِ طَیٍّ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰی بَلَغْنَا وَادِیَ الْقُرٰی فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَۃَ عَنْ حَدِیْقَتِھَا کَمْ بَلَغَ ثَمَرُھَا فَقَالَتْ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ

(متفق علیہ)

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں ابو حمید ساعدی سے روایت ہے کہ کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے غزوہ تبوک میں نکلے۔ ہم وادی قریٰ میں آئے اور ایک باغیچہ پر گئے جو ایک عورت کا تھا پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے درختوں کے میووں کا اندازہ کرو کہ کس قدر ہے پس ہم نے اس کا اندازہ کیا مختلف جیسا کہ کسی کے قیاس میں آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو دس وسق اندازہ کیا اور حضرت نے اس عورت کو فرمایا کہ اس کے وسقوں کی گنتی یاد رکھنا جس وقت کہ تو اس کو وزن کرے یہاں تک کہ ہم تیری طرف اس سفر سے پھر کر آئیں اگر چاہے اللہ تعالیٰ اور ہم چلے یہاں تک کہ ہم تبوک میں پہنچے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ آج کی رات تم پر سخت ہوا چلے پس کوئی نہ کھڑا ہووے اس لئے کہ اس کو ضرر پہنچے گا اور جس کسی کا اونٹ ہووے چاہئے کہ اس کا پاؤں خوب باندھے پس سخت ہوا چلی۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس کو ہوا نے اٹھایا یہاں تک کہ اس کو طے کے دونوں پہاڑوں میں پھینک دیا پھر ہم مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ ہم وادی

قریب ہیں آتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اُس کے باغ کا حال پوچھا کہ اس کا میوہ کتنا ہوا۔ اُس عورت نے کہا کہ دس وسق کو پہنچا۔

اس حدیث صحیح سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب والو ہونا صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے درختوں میں لگے ہوئے میووں کا وزن صحیح صحیح بتلا دیا۔ چنانچہ جب ان کو درختوں پر سے اُتار کر تولا گیا تو واقعی اُتنا ہی وزن نکلا جتنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کیا اب بھی کوئی شخص آپ کے غیب داں ہونے کا انکار کریگا ہاں سنجیدہ انسان کو تو انکار نہ ہوگا لیکن ضدی کا علاج نہ ہمارے پاس ہے اور نہ قدرت نے ایسے کا علاج بنایا ہے کیونکہ ایسے لوگ ازل کے بدبخت ہوتے ہیں جنکی قسمت کے تالے بند ہوتے ہیں جنہیں کوئی نہیں کھول سکتا۔

حدیث ۴۳:

عَنْ اُنَیْسَۃَ بِنْتِ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنْ اَبِیْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی زَیْدٍ یَعُوْدُہٗ مِنْ مَرَضٍ کَانَ بِہٖ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْ مَرَضِکَ بَأْسٌ وَلٰکِنْ کَیْفَ لَکَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِیْ فَعَمِیْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ اِذًا تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ قَالَ فَعَمِیَ بَعْدَ مَا مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَصَرَہٗ ثُمَّ مَاتَ

(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

یعنی بیہقی نے دلائل النبوت میں زید بن ارقم کی بیٹی انیسہ

رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اس حالت میں کہ اُس کی عیادت کرتے تھے بسبب بیماری کے آپ نے فرمایا کہ تجھ پر تیری بیماری کے سبب سے ڈر نہیں لیکن تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تیری عمر میرے پیچھے دراز ہوگی پس تو اندھا ہو جائے گا زید نے کہا کہ میں حکم رب پر صبر کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو بہشت میں بلا حساب داخل ہوگا راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی پھر اللہ تعالےٰ نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بینائی عطا فرمائی۔ پھر وہ انتقال کر گئے۔

ف: اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب جاننا صراحۃً ثابت ہوا کیونکہ آپ نے ایک صحابی کو کھلم کھلا فرمایا کہ تو اندھا ہو جائے گا چنانچہ وہ کچھ عرصے کے بعد نابینا ہو گئے۔ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث ۴۴:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ الْفَضْلِ قَالَتْ مَرَرْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّکِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِ فَأْتِیْنِیْ بِہٖ قَالَتْ فَلَمَّا وَلَدْتُہٗ اَتَیْتُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُسْرٰی وَاَلْبَاہُ مِنْ رِیْقِہٖ وَسَمَّاہُ عَبْدَ اللّٰہِ وَقَالَ اِذْھَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَاءِ

فَاَخْبَرْتُ الْعَبَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا لَبَّاسًا فَلَبِسَ ثِيَابَهُ
ثُمَّ اَتَى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَصُرَ بِهِ
قَامَ فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا
شَيْئٌ اَخْبَرَتْنِيْ بِهِ اُمُّ الْفَضْلِ قَالَ هُوَ مَا اَخْبَرَتْكَ هٰذَا
اَبُو الْخُلَفَاءِ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰى يَكُوْنَ
مِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمْ مَنْ يُصَلِّيْ
بِعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ص۳۰ ج۲ وکذا فی تاریخ الخلفاء ص۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حدیث بیان کی ام الفضل نے (اسمہا لبابہ بنت الحارث الہلالیہ امرأۃ العباس بن عبد المطلب) کہا ام الفضل نے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذری تو آپ نے فرمایا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو جنے تو لڑکا میرے پاس لانا تو ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا تو جب میں نے اس کو جنا تو اس مولود کو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں لائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے دائیں کان میں اذان فرمائی اور بائیں کان میں اقامت اور اپنی تھوک مبارک اس کو چبایا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا اور فرمایا کہ ابو الخلفاء کو لے جا تو میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی اور آپ ستھرا لباس رکھنے والے تھے آپ نے فوراً لباس بدلا پھر دربار رسالت میں تشریف لائے جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کھڑے ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے میری ماں سے کیا فرمایا جو مجھے اب خبر دیتی ہیں آپ نے فرمایا میں نے خبر دی کہ تیرے پیٹ میں ابو الخلفاء ہے اور اسی سے سفاح پیدا ہوگا اور مہدی بھی جو عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرے گا۔

ف: یہ حدیث پاک بھی منجملہ ان علوم خمسہ سے ہے جسے مخالفین شرک سے تعبیر کرتے ہیں یہاں صرف ابو الخلفاء حضرت ابن عباس کی ولادت کی خبر نہیں بلکہ قیامت تک جملہ اولاد عباس کی اجمالی فہرست بیان فرمادی اگرچہ تفصیل بھی اس سے اوجھل نہ تھی۔ فقیر نے "نور الہدیٰ فی علوم ماذا تکسب غدا" ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے اسے ضرور پڑھئے۔

ویسے علم غیب کی چند روایات لکھی گئی ہیں تاکہ کتاب طویل نہ ہو تفصیل "علم الغیب فی الاحادیث" میں ہے۔

باب چہارم

اقوال علمائے اسلام

قرآن وحدیث کے استدلال کے بعد اب ہم ان علمائے اسلام کے اقوال پیش کرتے ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور صحیح معنیٰ وارثین مبین ہیں جن کے ذریعے ہمیں اسلام حاصل ہوا۔ ان کے عقائد کے ساتھ ہمارا عقیدہ وطریقہ ملتا ہے تو مبارک ورنہ یقین مانیے کہ کہیں سے کڑی ٹوٹی ہوئی ہے۔ تفصیل ہم نے اپنے رسالہ زواھر الجنان میں لکھی ہے۔ اس کا عرفی نام علم رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مہکتے پھول ہے۔ اس سے چند حوالہ جات حاضر ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

(۱) علامہ خرپوتی از قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کر کے اپنی شرح قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں کہ۔

خَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْاِطِّلَاعِ عَلٰى جَمِيْعِ مَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ وَمَصَالِحِ اُمَّتِهٖ وَكَانَ فِى الْاُمَمِ وَمَا سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِهٖ مِنَ النَّقِيْرِ وَالْقِطْمِيْرِ وَعَلٰى جَمِيْعِ فُنُوْنِ الْمَعَارِفِ كَاَحْوَالِ الْقَلْبِ وَالْفَرَائِضِ وَالْعِبَادَةِ وَالْحِسَابِ۔

اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا تمام دینی ودنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرما کر اور اپنی امت کی مصلحت اور گذشتہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمایا اور تمامی معرفت کے فنون پر مطلع فرمایا جیسے دل کے حالات، فرائض عبادات اور علم حساب۔

(۲) امام محمد ابن حاج مکی مدخل ص۲۵۲ ج۱ اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ ص مع شرح زرقانی ص۳۴۸ اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں۔

لا فرق بين موته وحياته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذالك عنده جلى لا خفاء به

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیتوں ان کے ارادوں ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا پوشیدگی نہیں۔

(۳) امام رحمۃ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط علی قاری مکی کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں۔

انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك اى بجميع احوالك وافعالك وارتحالك ومقامك۔

بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔

(۴) علامہ حسن نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر غرائب الفرقان میں آیہ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

قل لا اقول لكم يقل ليس عندى خزائن الله يعلم ان خزائن الله وهو العلم بحقائق الاشياء وماهيا تها عنده

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکنہ یکلم الناس علی قدر عقولہم ولا اعلم الغیب ای لا اقول لکم ھذا مع انہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمت ما کان وما سیکون

یعنی اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ اے نبی فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں بیان فرماتے ہیں اور وہ خزانے تمام چیزوں کی حقیقت و ماہیت کا علم ہے پھر فرمایا اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے ورنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو گذرا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مجھے ملا۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے

قام فینا النبی صلے اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم

ایک بار سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا

(۷) امام اجل محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

الواحد بجمیع المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا وفی ایراد ذالک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ

تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرمائے اور اس سب بیان کا ایک مجلس میں فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے

(۸) امام حافظ الحدیث عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔

دل ذالک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذالک الاخبار عن المبدء والمعاش والمعاد وفی تیسیر ذالک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک اوٹھائی جائے گی سب بیان فرمائے تو یہ بیان اقدس شروع آفرینش و دنیا و حشر سب کو محیط تھا اور یہ سب کا ایک مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

(۹) امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ طیبی رحمہ اللہ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای اخبرنا مبتدئا من بدء الخلق حتی انتھی الی دخول اھل الجنۃ الجنۃ دل ذالک علی انہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اخبر بجمیع

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت پیدا ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک پھر زندہ کیجئے گی سب

احوال المخلوقات منذا بتدئت الیٰ ان تنفنی الیٰ ان تبعث وھذا من خوارق العادات ففیہ تیسیر القول الکثیر فی الزمن القلیل	بیان فرمادیے اور یہ معجزہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کے لیے اتنا کثیر کلام اتنے قلیل زمانے میں آسان فرمادیا۔

(۱۱) علامہ علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس طرح فرمایا۔ ان کی یہی عبارت اور دیگر عبارات سوال وجواب میں لکھی ہیں۔

ف : ان شارحین رحمہم اللہ کے اقوال کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے

ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

صلے بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فنزل فصلے ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلے ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا واحفظنا

ایک دن رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح پڑھاکر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا اس دن حضور نے ماکان ومایکون بتادیا ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا

(۱۲) امام محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

فان من جودک الدنیا وضرتہا	ومن علومک علم اللوح والقلم

ترجمہ: یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح

وقلم کا علم (جس میں تمام ماکان ومایکون ہے) حضور کے علم سے ایک ٹکڑہ ہے۔

(۱۳) حضرت علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

علمہما انما یکون سطرا من سطور علمہ ثم مع ھذا من برکۃ وجودہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	لوح وقلم کا تمام علم جس میں ماکان ومایکون سب بالتفصیل مندرج ہے، حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفتر علم سے ایک سطر ہے پھر یہ بھی وہ حضور ہی کی برکت سے ہے۔

(۱۴) ام القریٰ شریف میں فرمایا۔

وسع العالمین علماء	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علم تمام جہان کو محیط ہے۔

(۱۵) امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والآخرین ماکان ومایکون	اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی تو اولین وآخرین ماکان وما یکون سب کا علم حضور کو حاصل ہوا۔

(۱۶/۱۷) امام زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ شرح مہذب اور علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

انہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ قیام الساعۃ فعرفہم کلہم کما علم آدم الاسماء	اللہ عزوجل کی جتنی مخلوق ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیام قیامت تک سب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئی تو حضور نے سب کو پہچان لیا جسطرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

(۱۸) مدارج شریف میں ہے۔

ہر چہ در دنیا ست از زمان آدم تا اوان نفخہ اولیٰ بروے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے از اں احوال خبر داد

(۱۹) نیز فرماتے ہیں۔

قدس سرہٗ ھو بکل شیئ علیم وی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا ست ہمہ چیز از شیونات واحکام الٰہی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار وبجمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اتمہا واکملہا۔

(۲۰) تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ ھذا الاستثناء راجع الی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان قیل من ذالذی یشفع عندہ یوم القیمۃ الا عبدہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعلم محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما بین ایدیھم من اولیات الامر قبل خلق الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ

کون ہے جو اللہ عزوجل کے حضور شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ یہ استثناء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف راجع ہے گویا ارشاد ہوتا ہے کون ہے کہ قیامت میں اس کے حضور شفاعت کرے سوا اس کے بندے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں جو کچھ ان کے آگے ہے

ان ابتدائی باتوں سے جو پیدائش مخلوقات سے بھی پہلے تھیں اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

ف: احوال قیامت پر مفصل اور نہایت عجیب وغریب امور فقیر کی کتاب نور الھدیٰ فی علوم ما فی الغد معروف "کل کیا ہوگا" پڑھیے۔

(۲۱) تفسیر روح البیان میں ہے

ما انت بنعمۃ ربک بمجنون بمستور عما کان من الازل وما سیکون الی الابد لان الجنون ھو الستر بل انت عالم بما کان خبیر بما سیکون	یعنی رب عزوجل اپنے حبیب اکرم سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ روز ازل سے جو کچھ ہوا اور روز آخر تک جو کچھ ہوگا تمہارے رب کے فضل سے تم پر کچھ پوشیدہ نہیں تم ما کان وما یکون کے عالم اور خبیر ہو۔

ان مفسرین ومحدثین کے اقوال کی تصدیق وتائید قرآن کی آیات اور احادیث کی تصریحات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ قرآن عظیم نے صاف فرمایا۔

نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ	اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا ہر شے کا روشن بیان کرنے کو

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا۔

علمت ما بین المشرق والمغرب علمت ما فی السموات والارض تجلی لی کل شیئ وعرفت	میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور مجھ پر ہر شے روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

(۲۲) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال بد ونیک شمارا واخلاق ونفاق شمارا، لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع درحق امت مقبول وواجب العمل است۔

کہ حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے۔ پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو، تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک وبد اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی ص۲۳۶ ج ۱)

(۲۳) حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

باچندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقیست و بر اعمال امت حاضر وناظر است

اس اختلاف وکثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر تاویل ومجاز کے احتمال کے زندہ ہیں دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔

(حاشیہ اخبار الاخیار ص)

ف: حضرت شاہ عبدالحق اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہما وہ مسلم ہستیاں ہیں جن کی ہر بات واجب التسلیم ہے، اہل علم وفضل ان حضرات کے علم وفضل زہد وتقویٰ کو خوب جانتے ہیں ان حضرات کا یہ فرمانا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے ہر چیز کا علم رکھتے ہیں تو پھر انکار کیوں۔

(۲۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں شیخ ابوالرضا رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

"کہ اگر ایک چیونٹی تحت الثریٰ میں ہو اور اس کے دل میں سو خیالات ہوں تو میں ان میں سے ننانوے خیالات کو جانتا ہوں۔"

ف: جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء و اولیاء کے علم ما فی الصدور کا یہ حال ہے تو آقائے کائنات امام الانبیاء والاولیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

(۲۵) ملا علی قاری رحمۃ اللہ تلقیح تمر کے جواب دیتے ہوئے شرح شفا میں لکھتے ہیں۔

خصہ من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ای مایتم بہ اصلاح الامور الدنیویۃ والاخرویۃ واستشکل بانہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد الانصار یلقحون النخل فقال لو ترکتموہ فترکوہ فلم یخرج شیئاً واخرج شیصا فقال انتم اعلم بامر دنیاکم واجیب بانہ انما کان ظناً منہ لا وحیا قال الشیخ السید محمد السنوسی اراد ان یحملہم علی خرق العوائد فی ذالک الی باب التوکل وما ھنالک فلم یتمثلوا فقال انتم اعرف بدنیاکم ولو امتثلوا وتحملوا فی سنۃ وسنتین لکفوا

امر هذه المحنة

یعنی ماتن نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع جمیع مصالح دنیا و دین کے ساتھ خاص کیا۔ شارح نے ایک اشکال تلقیح تمر کا پیش کر کے جواب اس کا شیخ سنوسی سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خرق و خلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے کا اور باب توکل کی طرف منتہی ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے فرمانبرداری نہ کی اور جلدی کی تو آپ نے فرمایا کہ اپنے دنیا کے کام کو تم بخوبی جانتے ہو اگر وہ سال دو سال تلقیح نہ کرتے اور ترک تلقیح میں آپ کی پیروی کرتے تو اس محنت تلقیح سے چھوٹ جاتے اس کے بعد شارح فرماتے ہیں وھو فی غایۃ اللطافۃ اور یہ جواب نہایت ہی لطیف ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب کو نہایت پسند کیا۔

اس کے علاوہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح شفاء جلد دوم میں ارقام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

کہ تلقیح تمر سے جو آپ نے منع فرمایا تھا اس میں آپ مصیب تھے یعنی آپ سے غلطی نہیں بلکہ صحابہ کرام نے جلدی کی۔ اگر سال دو سال نقصان تمر پر صبر کرتے تو پھل بکثرت پاتے۔

تلقیح تمر کی تحقیق اور مزید جوابات فقیر نے "علم غیب احادیث رسول" میں لکھ دیے ہیں۔

(۲۶) امام شعرانی رحمہ اللہ نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ

العارف من جعل اللہ تعالٰی فی قلبہ لوحاً منقوشاً باسرار الموجودات فلا تحرک حرکۃ ظاهرۃ ولا باطنۃ

فی الملک والملکوت الا ویشهدها علما وکشفا

ترجمہ: عارف وہ ہے جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی ہے جس میں جملہ موجودات کے تمام اسرار منقوش ملک و ملکوت میں ظاہری و باطنی کوئی حرکت نہیں ہوتی ہے وہ اپنے علم و کشف سے نہ دیکھتا ہو۔

(۲۷) یہی امام شعرانی قدس سرہ الجواہر والدرر میں فرماتے ہیں۔

الکامل قلبہ مرآۃ الوجود العلوی والسفلی کلہ علی التفصیل	کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بدرجہ اتم تفصیل ہے۔

(۲۸) حضرت شیخ علامہ عبد العزیز دباغ قدس سرہ نے فرمایا کہ

وَاَقْوَی الْاَرْوَاحِ فِیْ ذٰلِكَ رُوْحُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا لَمْ یُحْجَبْ عَنْهَا شَیْءٌ مِنَ الْعَالَمِ فَهِیَ مُطَّلِعَةٌ عَلٰی عَرْشِهٖ وَعُلُوِّهٖ وَسُفْلِهٖ وَدُنْیَاهُ وَاٰخِرَتِهٖ وَنَارِهٖ وَجَنَّتِهٖ لِاَنَّ جَمِیْعَ ذٰلِكَ خُلِقَ لِاَجْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَمْیِیْزُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَارِقٌ لِهٰذِهِ الْعَوَالِمِ بِاَسْرِهَا فَعِنْدَهٗ تَمْیِیْزٌ فِیْ اَجْرَامِ السَّمٰوٰتِ مِنْ اَیْنَ خُلِقَتْ وَمَتٰی خُلِقَتْ وَلِمَ خُلِقَتْ وَاِلٰی اَیْنَ تَصِیْرُ فِیْ جِرْمِ كُلِّ سَمَاءٍ وَعِنْدَهٗ تَمْیِیْزٌ فِیْ مَلٰٓئِكَةِ كُلِّ سَمَاءٍ وَاَیْنَ خُلِقُوْا وَمَتٰی خُلِقُوْا وَاِلٰی اَیْنَ یَصِیْرُوْنَ وَتَمْیِیْزُ اِخْتِلَافِ مَرَاتِبِهِمْ وَمُنْتَهٰی دَرَجَاتِهِمْ وَعِنْدَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ تَمْیِیْزٌ فِی الْحُجُبِ السَّبْعِیْنَ وَمَلٰٓئِكَةِ كُلِّ حِجَابٍ عَلَی الصِّفَةِ السَّابِقَةِ وَعِنْدَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ تَمْیِیْزٌ فِیْ اَجْرَامِ النَّیِّرَةِ الَّتِیْ فِی الْعَالَمِ الْعُلْوِیِّ مِثْلَ النُّجُوْمِ وَالشَّمْسِ

وَالْقَمَرِ وَاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْبَرْزَخِ وَالْاَرْوَاحِ الَّتِیْ فِیْهِ عَلَی الْوَصْفِ السَّابِقِ وَکَذَا عِنْدَهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَمْیِیْزٌ فِی الْجِنَانِ وَدَرَجَاتِهَا وَعَدَدِ سُکَّانِهَا وَمَقَامَاتِهِمْ فِیْهَا وَکَذَا مَا بَقِیَ مِنَ الْعَوَالِمِ وَلَیْسَ فِیْ هٰذَا مُزَاحَمَةٌ لِلْعِلْمِ الْقَدِیْمِ الْاَزَلِیِّ الَّذِیْ لَا نِهَایَةَ لِمَعْلُوْمَاتِهٖ وَذٰلِكَ لِاَنَّ مَا فِی الْعِلْمِ الْقَدِیْمِ یَنْحَصِرُ فِیْ هٰذِهِ الْعَوَالِمِ فَاِنَّ اَسْرَارَ الرُّبُوْبِیَّةِ وَاَوْصَافَ الْاُلُوْهِیَّةِ الَّتِیْ لَا نِهَایَةَ لَهَا لَیْسَتْ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ فِیْ شَیْءٍ

یعنی اس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور اس کی بلندی پستی دنیا و آخرت جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے کیونکہ یہ سب اسی ذات مجمع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔ آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے آپ کے پاس اجرام سماوات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے کیوں پیدا کئے گئے کیا ہو جائیں گے اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب اور تشابہ درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے عالم علوی کے اجرام نیرہ ستارے سورج چاند لوح وقلم برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہے اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کے مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی اور مقامات

سب معلوم ہیں۔ ایسے ہی باقی تمام جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم کے معلومات اس عالم میں منحصر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت اور صفات الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم میں سے نہیں۔

دیکھئے صاحب کتاب الابریز کیسی صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کی روح اقدس سے عالم کی کوئی چیز عرشی ہو یا فرشی دنیا کی ہو یا آخرت کی پردہ اور حجاب میں نہیں حضور سب کے عالم ہیں اور ذرہ ذرہ حضور پر ظاہر و روشن ہے باایں ہمہ حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور حضور کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہو متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت ہی کیا!

(۲۹) یہی صاحب ابریز اپنی کتاب ابریز شریف میں لکھتے ہیں۔

ما السمٰوات السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الا الحلقة ملقاة فی فلاة من الارض	ساتوں آسمان ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہے جیسے کسی میدان لق ودق میں ایک چھلا پڑا ہو۔

ف: مخالفین جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم سے واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت کیا جانیں جب حضور کے علم کی وسعت سنتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے کیا زیادہ ہوگا بس خدا اور رسول کو برابر کر دیا۔ یہ ان کی سخت نادانی ہے کہ وہ علم الٰہی کو عالم میں منحصر خیال کریں۔ یا علم متناہی کے برابر ٹھہرائیں۔ مسلمان ان دونوں میں فرق کرتے ہیں۔ حضور کے علم کو اس کی وسعت کے ساتھ تسلیم کرتے اور عطائے الٰہی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور علم الٰہی کو اس کی بے مثال عظمت کے ساتھ مخصوص بحق مانتے ہیں۔ درحقیقت

علم نبی کریم کا انکار کرنیوالے جو اہل سنت پر مساوات ثابت کرنے کا الزام لگاتے ہیں علم الٰہی کو متناہی سمجھنے میں مبتلا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم کی بھی تنقیص کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اگر یہ نا سمجھ لوگ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت سے واقف ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعتِ علم کا کبھی بھی انکار نہ کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا انکار وہی کریگا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت سے بے خبر ہے (امنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجرٌ عظیم)

(۳۰) زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

نبوت اُس چیز سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہے اور غیروں سے ممتاز ہے ایک یہ کہ جو امور اللہ تعالیٰ اور اُس کی صفات اور فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں اُس سے کچھ نسبت نہیں۔ دوئم یہ کہ ان کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقہ عادت تمام ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمیں ایک وصف قدرت کا ایسا حاصل ہے کہ جس سے جاری حرکات ارادیہ پوری ہوتی ہیں۔ سوئم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث وہ نابینا سے ممتاز ہیں چہارم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کو ادراک کر لیتا ہے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حقائقِ امور کا علم عطا فرمایا اور کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں سب سے ممتاز فرمایا افعال خارقہ کی ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات ارادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکت کریں ایسے ہی وہ جب چاہیں افعال خارقہ ظاہر فرمائیں ایک صفت دی کہ جس سے وہ ملائکہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح بینا کو ایک صفت غیب کی ایسی

عنایت فرمائی جس سے وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(۳۱) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات المفاتیح جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں

غیب کے مبادی پر کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل مطلع نہیں البتہ غیب کے لواحق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض احباب کو مطلع فرمایا ہے۔ جن کے علوم میں سے ایک لوح کا علم بھی ہے اور یہ غیب اضافی ہے اور یہ جب ہے کہ جب روح قدسیہ منور ہوتی ہے اور عالم حس کی ظلمت اور تاریکی سے اعراض کرنے دل کے صاف ہونے، علم و عمل پر مواظبت کرنے اور انوارِ قلبیہ کے فیضان کے باعث اس کی نورانیت اور اشتراق زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل میں نور قوی اور منضبط ہو جاتا ہے اور لوح محفوظ کے نقوش اس میں منعکس ہو جاتے ہیں اور وہ مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس وقت خود فیاض اقدس جل شانہٗ اپنی معرفت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے اور یہی بڑا عطیہ ہے۔ جب یہ حاصل ہو تو اور کیا رہ جائے گا۔ (مرقات کی اصل عبارت سوال و جواب کے کلام میں ہے آ رہی ہے)

ف: خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے احباب کے دل میں ایسا روشن نور عطا فرماتا ہے جس میں لوح محفوظ اسطرح منعکس ہو جاتی ہے جیسے آئینہ میں صورت۔ اس نور پاک سے اللہ تعالیٰ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں تجلی فرماتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو انبیاء و اولیاء ہی اللہ تعالیٰ کے احباب ہیں اور یہ سب انہیں کو حاصل ہیں اور مخالفین بھی ان کی محبوبیت سے مخالفت نہیں کر سکتے۔ مزید لوح محفوظ کے علوم کی تحقیق فقیر کی کتاب "احسن البیان" اور رسالہ "لوح محفوظ میں علم کلی محفوظ" میں ہے۔

(۳۲) علامہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں ارقام فرماتے ہیں۔

فی الحدیث سألنی ربی ای لیلۃ المعراج فلم استطع ان اجیبہ فوضع یدہ بین کتفی بلا تکییف ولا تحدید ای ید قدرتہ لانہ سبحانہ منزہ عن الجارحۃ فوجدت بردھا فاورثنی علوم الاولین والاٰخرین وعلمنی علوماً شتی فلوا اخذ عھد اعلی کتمہ وھو علم لا یقدر علی حملہ غیری وعلم خیرنی فیہ وعلم امرنی تبلیغہ الی الخاص والعام من امتی وھی الانس والجن والملک کما فی انسان العیون (ترجمہ گذر چکا ہے اور آگے آتا ہے)

(۳۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں ارقام فرماتے ہیں۔

پرسید از من پروردگار من چیزے پس نتوانستم کہ جواب گویم پس نہاد دستِ قدرتِ خود درمیانِ دو شانۂ من بے تکییف و بے تحدید پس یافتم بردِ آنرا در سینۂ خود پس داد مرا علم اولین و آخرین۔ و تعلیم کرد انواعِ علم را علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آنرا کہ با ہیچ کس نگویم و ہیچ کس طاقتِ برداشت آں ندارد جز من و علمے بود کہ مخیر گردانید مرا در اظہار و کتمانِ آں و علمے بود کہ امر کرد مرا بہ تبلیغ آں بخاص و عام از اُمتِ من

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں مجھ سے میرے پروردگار نے کچھ دریافت کیا۔ میں اُس کا جواب نہ دے سکا تو اس نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان بے تکییف و تحدید رکھا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ جوارح سے منزہ اور پاک ہے پھر تحدید اور تکییف

کیسی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی سردی اپنے سینہ میں پائی پس مجھے اولین و آخرین کے علوم عطا فرمائے اور چند علم اور عطا فرمائے جن میں سے ایک علم وہ ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میرے سوا کسی میں اُس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایک علم وہ جس کا مجھے اختیار دیا اور ایک علم وہ جس کی تبلیغ کا حکم فرمایا کہ میں اپنی امت کے ہر خاص و عام کو پہنچا دوں اور حضرت کی اُمت انسان اور جن ہیں۔

شیخ صاحب ممدوح مدارج النبوت میں ارقام فرماتے ہیں۔

ہر چہ در دُنیا است از زمانِ آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے صلے اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید و یارانِ خود را نیز بعضے ازاں احوال خبر داد۔

یعنے آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخۂ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب کچھ جناب حضرت پر منکشف فرما دیا تھا۔ یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک کا حضور کو علم ہوا اور حضور نے اپنے اصحاب کو اُس میں سے بعض کی خبر دی۔

اب ایسی تصریحات کے بعد بھی جن دلوں میں شبہات رہ جائیں اور اطمینان حاصل نہ ہو ان کا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اے پروردگارِ عالم بطفیل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تاریک دلوں کو منور فرما کر قبولِ حق کا مادہ پیدا کر اور توفیق و انصاف عطا فرمائے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

باقی عبارات علماء کرام فقیر کی کتاب "مہکتے پھول" میں پڑھئے۔

باب ۵

عقائد الصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم

(۱) الحمد للہ ہم اہلسنت کو عقائد کی دولت اہلبیت عظام و صحابہ کرام سے اولیا کرام و علمائے عظام کی وساطت سے وراثت میں نصیب ہوئی ہے علم غیب کے بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو صحابہ کرام اور اہلبیت عظام رضی اللہ عنہم کا تھا مثلاً امور غیبیہ میں کہا کرتے "اللہ و رسولہ اعلم" اللہ تعالٰے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے ہیں۔

(۲) امور جو غیبیہ میں حضور علیہ السلام سے سوالات کرنا جیسے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پوچھنا کہ آسمان کے ستاروں کے برابر کس کی نیکی ہے۔

(۳) غیبی باتیں حضور علیہ السلام سے سُن کر سر تسلیم کرنا۔

(۴) غیبی باتوں کو دیکھ کر کہنا کہ یہ وہ امور ہیں جو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے بتاتے تھے۔

(۵) غیبی باتیں حضور علیہ السلام سے سن کر کہنا کہ یہ تو صرف ہم ہی جانتے تھے آپ بتا دیں فلہٰذا آپ نبی برحق ہیں پھر اسلام قبول کرنا وغیرہ وغیرہ۔

فقیر اویسی نے اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے بنام "الاصابہ فی عقائد الصحابہ" چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

عقیدہ ابوبکر صدیق فی علم الغیب

قبول اسلام: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ قبل از اسلام بسلسلہ تجارت ملکِ شام میں تھے وہاں آپ نے خواب دیکھا کہ شمس و قمر آپ کی گود میں اترے ہیں اور آپ نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا ہے جب بیدار ہوئے تو ایک نصرانی راہب سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ راہب نے پوچھا تو کون ہے فرمایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں اُس نے پوچھا کس قبیلہ سے ہو فرمایا قریش سے۔ اس نے پوچھا تمہارا شغل کیا ہے فرمایا تجارت۔ راہب نے کہا قبیلہ ہاشم سے محمد امین مبعوث ہوں گے جو صاحب لولاک اور نبی آخر الزمان ہوں گے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ان کا دین قبول کرو گے ان کے وزیر ہو گے اور ان کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔ یہی تمہارے خواب کی تعبیر ہے اس واقعہ کے بعد جب صدیق اکبر مکہ مکرمہ واپس آئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام دی تو صدیق اکبر نے عرض کیا اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ کا معجزہ بھی ہونا چاہیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تمہیں وہ معجزہ کافی نہیں جو شام میں خواب دیکھا اور راہب نے تعبیر بتائی جب صدیق اکبر نے یہ سُنا تو عرض کیا آپ نے سچ فرمایا پھر کلمۂ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(جامع المعجزات صـ۳ و نزہۃ المجالس صـ۳۰۲ ج۲، ازالۃ الخفا صـ ج۱، شواہد النبوۃ جامی صـ۲۵۸ اردو)

فوائد و عقائد (۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے ازالۃ الخفا صـ۱۳۳ ج۱ و صـ۲۲۰ ج۱ میں اس روایت کو ابن عساکر فی تاریخ دمشق سے لیا ہے اس روایت

میں ہے۔

وقبل بین عینیه وقال اشھد الخ — حضور علیہ السلام چشمان مبارک یعنی پیشانی پاک چوم کر کلمہ پڑھا۔

(۲) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایمان واسلام کے قبول کرنے کے موجبات میں ہی علم غیب از نبی علیہ السلام کا مشاہدہ و تصدیق بھی ہے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ماننا نبوت کے علامات سے ہے اور یہی عقیدہ صدیقی ہے اس کے برعکس زندیقی عقیدہ کا ایک نمونہ آگے چل کر عرض کروں گا۔ انشاءاللہ۔

(۳) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے یاروں کا چرچہ سابقہ امتوں میں بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ آپ کے اور یاروں کے علامات اور نشانیاں درج تھیں اس کا ایک سوال فقیر آگے چل کر عرض کرے گا۔ تفصیل فقیر کی تصنیف آدم تا ابتدام اور چرچہ محمد کا وغیرہما میں ہے۔

علم غیب حق اور سچ

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کے راستہ میں رات کے آخری حصہ میں قیام فرمایا۔ اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ ہمیں نماز کے وقت جگا دینا لیکن بلال رضی اللہ عنہ نیند کے غلبہ کے باعث سو گئے اور باقی صحابہ بھی۔ حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہوگیا۔ بیدار ہوکر نماز کے فوت ہونے کے سبب سے گھبرا اُٹھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو یہ حکم فرمایا کہ تمام لوگ سوار ہوکر اس جنگل سے دور چلے جائیں کیونکہ اس میں شیطان مسلط ہے[1]۔ پس اسی وقت

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

وہاں سے چل پڑے حتیٰ کہ حضرت نے قیام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمام لوگ وضو کریں اور بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نماز کے لئے اذان اور تکبیر کہے چنانچہ اذان اور تکبیر کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ یعنی صبح کی قضا نماز جماعت سے ادا کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی غافل ہوکر نماز سے سو جائے یا نماز بھول جائے تو اُسے چاہئے کہ اس کو ایسے ہی پڑھے جیسا کہ اُس کو اپنے وقت پر پڑھتا تھا۔

ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ فَقَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ اَتٰی بِلَالًا وَّھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَاَضْجَعَہٗ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یُھَدِّئُہٗ کَمَا یُھَدَّءُ الصَّبِیُّ حَتّٰی نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مِثْلَ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ پس اُس کو لٹایا پھر بڑی دیر تک اس کو تھپکتا رہا جیسے بچہ تھپکا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گہری نیند میں سو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو پکارا۔ بلال نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ویسی ہی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) وہابی دیوبندی صرف ایسے مضامین اور اجمالی روایات پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں اس سے آگاہ رہیں کہ وہ اجمالی روایت پیش کریں تو آپ فقیر کی روایت ہذا سنائیں۔ (اُویسی غفرلہٗ)

اَلَّذِیْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَکْرٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ مُرْسَلًا)

خبر دی تھی ۔ ابو بکر صدیق نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) (موطا امام مالک و مشکوٰۃ)

فوائد وعقائد ① یہ وہی حدیث شریف ہے جو دیوبندی وہابی ایک غلط بیانی اور چند اعتراضات کا قلع قمع کرتی ہے وہ یہ کہ حضور علیہ السلام سے نماز قضا ہو گئی اگر آپ کو علم ہوتا کہ نماز قضا ہو گی تو سوتے کیوں سو گئے تو پھر وقت پر نہ اٹھ سکے وغیرہ اپنے دعویٰ میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں جو اجمالی ہے وہ بھی مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کے فصل اول میں ہے اور ہماری مذکورہ روایت اس حدیث کی تفصیل اور مشکوٰۃ شریف کے دوسرے فصل میں ہے جس میں الحمد للہ صاف ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تمام کاروائی من وعن بیان فرما دی حالانکہ آپ بظاہر نیند میں تھے (تفصیل وتحقیق کے لئے دیکھیے فقیر کی کتاب "علم الغیث فی الاحادیث")

② سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہی تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب منجانب اللہ عطا ہوا ہے کہ آپ نے آرام (نیند) کے باوجود حضرت بلال کے جملہ حالات بتا دیئے اسی لئے تو آپ نے صرف صدقت نہیں کہا بلکہ گواہی دی اشھد انک رسول اللہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں غیب کی باتیں جانتے ہیں ۔

شیخ ازدی کی ملاقات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صوبہ یمن میں کپڑے

کی تجارت فرمایا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے بنو ازد کے قبیلے کے بہت بڑے شیخ سے ملاقات کی اس وقت ان کی عمر تین سو نوّے (۳۹۰) برس کی تھی وہ اپنے زمانے میں بہت بلند پایہ عالم تسلیم کئے جاتے تھے میری ان سے بات چیت ہوئی وہ شیخ ازدی کے نام سے مشہور تھے ۔

شیخ ازدی: میرا خیال ہے کہ آپ حرم مکہ کے رہنے والے ہیں ۔

حضرت ابو بکر: جی ہاں ۔

شیخ ازدی: میرا خیال ہے کہ آپ قبیلہ بنی تمیم سے ہیں ۔

حضرت ابو بکر: جی ہاں! میں قبیلہ بنو تمیم سے ہوں اور میرا نام عبد اللہ بن عثمان ہے ۔

شیخ: بس اب میں نے آپ سے صرف ایک بات پوچھنی ہے ۔

حضرت ابو بکر: جی ہاں "خوشی سے" ارشاد فرمائیے ۔ کیا ارشاد ہے؟

شیخ: آپ اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیں ۔ میں کچھ دیکھنا چاہتا ہوں؟

حضرت ابو بکر: میں حکم کی تعمیل سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آپ کا مقصد کیا ہے؟

شیخ ازدی: میرا علم نہایت وسیع اور مبالغے سے بالکل صاف اور میرے علم کا ذخیرہ نہایت ہی سچا ہے ۔ اس صحیح علم کی روشنی میں مجھے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حرم مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور ایک کہل (ادھیڑ عمر کا انسان) اس کا مددگار ہوگا ۔ ادھیڑ عمر والے انسان کی سب علامتیں آپ کے اندر موجود ہیں صرف ایک علامت مجھے دیکھنی ہے وہ علامت یہ ہے کہ ان کے پیٹ پر ناف کے اوپر سیاہ تل ہوگا

اوران کی بائیں ران پر بھی ایک نشان ہوگا آپ کا کوئی حرج نہیں آپ مجھے ران اور پیٹ دکھلادیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کرتہ اُٹھایا شیخ نے آپ کی ناف کے اوپر تل دیکھ کر فرمایا: رب کعبہ کی قسم، آپ ہی اس آخری مقدس رسول کے معاون ہیں۔ اور میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا خوف کرنا، راہ حق پر نہایت ہی ثابت قدم رہنا صراط مستقیم سے رائی برابر بھی کنارہ نہ کرنا۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یمن میں اپنا کام کاج مکمل کیا اور شیخ سے الوداعی ملاقات کی شیخ نے مجھے فرمایا کہ میرا یہ پیغام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچا دینا وہ چند اشعار یہ ہیں۔ ؂

الم تر انی قد وھنت معاشری

ونفسی قد اصبحت فی الحی ماھنا

حییت وفی الایام للمرء عبرۃ

ثلاث مئین ثم تسعین آمنا

وقد خمدت منی شرارۃ قوتی

والفیت شیخا لا اطیق الشواحنا

فمازلتُ ادعو اللہ فی کل حاضر

حللت بہ سراً وجھراً معالنا

فحیّ رسول اللہ عنی فاننی

علی دینہ احیی وان کنت واکنا

شیخ کا پیغام اور ابیات کا خلاصہ

میری عمر تین سو نوے برس تک پہنچ چکی ہے اور میرا جسم کمزور ہوتا جارہا ہے اس لمبی عمر میں بہت سے عبرت آموز واقعات دیکھے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرتا رہا ہوں کہ مجھے نبی آخرالزمان کی نبوت سے مستفیض ہونا نصیب ہوجائے الحمدللہ! کہ مجھے وہ بابرکت زمانہ نصیب ہوا۔ میں اگرچہ ان سے دُور ہوں لیکن میں ان کی ختم رسالت اور دعوت حقہ کو دل سے قبول کرچکا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں شیخ کی نصیحت اور پیغام لے کر مکہ مکرمہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو دین حقہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ میرے پاس عقبہ بن ابی معیط اور بن ربیعہ اور ابوجہل اور قریش کے دوسرے رؤسا پہنچے۔ رسمی ملاقات کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ میرے بعد کوئی نیا واقعہ یا کوئی نئی تحریک سامنے آئی ہے انہوں نے کہا کہ آپ کے بعد ہم پر بہت بڑی زبردست مصیبت آپڑی ہے ابوطالب کے یتیم کا کہنا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور تفصیل سے نبوت کا ذکر کیا۔ رؤسا قریش نے یہ بھی کہا کہ شہر کے رؤسا چونکہ آپ کا مقام بہت بلند ہے اس لئے ہم سب آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ پس آپ کا پہنچ جانا ہی ہمارا بہت بڑا مقصد اور اصلاح کی بہت بڑی ضمانت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں تو واپس کردیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جستجو میں چل نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ کے گھر تشریف فرما ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ میں نے پوچھا حضور! سنا ہے کہ آپ نے اپنے آباؤاجداد کا دین چھوڑ

دیا فرمایا اے ابوبکر! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمام مخلوق کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ تم ایمان لے آؤ۔ میں نے کہا آپ کے اپنے دعویٰ پر کیا دلیل ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہی جو یمن میں ایک بوڑھے نے تمہیں کہا تھا۔ میں نے عرض کی یمن میں بہت سے شیوخ کو ملا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جس نے تجھے چند اشعار دیئے ہیں۔ میں نے عرض کی آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا مجھے اس نے بتایا جو تمام انبیاء علیہم السلام کے ہاں وحی لاتا ہے۔ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وانت رسول اللّٰه (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۳۵/۲۳۶ لابن حجر، شواہد النبوۃ وازالۃ الخفاء وغیرہ)

فوائد و عقائد

① نہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ آپ کے یارانِ باوفا بالخصوص خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اذکارِ عالیہ وصفاتِ کاملہ بھی سابقہ کتب میں مندرج تھیں۔

اہلسنت کی حقانیت کا اتنا واضح اور بیّن ثبوت ہے کہ ان کا منشور و دستور ہے، ذکر الانبیاء عبادة وذکر الصالحین کفارة (کنز العمال) انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت اور اولیاء کا ذکر کفارہ ذنوب اور ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانِ ایمان ہے۔

② شیخ ازدی رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی علامات (وہ بھی ران اور شکم کے تل تک جو پوشیدہ نشانیاں) سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شیخ ازدی کے علم کے قائل ہوئے۔

③ واپس لوٹے تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من وعن واقعہ کا اظہار فرمایا جو ایک غیبی امر تھا اسے سنتے ہی دولت اسلام سے نوازے گئے۔ غور فرمائیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تو افضلیت و صدیقیت کا مرتبہ ملے علم غیب کی تصدیق سے

لیکن بد قسمت اُمتی اس عقیدہ کو شرک کہے تو پھر ہم انہیں کیا سمجھیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبوت کے لئے قرب و بعد اور آشکار و نہاں یکساں ہیں اس قاعدہ کو ہم حاضر و ناظر کے لئے بھی پیش کر سکتے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علم غیب

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں ارقام فرماتے ہیں۔

اخرج مالك عن عائشة ان ابابكر نحلها جداد عشرين وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال يابنية والله مامن الناس احد احب الى غنى منك ولا اعز على فقرا بعدى منك وانى كنت نحلتك جداد عشرين وسقا فلو كنت جددته كان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هو اخواك واختاك فاقتسموه على كتاب الله فقالت يا ابت لو كان كذا وكذا لتركته انما هى اسماء فمن الاخرى قال ذو بطن ابنة خارجة اراها جارية واخرجه

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درخت کھجور کا دیدیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں تمہیں ہر حال میں خوش دیکھنا چاہتا ہوں تم سے زیادہ غنی میں کسی کو محبوب نہیں رکھتا تیری غربت سے مجھے رنج پہنچتا ہے اور خوشی سے راحت۔ اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اُٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دو نوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ اس ترکہ کو

ابن سعد وقال فی الخوه قال ذات بطن ابنة خارجة قد القی فی روعی انها جاریة فاستوصی بها خیرا فولدت ام کلثوم۔

موافق حکم شرع کی تقسیم کر لینا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک ہی بہن اسماء ہی ہیں آپ نے دوسری کونسی بتائی۔ آپ نے فرمایا ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ پس ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

فوائد و عقائد

۱۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کی ولادت کی خبر قبل از دی اور و یعلم ما فی الارحام۔ خاصہ خداوندی ہے اس سے وہی عقیدہ کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ ذاتی علم خاصہ خداوندی ہے اور اس کی عطا سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں۔

۲۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہوا۔ وہ یہی ہیں ان پر ہمارا سوال ہے کہ اس خورد سالہ بچی سے نکاح کیسا جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ماننے میں کسی قسم کا اشکال نہیں لیکن انکار برائے انکار کا کیا علاج۔ اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی کتاب نکاح ام کلثوم بہ عمرؓ میں ہے۔

افضل الخلق بعد الانبیاء

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا ھو خیر منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبی فما برحنا حتی طلع ابوبکر الصدیق فقام النبی صلی اللہ علیہ فقبله والتزمه (تاریخ بغداد ص ۱۲۳/۳۴)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں حاضر تھے آپ نے فرمایا ابھی ایک مرد آئے گا اس جیسا میرے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی بندہ پیدا نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی افضل۔ اس کی شفاعت انبیاء علیہم السلام جیسی مقبول ہوگی۔ ہم بیٹھے ہی تھے کہ ابو بکر صدیق آئے حضور نبی علیہ السلام ان کے لئے کھڑے ہو گئے انہیں چوما اور گلے لگایا۔

فوائد و عقائد

(۱) افضل بعد الانبیاء صدیق ہیں۔

(۲) حضور علیہ السلام کے لئے دیواریں دوریاں اوجھل نہیں۔

(۳) محبوبان خدا کے لئے قیام تعظیمی۔

(۴) چومنا محبوبوں کا۔

(۵) قبول شفاعت۔

(۶) قبل از وقت جنتی ہونے کا علم اور یہ نوید بار ہا صدیق اکبر کو مل چکی۔

عقیدہ فاروق رضی اللہ عنہ فی علم الغیب

وہ روایات جو حضور علیہ السلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ کے متعلق فرمایا کہ یہ جنتی اور خلیفہ اور شہید ہیں۔ ہمارے دلائل میں شامل ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک باغ میں تھے حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں جنت کی بشارت دی پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے تو جنت اور شہادت کی خوشخبری سنائی ۔ (رواہ طبرانی / خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

فاروق اعظم کی زندگی کا اجمالی حال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرمایا۔

سیکون فیکم اثنا عشر خلیفة ابوبکر الصدیق لایلبث خلفی الا قلیلا وصاحب رحی دار العرب یعیش حمیدا و یموت شهیدا قال ومن هو یارسول الله قال عمر بن الخطاب

میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اور ابوبکر صدیق میرے پیچھے تھوڑی مدت ٹھہرے گا اور دار العرب کی چکی کیا ہوا زندگی بسر کرے گا اور شہید ہو کر مرے گا۔

(رواہ البیہقی وابو نعیم (حجۃ اللہ علی ... صفحہ ۴۰)

فائدہ اس سے بڑھ کر علم غیب اور کیا ہوگا اجمالی طور جسطرح بتایا اسی طرح ہوا لیکن منحوضد کا مریض ہو تو کیا کریں۔

مزید براں عن ابی الاشهب عن رجل من مزینة ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی علی عمر ثوبا فقال اجدید ام غسیل فقال بل غسیل

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر پر کپڑا دیکھ کر پوچھا نیا ہے دھلا ہوا ہے۔ عرض کی دھلا ہے آپ نے فرمایا خدا کرے نئے کپڑے پہنتے رہو شہید ہو کر زندہ رہو اور شہید ہو کر

فقال صلی الله علیه وسلم البس جدیدا وعش شهیدا وتوف شهیدا۔

وفات پاؤ۔ (اخرجہ ابن سعد وابن ابی شیبہ مرسلا)

فائدہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانحعمری صرف تین الفاظ میں بیان فرمادی پھر امر کے صیغہ اختیار کا اظہار فرمایا گویا ان صیغوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مبارک انہی امور کی طرف ڈھال دی پھر وہی ہوا جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے سرِ مو فرق نہ ہوا۔ پھر اس فرمودہ کے مطابق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی بسر ہوئی اور شہادت میں وصال ہوا اور یہی عقیدہ نہ صرف ان کا بلکہ جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا۔ چند شہادات ملاحظہ ہوں۔

عقیدہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی توثیق

حدیث صحیح بخاری میں ہے کہ

ان عمر بن خطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال یوما ایکم یحفظ ما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الفتنة التی تموج کموج البحر فقال حذیفه رضی الله تعالیٰ عنه لیس علیك منها باس یا امیر المؤمنین ان بینك وبینها بابا مغلقا قال الیفتح ام یکسر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے فتنہ کے متعلق معلومات رکھتا ہو جو دریا کی موج کی طرح ہو۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا اے عمر تمہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں اس لئے کہ اس کے اور آپ کے درمیان دروازہ مضبوط بند ہے آپ نے پوچھا کہ وہ دروازہ

قال يكسر قال اذن يغلق أبدًا فقيل لحذيفة من الباب قال هو عمر قيل له اكان عمر يعلمه قال نعم كما يعلم دون غد الليلة انى حدثته حديثًا ليس اغاليط۔ (رواه الشيخان)

کھلے گا یا ٹوٹ جائے گا عرض کی ٹوٹ جائے گا ایسا کہ پھر کبھی بند نہ ہو گا حذیفہ سے سوال ہوا کہ وہ دروازہ کون ہے فرمایا عمر ہیں پھر سوال ہوا کہ کیا خود عمر کو بھی اس کا علم تھا یا نہ فرمایا ایسا جیسے ہم یقین رکھتے ہیں کہ رات گذرے گی تو کل غد (کل) ہو گی اور یہ حدیث جو میں نے سنائی ہے صرف کہانی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

فائدہ اسمیں علم ما فی الغد کے علاوہ صحابہ کرام کا عقیدہ بھی معلوم ہو گیا کہ انہیں حضور علیہ السلام کے علم غیب پر قطعی طور یقین ہوتا کہ وہ ضرور ہو گا۔

فتنوں کا بند

حدیث شریف میں ہے۔

عن عثمان بن مظعون رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لعمر هذا غلق الفتنة لا يزال بينكم وبين الفتنة باب شديد الغلق ما عاش هذا بين ظهرانيكم اخرجه البزاز والطبرانی وابو نعيم۔

حضرت عثمان بن مظعون نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے سنا کہ یہ فتنوں کا دروازہ ہے یہ جب تک تمہارے میں زندہ رہے گا فتنوں کے لئے دروازہ سخت بند رہے گا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

ایضاً عن ابی ذر رضی الله تعالىٰ عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال لا تصيبكم فتنة ما دام فيكم يعنی عمر۔ (اخرجه الطبرانی)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بیشک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک تمہیں فتنہ نہ پہنچیگا جب تک تم میں عمر میں موجود ہیں (رضی اللہ عنہ)

فائدہ موجودہ دور کا مدعی اسلام یعنی وہابی دیوبندی منافقوں جیسا عقیدہ رکھنے والا نہ مانے تو اس کی بدقسمتی ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس طرح عقیدہ تھا جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان اور عقیدہ

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ایک دن ملک شام میں بزمانہ خلافت عمر تقریر فرما رہے تھے آپ کو ایک شخص نے کہا کہ

اِصْبِرْ اَیُّھَا الامیر فَاِنَّ الْفِتَنَ قَدْ ظَھَرَتْ

اے امیر صبر کیجئے اب فتنے ظاہر ہونگے

جواباً فرمایا: اَمَّا وَابْنُ الْخَطَّابِ حَیٌّ فلا اِنَّمَا ذٰلِكَ بعدہٗ (حجۃ اللہ علی العالمین)

ابھی فتنوں کو دیر ہے اس لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابھی زندہ موجود ہیں فتنے ان کے وصال کے بعد ظاہر ہوں گے۔

قاعدہ اصول حدیث

صحابی رضی اللہ عنہ کا ہر وہ قول جو عقل سے متعلق نہ ہو تو وہ فرمان نبوی ہوتا ہے اس لئے تسلیم کرنا ہو گا کہ حضرت خالد نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو گا حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ علی العالمین ص۴۲۲ میں لکھا کہ

وخالد لا یقول ذلک برأیہ فالظاهر انہ سمعہ من رسول الله صلی الله علیہ وسلم او ممن سمعہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ از خود نہیں فرمایا ہے بلکہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہوگا یا اس سے جس نے حضور علیہ السلام سے سنا تھا۔

عقیدہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فی علم الغیب

وہ روایات جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ترتیب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت علم الغیب پر مشتمل ہیں ان سب کو یہاں بیان کرنے سے طوالت ہوگی صرف ایک روایت عرض کردوں۔

(۱) ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس فتنہ میں عثمان رض مظلوم ہو کر قتل ہوگا۔"

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رض سے ایک طویل روایت میں ہے کہ

(۲) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے دروازے پر ٹھہرنے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ اجازت کے بغیر کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ پہلے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے اور ان کے بعد حضرت عثمان آئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے دروازہ کھول دو اور اس بلوے سمیت جو ان پر کیا جائے گا انہیں جنت کی بشارت دو۔

عقیدہ

جمعہ کی صبح تھی اور ابھی آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا کہ حضرت عثمان نے روزے کی نیت فرمائی۔ اسی صبح خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم آپ کے ہمرکاب ہیں حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان سے فرمایا:

"عثمان جلدی آؤ، ہم یہاں افطاری کے لئے تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔" آنکھ کھلی تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت قریب آگیا ہے باغی ابھی مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ اس کے بعد تیاری شروع کردی اور کلام پاک کھول کر یاد حق میں مشغول ہوگئے اسی اثناء میں باغی پہلے تیر اندازی کرنے لگے اور پھر چند باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں کود پڑے اور آپ پر حملہ آور ہوگئے۔ اس وقت جتنے بھی مسلمان محل سرا میں موجود تھے وہ سب اوپر کی منزل میں بیٹھے تھے اور حضرت عثمان رض نیچے کے مکان میں تن تنہا مصروف تلاوت تھے۔ کنانہ بن بشر نامی ایک بدبخت نے پیشانی مبارک پر لوہے کی سلاخ سے ایک دردناک ضرب لگائی اور حضرت عثمان زمین پر گر پڑے اور فرمایا بسم اللہ توکلت علی اللہ دوسری سودان بن حمران نے ماری جس سے خون کا فوارہ چل نکلا۔ عمرو بن حمق کو یہ سفاہت ناکافی معلوم ہوئی یہ ذلیل ترین بدوی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر کھڑا ہوگیا اور جسم مبارک و مطہر کو نیزے سے چھیدنے لگا اسی وقت ایک اور بے رحم نے تلوار چلائی، وار حضرت نائلہ رض نے ہاتھ سے روکا تو ان کی تین انگلیاں کٹ کر گر گئیں اسی کش مکش کے دوران حضرت امیر المؤمنین بے دم ہو رہے تھے کہ مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۵۳ ج ۳ و مسند احمد صفحہ ۶۶ ج ۱، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۸۶ ج ۷ تا ۱۸۸)

فائدہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کی پختگی واضح ہے کہ شہادت کے دن روزہ رکھ لیا اور فرمایا کہ روزہ حضور سرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور افطار کروں گا اور اہلیہ سے فرمایا کہ اب میری شہادت کا وقت قریب آگیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ علوم غیبیہ نہیں تو اور کیا ہیں اور صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے عقائد نہ اپنائے جائیں تو اور کونسے عقائد صحیح ہو سکتے ہیں طرفہ یہ کہ مخالفین بھی ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کے قائل ہیں بلکہ ہم سے دو قدم آگے کہ جب خلافت راشدہ کا اثبات کرتے ہیں تو یہی روایات پیش کرتے ہیں جو ہم نے پیش کی ہیں۔

رازونیاز

بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں۔

دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان فجعل الیہ ولون عثمان یتغیر فلما کان یوم الدار قلنا الا تقاتل قال لا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عہد الی عہداً فانا صابر علی نفسی۔ (اخرجہ ابن ماجہ والحاکم وصححہ والبیہقی وابو نعیم) حجہ ۲۳۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو بلا کر راز کی باتیں بتانے لگے اس سے حضرت عثمان کا رنگ بدل جاتا تھا جب یوم الدار یعنی شہادت کا دن تھا لوگ کہتے ہیں کہ ہم باغیوں سے لڑتے ہیں آپ نے فرمایا نہ اس لئے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے معاہدہ کیا تھا اسی وجہ سے میں صبر کر رہا ہوں۔

عقائد وفوائد

① رازونیاز کیا خوب تھے۔

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رنگ کی تبدیلی آنے والے حالات کی سنگینی کے پیش نظر تھی یہی علم غیب ہے۔

③ نہ صرف سیدنا عثمان کا عقیدہ بلکہ جملہ موجود صحابہ کا یہی عقیدہ تھا اسی عقیدہ کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے روکنے سے رک گئے۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاہدہ کے کتنا پختہ تھے کہ جان بے شک چلی جائے لیکن جو مدتوں پہلے معاہدہ ہوا تھا وہ ہو کر رہے گا۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ

کوہ ثبیر پر حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تو وہ متحرک ہوا ہلنے لگا آپ نے پہاڑ کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر فرمایا۔

اُسکُن یا ثبیرُ فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان۔

اے ثبیر ٹھہر جا اس لئے کہ تجھ پر نبی علیہ السلام رونق افروز ہیں اور ایک صدیق اور دو شہید (عمر وعثمان رضی اللہ عنہما اجمعین)

فوائد وعقائد

① کوہ منی (مکہ معظمہ) کے قریب ہے۔

② ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں یہ واقعہ متعدد بار ہوا کوہ احد پر کوہ حرا پر اور کوہ ثبیر پر اور تینوں مقامات پر مذکورہ حضرات تھے۔

③ اس میں علم ما فی الغد حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبل از وقت ان دونوں کی شہادت دی اور دونوں واقعی شہید ہوئے یہی علم غیب ہے بالخصوص علوم خمسہ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب ان کا علم عطا فرما دے تو انکار گمراہی ہے۔

عقیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فی علم الغیب

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق بہشتی ہونے کے ارشادات فرمائے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

علی المرتضیٰ جنتی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیکم رجل من اھل الجنة — ابھی تمہارے ہاں ایک بہشتی جوان آنے والا ہے۔

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

اذ سمعت الخشفة فاذا علی بن ابی طالب۔ (رواہ الطبرانی) — اچانک میں نے آہٹ سُنی دیکھا تو وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔

قطعی جنتی

عن عبد الرحمٰن ابن عوف ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکرؓ فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة والزبیر فی الجنة وعبد الرحمٰن ابن عوف فی الجنة وسعد ابن ابی وقاص فی الجنة وسعید بن زید فی الجنة وابوعبیدہ بن الجراح وطلحة فی الجنة۔ (رواہ الترمذی)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابُوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوف سعدؓ بن ابی وقاص سعیدؓ بن زید ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔

جنت مشتاق

ترمذی میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی جنت مشتاق ہے (علی، عمار، سلمان رضی اللہ عنہم)۔

عقائد و فوائد

① صرف تبرکاً ان روایات پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ ایسی روایات بکثرت اور سند کے لحاظ سے مضبوط اور تواتر کا مرتبہ حاصل ہے جس کا مخالفین کو اعتراف ہے۔

② کسی کا بہشتی و دوزخی ہونا غیب ہے اسی لئے نجدی محمد بن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی اور رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی نے خود حضور علیہ السلام کے لئے (معاذ اللہ) انکار کیا یعنی آپ کی اپنی ذات سے خاتمہ کے علم کی نفی کی۔ (کتاب التوحید، تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ)۔

③ ہمارا سوال ہے کہ عشرہ مبشرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بہشتی ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیئے یا نہ اگر مخالف نہیں کرے تو اس کا بیڑا غرق اگر اقرار کرے تو ہمارا دعویٰ ثابت کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جانتے ہیں۔

عقیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ برائے موت خود

فضالہ بن ابی فضالہ انصاری سے روایت ہے (ابو فضالہ بدریوں میں سے ہے) کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مرض میں (جو شہادت سے پہلے انہیں لاحق تھی) عیادت کے لئے گیا۔ میرے باپ نے عرض کیا اس جگہ جنگلیوں میں آپ کو کس نے ٹھہرا رکھا ہے اگر آپ کو موت کے آثار پہنچیں گے تو مدینہ میں اُٹھا لئے جائیں گے آپ کے یار دوست آپ کے پاس ہونے چاہیئں وہ آپ پر نماز جنازہ پڑھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا نے مجھ سے اس پر عہد لیا ہے کہ تا وقتیکہ یہ داڑھی اس سر کے خون سے رنگین نہ ہو گی مجھے موت نہ آئے گی۔ ابو فضالہ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

ابو الفرج بن جوزی ابی الطفیل عامر بن واثلہ بن الاسقع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا پس آپ کے پاس عبدالرحمٰن بن ملجم مراد کا رہنے والا آیا آپ نے دو دفعہ منہ پھیر دیا پھر وہ آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا اس امت کے بدبخت آدمی کو کس نے روک رکھا ہے ضرور اس داڑھی کو اس سر کے خون سے یہ شخص رنگین کرے گا۔

② سیدنا علی المرتضیٰ کوفہ میں منبر پر تھے کسی نے آپ سے اس آیت کے معنی پوچھے۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔

کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے سچا کیا اُس عہد کو جو انہوں نے خدا کے ساتھ کیا تھا بعض اُنہیں سے تو اپنا کام پورا کر گئے اور بعض منتظر ہیں۔

جناب شیر خدا نے فرمایا یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد بھائی عبیدہ بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی پس حمزہ نے اپنا کام پورا کر لیا اور ایسے ہی عبیدہ نے کہ دونوں شہید ہو گئے اور میں اس اُمت کے شقی ترین سے شہید ہوں گا جو کہ وہ میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگے گا۔ کیونکہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا ہے۔

③ ایک بار ابن ملجم حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ سے سواری مانگنے کے لئے آیا۔ آپ نے اسے سواری دیدی جب وہ لے کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ میرا قاتل ہے لوگوں نے کہا تو پھر آپ اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے فرمایا تو مجھے کون شہید کرے گا۔ یہ روایات ازالۃ الخفا میں ہیں۔

عقیدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی علم الغیب

اطلاع موت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں خبر دی کہ میرے اہل بیت میں سے یہ سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے آٹھ مہینے یا چھ مہینے بعد وفات پائی (رضی اللہ عنہا) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب آیت

اذا جاء نصر الله نازل ہوئی تو:

دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فقال نعيت الىّ نفسي فبكت فقال فضحكت فرآها بعض ازواج النبي صلى الله عليه وسلم فقلن يا فاطمة رأيناك بكيت ثم ضحكت قالت انه اخبرني انه قد نعيت اليه نفسه فبكيت فقال لي لا تبكي فانك اول اهلى لاحقاً فضحكت۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی فاطمہ کو بلا کر فرمایا عنقریب میرے وصال کی خبر پاؤگے اس سے بی بی رونے لگیں آپ نے فرمایا مت رو اس لئے میرے اہلبیت میں سب سے پہلے تم مجھے ملو گی اس سے بی بی نے تبسم فرمایا جسے بی بی (عائشہ) نے دیکھ کر پوچھا کہ پہلے آپ روئیں پھر ہنسیں اس کی وجہ بی بی نے فرمایا کہ مجھے حضور نے اپنے وصال کی خبر دی اس سے میں رو پڑی۔ پھر فرمایا کہ تو ہی مجھے سب سے پہلے ملو گی تو اس سے میں ہنسی۔

فوائد و عقائد ① ہنسنا دونوں فعل بی بی کے عقیدہ علم غیب کی دلیل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متعلق بھی ما فی الغد کا بیان فرمایا اور حضرت سیدہ فاطمہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ہوا۔ یہی صحیح ہے۔

② ماں (عائشہ) بیٹی (صاحبزادی) فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپس میں کیسا خوشگوار ماحول تھا کہ راز و نیاز کی باتیں ایک دوسرے سے مخفی نہ رکھتیں۔

③ جدائی ظاہری سے رونا لاعلمی کی دلیل نہیں ورنہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تو عقیدہ تھا کہ آپ صرف ہمارے سے ظاہری طور جدا ہونگے پھر اسی طرح زندہ رہیں گے جیسے عالم دنیا میں تھے۔

عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ کا قبول اسلام کے اسباب علم غیب کی باتیں ہوئیں جو انہوں نے حضور علیہ السلام میں دیکھیں سُنیں تو مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ ان کے اسلام لانے کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

۹ ھ میں عدی بن حاتم طائی مسلمان ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے یہ اپنی قوم کے سب سے بڑے سردار تھے قوم پیداوار اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ ان کی نذر کیا کرتی تھی انہیں مسلمانوں سے سخت عداوت تھی عیسائی تھے اور اسلام کو عیسائیت کا رقیب سمجھتے تھے اور سردار ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدار ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا ان کی سازش سے یمن کے قبیلے نے بغاوت کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں یمن کے گورنر تھے انہوں نے بغاوت کو فرو کیا اور بغاوت کے لیڈروں کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا ان میں عدی کی بہن بھی تھی وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوئی۔ تو اُس نے کہا کہ میں سخی حاتم طائی کی بیٹی ہوں میرا باپ بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا اور غریبوں پر رحم کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرے باپ میں مسلمانوں کی بہت سی خوبیاں تھیں۔ عدی کی بہن نے عرض کیا کہ میری آپ سے ایک درخواست ہے آپ اس کو قبول فرما کر مجھے شکریہ کا موقع دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا۔ عدی کی بہن نے کہا کہ میرے بھائی آپ کی فوج سے خوفزدہ ہو کر شام کے علاقہ میں بھاگ گئے ہیں آپ مجھ کو اجازت

دیں کہ میں ان کو لے آؤں اور ان کے لئے ایک امن نامہ لکھ دیجئے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چپکے چلے گئے اور کچھ جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز پھر وہاں سے گذرے تو پھر اُس نے وہی درخواست دہرائی آپ نے فرمایا تم جلدی کیوں کرتی ہو جب تمہارے علاقہ سے کوئی آئے گا جس پر تم کو اعتبار ہو اس کے ساتھ چلی جانا۔ چنانچہ چند یوم بعد ان کے رشتہ داروں میں سے چند اشخاص آگئے عدی کی بہن کہتی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے رشتہ داروں میں سے ایسے لوگ آگئے ہیں جن پر مجھ کو اعتماد کلی ہے یہ سُن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے کپڑوں کے جوڑے بھیج دیئے اور میرے لئے زادِ راہ اور سواری بھی مہیا فرمائی۔ میں اپنے قرابتداروں کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ گئی۔

بھائی کی ملاقات

عدی فرماتے ہیں کہ میں اپنے بال بچوں میں بیٹھا ہوا تھا کہ دُور سے مجھ کو چند سواریاں نظر آئیں دیکھا کیا ہوں کہ میری بہن ہے ابھی سواری سے اُتری بھی نہ تھی کہ مجھ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا بڑا ظالم ہے قاطع رحم ہے اپنے بال بچوں کو اٹھا کر لے گیا اور بہن کو یہاں چھوڑ گیا چونکہ باتیں سچی تھیں اور میرے پاس کوئی عذر نہ تھا بہت شرمندہ ہوا میں نے کہا کہ مجھ کو معاف فرمائیے پھر میں نے اپنی بہن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق استفسار کیا انہوں نے کہا کہ میرا تو خیال ہے کہ تم جلدی اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو تم کو جلدی سبقت کرنی چاہیئے اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تمہاری عزت میں کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے

کہا ٹھیک ہے اور میں ان کے ساتھ سوار ہو کر مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کون ہو میں نے کہا عدی بن حاتم طائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو اپنے ساتھ گھر لے چلے راہ میں ایک بڑھیا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے رہے جب تک بڑھیا کی داستان ختم نہ ہو گئی، میں نے سوچا کہ بادشاہ اس طرح ضعیفہ بڑھیا عورتوں کے روکنے سے رکا نہیں کرتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ نہیں ہیں۔ گھر میں داخل ہوتے جس گدے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے میری طرف سرکا دیا۔ گدا ایک ہی تھا میں نے عرض کیا نہیں، آپ اس پر بیٹھئے! فرمایا نہیں آپ بیٹھئے۔ چنانچہ میں گدی پر بیٹھ گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے اب مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ ہرگز نہیں۔ بیٹھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عدی تم کوسی[1] ہو میں نے جواب دیا ہاں۔ پھر فرمایا تم اپنی قوم سے پیداوار اور مال غنیمت لیتے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہارے دین کے تو خلاف ہے عدی نے کہا بے شک۔ اب میں نے دل میں سوچا کہ ہو نہ ہو یہ نبی ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عدی تم کو شاید یہ چیز مانع ہو کہ مسلمان نہایت مفلس قلاش اور غریب ہیں عدی وہ وقت آنیوالا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اتنا مال آئے گا کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا۔ اے عدی شاید تم کو یہ چیز مانع ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی زبردست سلطنتیں ہیں

[1] یہ ایک فرقہ ہے۔

دشمنوں کے پاس بے شمار فوجیں اور وہ ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح ہیں عدی وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت اتنی وسیع ہو جائے گی اور ایسا زبردست انتظام ہو گا کہ ایک عورت تن تنہا قادسیہ (کوفہ سے کئی میل دور فاصلہ پر ہے) سے چلے گی اور خوفناک جنگلوں کو طے کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہو جائے گی۔ عدی! شاید تم کو یہ مانع ہے کہ سردست مسلمانوں کی سلطنت تھوڑی ہے عدی! خدا کی قسم ایک وقت آنے والا ہے کہ اسلامی فوجیں کسریٰ جیسی سلطنت کو کو پاش پاش کر ڈالیں گے۔ عدی! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم پڑھو اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ یہ تقریر سن کر میں اسی وقت مسلمان ہو گیا اور حضور علیہ السلام کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ (الاصابہ وغیرہ)

عقائد علم غیب کی تصدیق

یہ وہی عدی رضی اللہ عنہ ہیں حاتم طائی مشہور سخی کے صاحبزادے خود علم غیب کی تصدیق فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اس وقت تین امور (علم غیب) بیان فرمائے۔ دو کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (تیسری بھی پوری ہو گی انشاء اللہ)

(۱) میرے سامنے کسریٰ کی زبردست سلطنت پاش پاش ہو گئی۔

(۲) میری آنکھوں کے سامنے قادسیہ سے ایک عورت تن تنہا خوفناک جنگلوں کو طے کرتی ہوئی صحیح وسالم مدینہ طیبہ پہنچ گئی۔

مجھے یقین ہے کہ تیسری بات بھی پوری ہو گی۔

چنانچہ یہ تیسرا امر (غیبی) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں پورا ہوا۔

وفات حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے ۶۶ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فوائد و عقائد ① حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم ایسا کہ کفار نہ صرف غیر معترف بلکہ اس کے اثر سے قبول اسلام پر مجبور ہوئے جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اس واقعہ سے ان کی تردید ہوتی ہے کہ حاتم طائی کی بیٹی کے تاثرات بتاتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام تلوار کے زور سے نہیں خلق وکمال سے پھیلایا۔

② عدی بن حاتم سے تعارف کے بغیر اس کے حالات خود بتلائے کہ رکوسی ہو اور قوم سے یہ اونٹ وصول کرتے ہو اور ساتھ فرمادیا یہ تمہارے دین کے خلاف ہے اور ان کے دل کی بات بھی ظاہر کردی کہ تم کو دین اسلام میں داخل ہونے سے فلاں امر مانع ہے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو انہی امور کی تصدیق نے اسلام لانے پر مجبور کردیا اور یہی علم غیب کی تصدیق ہے جس کا فروں کو مسلمان بلکہ صحابی جیسا مرتبہ عطا فرمایا لیکن بدقسمتی سے آج اسلام کا ٹھیکیدار بن کر ایک گروہ علم غیب کی تصدیق کرنے والوں کو مشرک بنائے جا رہا ہے ؎

عجب رنگ ہیں زمانے کے

③ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقبل کی تین باتیں بتائیں جو علم غیب (ما فی الغد کل کیا ہوگا) سے متعلق تھیں حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے دو آنکھوں سے دیکھی ہیں ایک اور بھی ہو کر رہے گی یہ ہے صحابی کا عقیدہ۔

عقیدہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ① خلافت راشدہ کے عہد میں جب کوئی شہر فتح ہوتا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ذرا بھی اچنبھا نہ ہوتا تھا بلکہ وہ فرمایا کرتے تھے۔

افتحوا ما بدا لکم والذی نفس ابی ہریرۃ بیدہ ما افتتحتم من مدینۃ ولا تفتحونہا الی یوم القیمۃ الا وقد اعطی اللہ سبحانہ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفاتیحہا قبل ذلک۔

جو ملک بھی چاہو فتح کرلو کیونکہ اس کی قسم جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے تم کوئی شہر فتح نہ کروگے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی چابیاں اس سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دی ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام قسم ثانی صفحہ ۲۱۹)

فائدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار اور علم غیب پر کتنا پختہ عقیدہ تھا کہ فتوحات کو دیکھ کر بے ساختہ فرما دیتے کہ یہ تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے سے ہی مل چکا ہے۔

② طبرانی نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ایک بار حاضرین مجلس سے فرمایا تم میں سے ایک آدمی کی داڑھ دوزخ میں جبل احد کی مانند ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ ایک وقت تک اور سب لوگ تو مر گئے لیکن میں اور ایک اور آدمی رہا اور مجھے بے حد ڈر تھا لیکن وہ شخص مرتد ہوگیا اور جنگ یمامہ میں مارا گیا۔

اسی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی تھی کہ حاضرین مجلس م

ایک جہنمی ہوگا اور واقعہ بھی اسی طرح ہوا چنانچہ ایک شخص مرتد ہوکر مارا گیا اس شخص کا نام رجال بن عنفوۃ بتایا گیا ہے اور وہ اہل یمامہ میں سے تھا وفد بنی حنیفہ کے ساتھ رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوا تھا وہ مسلمان ہوکر کلام اللہ کی تعلیم حاصل کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مسلیمہ کذاب نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تو رجال اس کا معتقد ہوگیا اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جنگ کی تو یہ رجال جو کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھا اور جس کے پیش نظر رسول اللہ نے یہ خبر سنائی تھی کہ اس مجلس کے شرکاء میں سے ایک شخص جہنمی ہے اور اس کی ایک داڑھ دوزخ میں جبل احد کے برابر ہوگی مسلیمہ کذاب کی فوج کے ساتھ تھا جنگ یمامہ میں ہی رجال حضرت زید بن الخطاب کے ہاتھوں قتل ہوا اور عذاب جہنم کا سزاوار ٹھہرا۔ اس طرح رسول اللہ کا وہ ارشاد حرف بحرف پورا ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علم غیب عطا فرمایا۔

فائدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو عقیدہ علم الغیب پر کتنی پختگی ہے کہ جب دسوں صحابہ میں سے باقی ایک آپ، دوسرا وہ زندہ تھا تو اپنا خطرہ لاحق ہوگیا کہ خدانہ کرے جس جہنمی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا وہ خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہ ہوں لیکن آپ کو اس وقت تسلی اور تسکین قلبی ہوئی جب وہ دوسرا مرتد ہوکر مرا۔ یہ علم ما فی الغد ان پانچ علوم میں سے ہے جس کے متعلق ہمارے مخالفین ایسے عقیدہ کو شرکیہ عقیدہ کہتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ کے عقیدہ کی پختگی کا نمونہ

طبرانی اور بیہقی نے ابن حکیم خبتی سے روایت

کی ہے کہ جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجھ کو ملتے تو مجھ سے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت فرماتے جب میں ان کی خیریت کی خبر دیتا تو بہت خوش ہوتے۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم دس آدمی ایک گھر میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو پیچھے مرے گا نار میں ہوگا۔ اس وقت تک آٹھ حضرات ان صحابہ میں سے انتقال فرما چکے ہیں اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اسی وجہ سے میں سمرہ رضی اللہ عنہ کے حال کی تفتیش کرتا ہوں اور حضرت ابوہریرہ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی ان سے کہہ دیتا کہ حضرت سمرہ کا انتقال ہوگیا تو ان کو غش آجاتا تھا یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو مرض کزاز لاحق ہوگیا وہ ایک بڑی دیگ میں پانی گرم کرکے اس میں بیٹھتے تھے ایک روز وہ گر گئے اور آگ میں جل گئے لوگ ان کی عیادت کو حاضر ہوئے تو وہ خوش نظر آتے تھے حالانکہ اس سے پہلے وہ بہت غمگین رہا کرتے تھے ان سے دریافت کیا کہ حضرت آج آپ خلاف معمول بہت خوش نظر آرہے ہیں باوجودیکہ آج آپ جل گئے ہیں اور آپ کو بہت تکلیف ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم دس آدمیوں سے حضور علیہ السلام نے ایک روز فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص پیچھے مرے گا وہ آگ میں ہوگا مجھ سے پہلے ان سب حضرات کا انتقال ہوچکا میرا یہ خوف دنیا کی آگ تھی اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا حضرت سمرہ ان دسوں حضرات میں سے سب سے پیچھے آگ میں جل کر فوت ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے فرمایا تھا ویسے ہوا۔

عقیدہ حسان رضی اللہ عنہ

زرقانی علی المواہب ج ا صفحہ ۳۲۷ میں ہے۔ حضرت حسان کیا فرماتے ہیں؟ ؎

نَبِیٌّ یَرٰی مَالَا یَرَی النَّاسُ حَوْلَہٗ
وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَشْہَدٖ

یعنی نبی اپنے گرد وپیش میں وہ سب کچھ دیکھتے ہیں جن کو دوسرے تمام انسان نہیں دیکھ پاتے اور نبی ہر جگہ خدا کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔

فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَقَالَۃَ غَائِبٍ
فَتَصْدِیْقُہَا فِیْ ضَحْوَۃِ الْیَوْمِ اَوْ غَدٖ

اور اگر نبی کوئی غیب کی بات کسی دن فرمادیں تو آج یا کل کے روز روشن میں اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

یمن کے گورنر کا اسلام قبول کرنا

پرویز کسریٰ نے حضور علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا آرڈر یمن کے گورنر کو بھیجا۔

اس نے دو قاصد حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے آپ نے قاصدوں کو رات گذار کر صبح حاضری کا فرمایا دوسری صبح قاصد حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کسریٰ کو گذشتہ شب اس کے بیٹے نے قتل کر ڈالا ہے اور فرمایا کہ یمن کے گورنر کو یہ خبر پہنچادو اور یہ بھی کہنا کہ میرا دین اور حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں اب تک کسریٰ کی حکومت پہنچ چکی ہے۔ تم اسلام لے آؤ۔

قاصدوں نے یہ خبر جاکر باذان کو سنائی ادھر پرویز کے قتل کی بھی اطلاع مل گئی۔ باذان کو یقین ہو گیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں۔

اس پر انہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا ان کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے لوگ بھی حلقہ بگوش ہو گئے (مزید تفصیلی حالات کتب سیر میں ہیں)۔[۱]

فائدہ غیبی خبر پر صحابہ کو دولت اسلام نصیب ہوئی لیکن آج اس کے برعکس ہے کہ ایسے عقیدہ والوں کو کافر و مشرک کہا جا رہا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ اور کمالات حکیمانہ سے پھیلا ہے۔

نوٹ: واقعہ پرویز کسریٰ کو فقیر نے کتاب "نشان قدرت" میں تفصیل سے لکھا ہے۔

عقیدہ علم غیب و اختیار از قیس بن مالک ارحبی رضی اللہ عنہ

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تحریر حضرت قیس بن مالک ارحبی رضی اللہ عنہ کو بھیجی تھی اس کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں۔

"تم پر سلام ہو۔ بعد اس کے واضح ہو کہ میں نے تم کو قوم پر خیر خواہ وہ بڑی ہوں یا شہری یا غلام سب پر حاکم بنایا اور مقام نسأ کے غلہ سے دو سو صاع اور خیوان کے انگور سے دو سو صاع تمہارے لئے مقرر کئے۔ یہ عطیہ تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ (ابداً، ابداً، ابداً) جاری رہے گا۔"

فائدہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (ابداً، ابداً، ابداً) کہنا بہت محبوب ہے اس سے مجھے اُمید ہے کہ میری نسل ہمیشہ رہے گی (طبقات ابن سعد و اسد الغابہ)

فائدہ ابداً غیر منقطع مدت اور کثرت بھی مراد ہوتی ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ

۱؎ خصائص کبریٰ و حجۃ اللہ علی العالمین۔

والسلام کے منہ مبارک سے یہ لفظ نکلا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنا عقیدہ بنا دیا نسل ہمیشہ رہے گی۔

ثابت ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ سے جو بات نکلی ہو وہ ہو کر رہے گی اسی کا نام اختیار ہے نیز چونکہ اس کی اولاد میں ہمیشہ رہنے کا تعلق ما فی الغد (کل کیا ہوگا) علم الغیب سے ہے اسی لئے صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ بھی ظاہر کر دیا کہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی سے انہیں یقین ہے کہ ان کی اولاد تا قیامت قائم رہے گی۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ اختیار بھی ہے اور علم الغیب بھی۔ (ولکن الوہابیۃ قوم لا یعقلون)

مزید عقائد صحابہ اور تفصیل فقیر کی کتاب الاصابہ فی عقائد الصحابہ" میں پڑھیئے۔

علم الغیب للصحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام کے علوم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان ہے کیونکہ مسلّم ہے کہ تلامذہ کی قابلیت استاد کا جوہر سمجھا جاتا ہے اور ہر صحابی کا علم ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بے کنار ہے اسی لئے اہل اسلام نے کہا ہے کہ ان کے علوم اور اسرار و رموز کے سامنے اغواث، اقطاب و اولیاء اور مجتہدین اور فقہاء و محدثین ہیچ ہیں۔ اور یہ تو مخالفین بھی مانتے ہیں کہ ہر صحابی کا علم ایک بحر ذخار ہے اور صحابہ کو یہ علوم کتابوں سے نہیں نگاہوں سے نصیب ہوتے۔ اندازہ لگائیے جس کی ایک نگاہ کی یہ قدر و منزلت ہے اس کے علوم و اسرار کا کیا حال ہوگا۔ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جملہ انبیاء اور جملہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے علوم حضور نبی پاک صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے سامنے ایسے ہیں جیسے قطرہ سمندر کے آگے۔

(روح البیان وعرائس البیان)

بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چند اصحاب کے چند نمونے ملاحظہ ہوں ممکن ہے کسی کو سمجھ آجائے کہ جن کے تلامذہ عظام کے علوم غیبیہ شرعاً ثابت ہیں تو ان کے پڑھانے والے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علم غیب

آپ نے وصال سے پہلے وصیت فرمائی چنانچہ اس کی تفصیل اسی کتاب میں گذری کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ کو فرمایا کہ میری جائداد تقسیم کرتے وقت اپنی بہن کا حصہ نکالنا عرض کی میری بہن کہاں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں حاملہ ہے اس سے بچی پیدا ہوگی چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

فائدہ کسی کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی یہ ان علوم خمسہ سے ہے جس کے لئے مخالفین کہتے ہیں کہ غیر اللہ (نبی ہو یا ولی) ماننا شرک ہے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جیسے بتایا ویسے ہوا یہی علم غیب ہے جس کے لئے ہمارا عقیدہ ہے۔

فائدہ اس سے نہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علم الغیب ما فی الغد (کل کیا ہوگا) اور ما فی الارحام (ماں کے پیٹ میں کیا ہے بچی ہے یا بچہ) ثابت ہوا بلکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ بھی واضح ہوا کہ والد گرامی کی وصیت پر سر تسلیم خم کر دیا ورنہ کہہ سکتی تھیں علم غیب بالخصوص پانچ علموں میں سے یہ دو علم غیر اللہ کے لئے ثابت نہیں تو پھر والد گرامی کی وصیت پر عمل کیوں؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مروی ہے کہ آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے لوگ بکثرت جمع ہیں کہ مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں آپ نے خطبہ کے درمیان زور سے پکارا "یا ساریۃ الجبل" اے ساریہ (رضی اللہ عنہ) پہاڑ کی طرف متوجہ ہو تمام حاضرین آپ کے ان کلمات کو سنکر حیران و ششدر ہو گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے لیکن نماز کے بعد بھی کسی کو آپ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی مگر حاضرین نے دن اور تاریخ یاد رکھا۔ الغرض اس وقت ساریہ رضی اللہ عنہ کفار سے لڑائی میں مشغول تھے کہ انہوں نے اثنائے جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کانوں سے سنی اور یہ سمجھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں۔ فوراً آپ کے ارشاد پر عمل کیا گیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار کو شکستِ فاش ہوئی۔

فائدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سینکڑوں کوس کے فاصلہ سے مقام نہاوند میں جنگ کے موقعہ پر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آواز دی۔ اور ساریہ رضی اللہ عنہ نے اُس آواز کو سُن کر اُس پر عمل کیا اور فتح پائی۔ ذرا آپ اس طاقت کا اندازہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثانی کو بطفیل آپ کے عطا فرمائی۔

تصدیق جب وہ فوج ظفر موج فتح پاکر واپس آئی تو مسلمانوں نے ان سے دریافت کیا کہ فلاں تاریخ اور فلاں وقت حضرت عمر نے عین خطبہ میں یاساریۃ الجبل باآواز بلند پکارا تھا کیا آپ لوگوں کو بھی اس کی کچھ خبر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں کچھ کفار پہاڑ کے درہ میں گھات لگائے اس ارادہ سے بیٹھے تھے کہ مسلمانوں کو غافل پاکر ان پر حملہ کر دیں اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی دی آپ کے ارشاد کے مطابق عمل درآمد کیا گیا تو کفار کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں کو فتح و نصرت۔

فائدہ اس روایت صحیحہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم غیب تھا۔

انتباہ نہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم غیب کا ثبوت ملا بلکہ اس روایت سے اجماع صحابہ سے یہ عقیدہ ثابت ہوا جبکہ مسجد نبوی شریف میں مجمع صحابہ میں حضرت فاروق اعظم نے بیان فرمایا تو اگر کسی صحابی کو اسمیں اختلاف ہوتا تو بول پڑتا جیسے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ایسے واقعات پیش ہوئے کہ آپ سے معمولی سی بات پر باز پرس ہو جاتی۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے ایک شخص میرے پاس آتا ہے جس کی آنکھوں میں زنا کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس شخص نے عرض کی: یا خلیفۂ رسول اللہ! کیا حضور علیہ السلام کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ آپنے فرمایا: وحی نہیں بلکہ نورِ قرآن ہے۔ ازالۃ الخفا

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مولانا عبد الرحمٰن صاحب جامی رحمۃ اللہ علیہ شواہد النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ

(۱) جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کوفے سے لشکر طلب فرمایا تو اُس کے لشکر کے آنے سے پیشتر ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حاضرین کو فرمایا کہ کوفے

بارہ ہزار فوج آتی ہے چنانچہ حاضرین میں سے ایک شخص فوج کے انتظار میں راستہ میں آن بیٹھا کہ دیکھیں کہ فوج کے کتنے آدمی آتے ہیں پس جب لشکر قریب آگیا تو اُس نے ایک ایک آدمی کو گننا شروع کیا تو واقعی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کے مطابق بارہ ہزار آدمی تعداد میں نکلے۔ ایک بھی کم و بیش نہ تھا۔

(۲) منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کربلا سے گذرے۔ اور وہاں کچھ دیر ٹھہرے تو دائیں بائیں دیکھ کر واقعہ کربلا کی پوری پوری صحیح خبر حاضرین کے روبرو بیان کر دی (شواہد النبوت) مزید تفصیل فقیر نے "ذکر حسین" میں عرض کی ہے۔

ماں بیٹے کی خبر:

منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد کوفہ میں نماز فجر سے فارغ ہو کر ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر ایک مرد اور ایک عورت باہم لڑ رہے ہیں اُن کو جا کر بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ اُن کو بلا لایا تو آپ نے فرمایا کہ آج رات تم دونوں میاں بیوی آپس میں بہت جھگڑتے رہے ہو اس کی کیا وجہ ہے اُس نے عرض کیا کہ جب سے میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے تو مجھے طبعاً اس سے نفرت آتی ہے اس واسطے یہ عورت مجھ سے جھگڑا کرتی ہے چنانچہ جب آپ نے ہمیں بلایا تھا تو اُس وقت تک بھی جھگڑا ہو رہا تھا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا اظہار کرنا غیر کے سامنے معیوب ہوتا ہے۔ یہ سُن کر حاضرین سمجھ گئے اور وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے وہ میاں بیوی وہاں رہ گئے۔ آپ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اس جوان کو جانتی ہے اُس نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ میں تجھے اس کی شناخت

کراتا ہوں مگر تو منکر نہ ہو جانا اُس نے عرض کیا کہ میں ہرگز امر واقعی سے انکار نہ کروں گی اس پر آپ نے فرمایا کہ تو فلاں شخص کی بیٹی ہے عرض کی صحیح ہے آپ نے فرمایا کیا تیرے چچا کا بیٹا تھا عرض کی تھا آپ نے فرمایا تجھے اس سے محبت ہو گئی تھی وہ بھی تجھ سے بہت محبت کرتا تھا۔ عرض کی صحیح ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تو ایک رات کسی ضرورت کے تحت باہر جا رہی تھی راستہ میں تجھے اس نے پکڑ لیا تھا اور تیرے ساتھ ہمبستر ہوا اور تو حاملہ ہو گئی۔ تو نے اپنی ماں کو اس راز سے اطلاع دی مگر باپ سے اس کو چھپایا۔ جب تجھے درد زہ شروع ہوا اور وضع حمل کا وقت قریب آیا تو تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی جب تو نے لڑکا جنا تو تُو نے اس کو لپیٹ کر گڑھے پر ڈال دیا۔ پھر ایک کتا اُس کو سونگھنے لگا تو نے کتے کو پتھر دے مارا لیکن وہ بچہ کے سر پر جا لگا جس سے اُس کا سر زخمی ہو گیا اور تیری ماں نے کپڑا پھاڑ کر اُس کے سر پر باندھا اور پھر تم دونوں وہاں سے چلی آئیں۔ پھر نہیں اُس بچہ کا حال معلوم نہ ہوا۔ اس عورت نے عرض کیا بے شک ایسا ہی واقعہ ہوا۔ اس راز کی خبر میرے اور میری ماں کے کسی اور کو نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ نے اُس بچہ کو لے کر اُس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا پھر وہ اس قبیلہ کے ساتھ کوفہ میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ یہ وہی جوان ہے۔ پھر آپ نے اس جوان کو کہا کہ سر دکھلاؤ چنانچہ جب اس نے سر کو دکھلایا تو اس کے سر میں زخم موجود تھا آپ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمہاری حفاظت فرمائی اور حرام سے بچایا (شواہد النبوت)

فائدہ اس روایت سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی علم غیب تھا۔ نمونہ کے طور پر صرف دو روایتوں پر اکتفا کیا گیا ہے

ورثہ مدینۃ العلم سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنہیں اپنے علوم کے خزائن کا دروازہ (باب) کہا ہے اس کی علوم کی وسعت کا کیا کہنا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو علم غیب

ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کے جنازے کے ساتھ قبرستان میں تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ واپس تشریف لے آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور باتیں کرنے لگے باتوں ہی باتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر پڑی تو وہ سامنے آئیں اور چہرے کو ہاتھ سے چھونے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پگڑی، چہرہ، بال، گریبان کو چھو کر خوب اچھی طرح دیکھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ عنہا سے پوچھا اے عائشہ! آپ جلدی جلدی کیا ڈھونڈ رہی ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت آج بارش برسی تھی میں آپ کے کپڑوں کو دیکھ رہی ہوں تعجب ہے کہ بارش سے کپڑے نہیں بھیگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ تم نے آج سر پر کیا اوڑھا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی آپ کی فلاں چادر بجائے اپنی اوڑھنی کے میں نے آج اپنے سر پر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) ایک اور بادل سے دل تیری آنکھ کو خدا نے غیب کی بارش دکھائی۔ دراصل وہ بارش تمہارے اس (ظاہری) بادل کی نہیں بلکہ وہ اور ہی بادل اور اور ہی آسمان ہے ایسی بارش اور ہی بادل سے ہے اور اس کے نزول میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے جسے تو نے بارش سمجھ لیا۔

(مثنوی مولانا روم قدس سرہ)

ایک نوجوان صحابی کو علم غیب

ایک نوجوان صحابی کا واقعہ گذرا کہ اس نے منافق کی اونٹنی کی خبر دی کہ وہ گابھن ہے اس سے کیا پیدا ہوگا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ یہ کیوں اور کیسے گابھن ہوئی۔

حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو علم غیب

ایک دفعہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ کو پیدل سفر فرما رہے تھے سفر سے آپ کے پاؤں متورم ہو گئے۔ غلام نے عرض کی تھوڑا سا سفر آپ سواری پر طے فرمائیں تاکہ پاؤں کی ورم میں کچھ افاقہ ہو جائے گا آپ نے فرمایا پیدل ہی چلیں گے سن لے منزل پر ایک شخص حبشی ملے گا اس کے پاس روغن (تیل) ہے اس سے خرید لینا غلام نے عرض کی میرا اس سے پہلے تو تعارف نہیں آپ نے فرمایا تجھے خود معلوم ہو جائے گا۔ غلام جب منزل پر پہنچا تو اسے ایک حبشی ملا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی نسبت ہم نے کہا تھا۔ فوراً جاؤ اور اس سے روغن خرید لاؤ۔ غلام نے جا کر اس حبشی سے روغن مانگا اس نے دریافت کیا کہ کس کے لئے چاہیئے۔ کہا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اس نے کہا کہ مجھے ان کی خدمت میں لے چل۔ میں ان کا نیازمند ہوں۔ پس جب وہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو دست بستہ عرض کی کہ آپ میرے آقا ہیں میں آپ سے کیا قیمت لے سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت میری بیوی کے دردزہ ہو رہا ہے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ صحیح وسالم بچہ عنایت فرمائے۔ آپ نے فرمایا جا اللہ تعالیٰ نے تجھے ویسا ہی فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ تو چاہتا ہے لیکن یہ بچہ ہمارا نیازمند ہوگا پس جونہی وہ اپنے مکان پر پہنچا تو واقعی حضرت کے ارشاد کے مطابق صحیح وسالم لڑکا تولد ہوا۔ (شواہد النبوۃ۔ عارف جامی)

فائدہ منزل والے غلام کی خبر غیبی کے علاوہ اس کے بیٹے کی پیدائش اور بہمہ آل اوصاف جو اس کے جی میں تھا۔ تین علوم غیبیہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے بتائے۔ لیکن کسی کو اعتبار نہ آئے تو ہم کیا کریں۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کو علم غیب

شواہد النبوت میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں مکہ معظمہ میں تھا مجھے امام باقر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا چنانچہ میں اُن ہی کی قدم بوسی کے ارادہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جس رات کو میں مدینہ منورہ پہنچا۔ تو آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا بارش بڑے زور سے ہو رہی تھی اور سردی بڑی سخت تھی آدھی رات کا وقت تھا جب میں امام صاحب کے درِ دولت پر پہنچا تو اس وقت مجھے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ آیا میں اپنے پہنچنے کی اطلاع امام صاحب کو کروں یا صبح کے وقت جب امام صاحب خود باہر تشریف لائیں اس وقت صبر کروں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ امام صاحب کی آواز میرے کان میں آئی کہ باندی سے فرماتے ہیں فلاں شخص بھیگا ہوا آیا ہے اُسے سردی سے ٹھٹھر رہا ہے اور دروازہ پر حیران و متفکر بیٹھا ہوا تھا چنانچہ اس نے امام کے حکم سے فوراً دروازہ کھولدیا اور میں مکان کے اندر داخل ہوگیا۔

فائدہ اس سے وہی ثابت ہوا جو ہمارا موضوع ہے لیکن دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے۔

حضرت زید صحابی رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مثنوی شریف میں ہے ۔۔

گفت پیغمبر صباحے زید را　　　کَیْفَ اَصْبَحْتَ اے رفیق باصفا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صبح زید سے کہا کہ آج کی صبح اے رفیقِ باصفا کیسے کی۔

گفت عبدًا مومنًا باز اوش گفت　　　کو نشاں از باغِ ایماں گر شگفت

کہا اس حال میں کہ میں عبد مومن تھا پھر اس سے فرمایا کہ وہ باغ ایمان اگر کھلا ہے تو اس کا نشان کہاں ہے؟

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا　　　شب نخفتم ز عشق و سوز ہا

کہا میں مدتوں پیاسا رہا ہوں روزہ میں اور راتوں کو سوز عشق میں نہیں سویا ہوں۔

تا ز روز و شب جدا گشتم چناں　　　کہ ز اسپر بگذرد نوکِ سناں

تو اس روز و شب سے ایسا نکل گیا ہوں جیسے سپر سے نوک سناں کی نکل جاتی ہے (روز و شب سے مراد زمانہ ہے یعنے زمانہ سے الگ ہوں)

کہ از انسو روز و شب ملت یکے ست　　　صد ہزاراں سال و یک ساعت یکیست

اس لئے کہ اس روز و شب کے اُس پار ایک ہی ملت ہے یعنے وحدت جہاں لاکھوں برس اور ایک ساعت ایک ہے غرض یہ کہ تعدد و تعین نہیں ہے یکے ہی یکے ہے۔

ہست ازل را و ابد را اتحاد　　　عقل را رہ نیست سوئے افتقاد

ازل اور ابد جو لا ابتدا اور لا انتہا ہونے سے موصوف ہیں دونوں متحد ہیں عقل کو دخل نہیں ہے جو کسی گم ہوئے کو ڈھونڈے یعنی جو کیفیتیں کہ ازل میں تھیں وہ بھی موجود ہیں اور جو ابد تک ہوں گی وہ بھی حاضر۔

گفت زیں راہ کو رہ آوردی بیار　　　در خورِ فہم و عقول ایں دیار

آپ نے اس راہ سے کیا تحفہ لایا ہے وہ بھی بیان کر لیکن بموافق عقول اہل دنیا کے جو تمام لوگ سمجھ سکیں۔

گفت خلقاں چو ببنیذ آسماں — من ببینم عرش را با عرشیاں

تمام لوگ جیسے آسمان کو دیکھتے ہیں ایسے ہی عرش کو عرشیوں میں دیکھ رہا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن

آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ میرے سامنے ایسی ظاہر ہیں جیسے بت بت پرست

یک بیک وا مے شناسم خلق را — ہمچو گندم من ز جو در آسیا

مخلوق سے ایک ایک تو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے گیہوں اور جو آسیا میں پہچانے جاتے ہیں کہ یہ جو ہے اور گندم ہے۔

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کیست — پیش من چو مار و ماہیست

کہ بہشتی کون ہے اور بیگانہ کون ہے میرے سامنے ایسے ظاہر ہیں جیسے سانپ اور مچھلی۔

جملہ را چوں روز رستاخیز من — فاش مے بینم عیاں از مرد و زن

مثل روز قیامت کے تمامی مرد و زن کی کیفیت عیاں و برملا ظاہر دیکھ رہا ہوں۔

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس — لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس

خبردار ہو کے جاؤں یا خاموش ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہونٹ دانت تلے دبایا جس سے ایما تھا بس کر۔

یا رسول اللہ بگویم سر حشر — در جہاں پیدا کنم امروز نشر

زید نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو بھید حشر کا کہوں اور جہاں میں پریشانی ڈالوں اور آج نشر پیدا کر دوں۔

ہل مرا تا پردہ ہا بر درم — تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

مجھ کو چھوڑ دو اور اجازت دو تو پردے بھید کے پھاڑوں جس سے گوہر میری ذات کا مثل خورشید کے چمکے۔

تا کسوف آید ز من خورشید را — تا نمائم نخل را و بید را

تا کہ مجھ سے خورشید میں کسوف آجائے جیسا کہ قیامت کو ہوگا ایسا بیان کروں اور نخل خرما اور بید کو ظاہر کر دوں کہ فلاں مثل خرما کے رطب سے پُربار ہے اور فلاں مثل بید کے بے بار۔

وا نمایم روز رستاخیز را — نقد را و نقد قلب آمیز را

اور کیفیت روز قیامت کھول دوں جیسیں نقد قلب آمیز ہر ایک کا ظاہر ہو جائے گا

دستہا ببریدہ اصحاب شمال — وا نمایم رنگ کفر و رنگ آل

زیدا اصحاب شمال کے میں کہتے ہیں کہ ان کے ہلاک کی کیفیت ظاہر کروں جس کو سن کر یہ بائیں ہاتھ والے یعنی گنہگار جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اپنی خرابی کو جانیں اور رنگ کفر جو سیاہ ہے اور رنگ اسلام کو جو سرخ ہے دکھاؤں کہ یہ حال کفر کا ہے اور یہ اسلام کا ہے۔

وا کشایم ہفت سوراخ نفاق — در ضیائے ماہ بے خسف و محاق

اور وہ سات سوراخ جو نفاق کے ہیں ان کو کھول دوں (ہفت سوراخ مراد درکات دوزخ ہے کہ سات ہیں) از لبس تیرہ و تاریک اور نیز روشنی ماہ سے جو لگا رہیں اور ایسے ماہ جن کو خسوف و محاق نہیں جیسے یہ ماہ میں خسوف بھی آجاتا ہے اور ہر مہینہ محاق میں جو تحت شعاع آفتاب میں ڈوبا رہتا ہے پڑ جاتا ہے۔

واماتم من پلاس اشقیا   بشنوانم طبل و کوس انبیاً

اشقیا کو پلاس نصیب ہے وہ بھی دکھا دوں۔ انبیاً کے طبل و کوس کی آواز بھی سنوا دوں کہ کیسا ڈنکا بادشاہی کا بجا رہے ہیں اور اشقیاً کیسی ذلت دخواری میں ہیں۔

دوزخ وجنات برزخ درمیاں   پیش چشم کافرم آرم عیاں

دوزخ اور جنتیں جنمیں بالفعل برزخ ہو رہا ہے اور کافر اسی برزخ کے باعث ان کے منکر ہیں ابھی ان کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کردوں۔

وانمایم حوض کوثر را بجوش   کاب بر روشاں زند بانگش بگوش

حوض کوثر کے بھی منکرین منکر ہیں ان کو بھی جوش مارتا ہوا دکھا دوں ایسا کہ پانی اُن کے روبرو ہو اور آواز جوش ان کے کان میں پہنچے۔

وانکہ تشنہ گرد کوثر مے دوند   یک بیک را نام گویم کہ کہ اند

اور وہ لوگ جو پیاسے اُس کے گرد پھرتے ہیں اور دوڑ دوڑ کے آتے ہیں ایک ایک کا نام بتا دوں کہ کون کون ہیں۔

مے لباید دوش شاں بر دوش من   نعرہا شاں مے رسد در گوش من

ان کے دوش میرے دوش سے لگے ہیں اور ان کے نعرے میں کان میں چلے آتے ہیں

اہل جنت پیش چشم ز اختیار   درکشیدہ یکدگر را درکنار

اور تمام اہل جنت کو جو ان کے اختیار میں ہے میری آنکھ کے کے سامنے ایک دوسرے سے بغلگیر ہیں۔

دست یکدگر زیارت می کنند   وز لباں ہم بوسہ غارت می کنند

ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں اور لبوں سے بھی ہاتھوں کے بوسے لوٹتے ہیں

کر شد ایں گوشم زبانگ آہ آہ   از حنین و نالہ واحسرتاہ

اور وہ آوازہ آہ آہ اور گریہ دردناک اور نالہ واحسرتاہ کا ہو رہا ہے دوزخیوں سے وہ بھی میرے کان میں ایسا آرہا ہے جس سے میرے کان بہرے ہوگئے۔

ایں اشارتہاست گویم از نغول   لیک مے ترسم ز آزار رسول

یہ اشارے دُور کے ہیں اور سب کامل کر میں کہہ رہا ہوں۔ لیکن خوف و ناراضی رسول مقبول سے کہ حکم اخفا کا فرماتے ہیں مفصل اور بیّن نہیں کہہ سکتا۔

ہمچنیں مے گفت سرمست و خراب   داد پیغمبر گریبانش تتاب

اسی طرح وہ کہہ رہا تھا درانحالیکہ مست و مدہوش تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا گریبان امیٹھ دیا یعنی اس کا گلا بند کر دیا اور منع فرمایا۔

فائدہ یہاں دنیا سے بہشت اوپر ستر سو سال کی مسافت ہے ایسے ہی دوزخ نیچے ستر سو سال لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دونوں کو بیک دیکھ رہا ہوں یہ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام کا حال ہے آقا کا حال کیا ہوگا بلکہ یہی کیفیت ہر میت کی مرتے وقت ہوتی ہے جیسے فقیر آگے چل کر عرض کرے گا۔

حارث انصاری کو علم غیب

حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ دنیا میں ہی اپنی آنکھوں سے بہشت و دوزخ کو دیکھتے تھے چنانچہ شرح عین العلم جلد اوّل میں ہے۔

فی روایۃ الطبرانی و ابونعیم   یعنی طبرانی میں حارث بن مالک انصاری

عن الحارث بن مالک الانصاری قال مررت بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال کیف اصبحت یا حارث قلت اصبحت مؤمنا حقا فقال انظر ما تقول فان لکل شیء حقیقۃ فما حقیقۃ ایمانک قلت قد عرفت نفسی عن الدنیا واسہرت لذلک عینی لیلی واظمأت نہاری وکانی انظر الی اہل الجنۃ یتزاورون فیہا وکانی انظر الی اہل النار یتضاغون وفی روایۃ یتعادون فقال یا حارث عرفت فالزم وفی روایۃ ابن عساکر قال علیہ السلام وانت امرء نور اللہ قلبہ فالزم۔

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا اے حارث تو نے کیونکر صبح کی۔ میں نے کہا کہ اس حال میں صبح کی کہ میں سچا ایماندار ہوں آپ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے کہ تحقیق ہر شے کے لئے حقیقت ہے تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے میں نے کہا کہ میں نے جان لیا اپنے نفس کو دنیا سے۔ رات کو میں نے اپنی آنکھ کو بیدار رکھا اور میں دن میں پیاسا رہتا تھا کہ میں دیکھتا ہوں اہل جنت کی طرف کہ وہ باہم زیارت کر رہے ہیں اور دیکھ رہا ہوں میں اہل جہنم کی طرف کہ وہ شور کر رہے ہیں اور چلا رہے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تو ایک مرد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قلب کو منور کر دیا پس لازم پکڑ اسکو۔

فائدہ اس روایت سے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا غیب جاننا ثابت ہوا۔

انتباہ نمونہ کے طور چند ہستیوں کے علوم کا ایک معمولی حصہ ذکر کیا ہے اگر اسے پھیلایا جائے تو بہت بڑا دفتر ہو جائے۔ ہوشمند کے لئے کافی ہے بے ہوش کو ہزاروں دفتر ناکافی۔

باب ٦

علوم الاولیاء

سلسلہ وحی نبوت کے انقطاع سے الہام کا انقطاع کسی کا قول نہیں بلکہ معتزلہ و خوارج کے سوا الہام کا صدور تا دنیا تا قیامت جاری ہے اسے الہام کے علاوہ کشف اور علم لدنی بھی کہا جاتا ہے۔ اہلسنت کے علاوہ وہابیہ دیوبندیہ کے تمام فرقے اس کے قائل ہیں غیر مقلدین وہابیہ کا محقق سلمان منصور پوری اپنی مشہور کتاب رحمۃ للعالمین صٖ ٢٣ ج ٣ میں لکھتا ہے۔

"درجہ سوم؛ وہ علم ہے جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے یہ علم عبودیت کا ثمرہ اور متابعت احکام حقہ کا پھل ہوتا ہے۔ جب کمال اتقیاء کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے تب جواد مطلق کی جانب سے وہ معارف ایمانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیئے جاتے ہیں، جس تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا۔ ایسا علم خود اپنے لئے دلیل بھی ہے اور دوسرے کے لئے مدلول بھی"۔

اس کے دلائل فقیر نے کتاب الفراستہ اور الہام اور العلم اللدنی میں عرض کر دی ہے یہاں اولیاء کرام کی علمی وسعت کے چند واقعات و حوالہ جات حاضر ہیں۔

(١) حضرت عارف ربانی قطب اقطاب شیخ ابوالحسن الشاذلی۔ قدس سرہٗ

لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم   کہ اگر شریعت کی لگام میری زبان پر نہ

بما یکون فی غد و بعد غد الی یوم القیمۃ قال صاحب جامع اصول الاولیا و قد اخبر من بعدہ بسیدی شمس الدین الحنفی فقال یظہر بمصر شاب یعرف بالشاب الادیب حنفی المذہب اسمہ محمد ابن الحسن و علی خدہ الایمن خال وھو ابیض اللون مشرب حمرۃ و بعینہ حور و یتربی یتیما فقیرًا و یکون خامس خلیفۃ من بعدی و یشتھر فی زمانہ و یکون لہ شان عظیم و قد کان کذالک۔

ہوتی تو میں کل سے لے کر قیامت تک تمام واقعات کی تم کو خبر دے دیتا صاحب جامع اصول الاولیاء فرماتے ہیں کہ عارف مذکور کا یہ صرف دعویٰ نہیں تھا بلکہ آپ نے علامہ شمس الدین الحنفی کی خبر پیدائش دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ شہر مصر میں ایک جوان پیدا ہوگا جو الشاب الادیب کے لقب سے مشہور ہوگا اور اس کا نام محمد بن الحسن اور وہ حنفی المذہب ہوگا۔ اس کا رنگ سفید مائل بسرخی اور داہنے رخسارے پر ایک خال اور آنکھ کی تیلی نہایت سیاہ ہوگی۔ یتیمی اور فقیری کی حالت میں وہ پرورش پائے گا اور اپنے زمانہ میں وہ میرے بعد پانچواں خلیفہ ہوگا اور وہ اپنے دور میں مشہور اور بڑی شان کا مالک ہوگا۔

چنانچہ ویسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا۔

(٢) امام ابن عابدین شامی ردالمحتار صٖ ٣٢ ج ا پر سیدی محمد شاذلی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومنھم ختم دائرۃ الولایۃ   اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت

قطب الوجود سیدی محمد الشاذلی البکری الشهیر بالحنفی الفقیه الواعظ۔ احد من صرفه الله تعالی فی الکون ومکنه من الاحوال ونطق بالمغیبات و خرق له العوائد قلب له الاعیان

کے خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں اور یہ ان اولیا میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے امور تکوینیہ میں تصرف عطا کیا تھا اور انہیں حالات پر قابو دے دیا تھا انہوں نے غیب کی خبریں دیں اور بے شمار امور خارقہ للعادات ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔

فائدہ اس حوالہ میں نہ صرف اولیاء کرام کے لئے علم غیب کا ثبوت ہے بلکہ ان کے تصرفات فی الامور التکوینیہ کی تصریح بھی ہے۔

۳ حضرت قطب ربانی امام شعرانی سے حضرت علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ میں نقل فرماتے ہیں۔

قَالَ فِی لَطَائِفِ الْمِنَنِ اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی غَیْبٍ مِّنْ غُیُوْبِ اللّٰهِ تَعَالٰی بِنُوْرٍ مِّنْهُ بِدَلِیْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ لَا یَسْتَغْرِبُ وَهُوَ مَعْنٰی کُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ فَمَنْ کَانَ الْحَقُّ بَصَرَهٗ فَاطِّلَاعُهٗ عَلٰی غَیْبِ اللّٰهِ لَا یَسْتَغْرِبُ۔

لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجب نہیں اس حدیث سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ فرماتا ہے میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے پس اس کا غیب

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جز السادس) پر مطلع ہونا کیا بعید ہے۔

فائدہ جہاں امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ولی اللہ کے علم غیب کا ثبوت دیا ہے وہاں علم فراستہ کا بھی پتہ دیا ہے جسے ہم علم لدنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ حدیث فراستہ اتقوا فراسة المومن کی رو سے ولی اللہ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں کنت سمعه الذی یبصر به الخ کے موافق اگر بندہ کو اطلاع علی الغیب ہوتی ہے تو کونسی عجیب بات ہے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر میں حضرت ابو سلیمان درانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

۴ الفراسة مکاشفة النفس ومعاینة الغیب للغیب مبادی ولواحق فمبادیه لا یطلع علیه ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فهو ما اظهره الله علی بعض احبائه لوحة عمله وخرج ذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذلک اذا تنور الروح القدسیة وازداد نورها و اشراقها بالاعراض عن ظلمة

فراست نفس کے مکاشفہ اور غیب کے معائنہ کو کہتے ہیں غیب کے مبادی بھی ہیں اور لواحق بھی لیکن مبادی پر نہ کوئی ملک مقرب اطلاع پاتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل باقی رہے۔ لواحق تو ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بعض احباء پر ان کے عمل کے مطابق مطلع فرماتا ہے اور یہ غیب اضافی ہے کیونکہ جب روح قدسیہ منور ہو جاتی ہے اور عالم حس کی ظلمت سے اعراض کرنے آئینہ دل کو طبیعت کے زنگ سے صاف کرنے

عالم الحس وتخلیة القلب عن ... الطبیعة والمواظبة علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالٰهیة حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبه فتنعکس فیه النقوش المرتسمة فی اللوح المحفوظ و یطلع علی المغیبات ویتصرف فی أجسام العالم السفلی بل یتجلی حینئذٍ الفیاض الاقدس بمعرفته التی هی اشرف العطایا فکیف بغیرها

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

... علم وعمل اور مواظبت اور فیضان انوار الٰہیہ کی وجہ سے یہ نور اور زیادہ قوی ہو کر فضائے قلب پر چھا جاتا ہے پس دل میں لوح محفوظ کے نقوش مرتسم ہو جاتے ہیں اور مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی کے اجسام میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور اسے حب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو اشرف عطایا ہے تو اور کوئی چیز اس سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

فائدہ حضرت ملا علی کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ صالحین کاملین اور عارفین باللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی کیونکہ جب ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مخفی نہ رہی تو اور کوئی چیز کیسے مخفی رہ سکتی ہے اور یہی علم کلی ہے پس یہ علم جب عام صالحین کاملین کو ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام کاملین اور عارفین کے سرتاج ہیں انہیں یہ علم کیوں کر نہ حاصل ہوگا۔

⑤ اسی مرقات میں ملا علی قاری کتاب عقائد تالیف شیخ ابو عبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

یَنتقلُ فی الأحوالِ حتی یَصیرَ إلی

بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے

إلی نعت الروحانیة فیعلم الغیب۔

یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پا لیتا ہے پس غیب جانتا ہے۔

اسی مرقات میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا۔

یَطلعُ العبدُ علی حقائقِ الأشیاءِ ویتجلی لهُ الغیبُ وغیبُ الغیبِ

کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔

⑥ اسی مرقات ج۲ باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلہا میں فرماتے ہیں

النفوسُ الزکیةُ القدسیةُ اذا تجردت عن العلائقِ البدنیةِ عرجت واتصلت بالملأ الاعلی ولم یبقَ لها حجابٌ فتری الکلَّ کالمشاهدِ بنفسها او باخبار الملکِ لها۔

پاک وصاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ پس وہ تمام چیزوں کو مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ یہ آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔

۷۔ اور امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ

العارف من جعل الله تعالی فی قلبه لوحا منقوشا باسرار الموجودات فلا تتحول حرکة ظاهرة ولا باطنة فی الملک والملکوت الا یشهدها علما وکشفا۔

عارف وہ ہے جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی ہے جس میں جملہ موجودات کے تمام اسرار منقوش ہیں کہ ملکوت میں ظاہری و باطنی کوئی شے حرکت نہیں ہوتی جسے وہ اپنے علم وکشف سے نہ دیکھتا ہو۔

(۸) یہی امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

الکامل قلبہ مرآۃ الوجود	کامل کا قلب تمام عالم علوی وسفلی کا
العلوی والسفلی کلہ علی التفصیل	بروجہ اتم تفصیل ہے ۔

۹. تفسیر عرائس البیان میں وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ کے تحت مرقوم ہے

وسمعت ایضا من بعض اولیاء اللہ	یعنی میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا ہے
انہ اخبر مافی الرحم من ذکر	کہ انہوں نے مافی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ
وانثی ورایت بعینی ما اخبر	میں لڑکا ہے یا لڑکی ۔

اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ انہوں نے جیسی خبر دی ویسا ہی وقوع میں آیا ۔

(۱۰) بستان المحدثین میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

نقل میکنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزندے نزیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید شیخ فرمود ازپشتِ تو فرزندے خواہد برآمد کہ بعلم خود دنیا را پر کند۔ یعنے شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی ۔ ایک روز بیقرار اور پریشان ہو کر شیخ کی خدمت میں جا کر عرض کی ۔ شیخ نے فرمایا تیری پشت سے ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ جس کے علم سے دنیا بھر جائے گی ۔ چنانچہ آپ کی پیشینگوئی کے مطابق امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ۔

۱۱. حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں شیخ ابوالرضا کا قول نقل فرماتے ہیں کہ

کہ اگر ایک چیونٹی تحت الثریٰ میں ہو اور اس کے دل میں سو خیالات ہوں

ہوں تو میں ان میں سے ننانوے خیالات کو جانتا ہوں ۔

فائدہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء کے علم مافی الصدور کا یہ حال ہے تو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کا کون اندازہ کرسکتا ہے ۔

۱۲ عارف باللہ مولانا رومی قدس سرہ اولیاء کرام کے علم غیب کے متعلق فرماتے ہیں ۔

ایں طبیبانِ بدن دانشور اند	بر سقام تو ز تو واقف تر اند

یہ طبیب ظاہر بدن کے کیسے دانش والے ہیں کہ تیری بیماریوں پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں ۔

تا ز قارورہ ہمے بینند حال	کہ ندانی تو ازاں رو اعتلال

قارورہ سے تیرا حال دیکھتے ہیں کہ تو اس صورت سے اعتدال کو نہیں جانتا ۔

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم	بو برند از تو بہر گونہ سقم

نبض سے بھی اور رنگ سے بھی اور سانس یا خون سے بھی تیرے سینکڑوں سقم کی بو پا لیتے ہیں ۔

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں	چوں ندانند از تو اسرارِ نہاں

پس جب ظاہری طبیبوں کا یہ حال ہے تو طبیبِ الٰہی کیسے تیرے اسرار پوشیدہ نہ جانیں ۔

ہم ز نبضت ہم ز چشمت ہم ز رنگ	صد سقم بینند از تو بے درنگ

وہ بھی تیری نبض و چشم و رنگ سے تیرے سینکڑوں سقم بے تامل دیکھتے ہیں ۔

ایں طبیباں نو آموزند خود	کہ بدیں آیات شاں حاجت بود

کاملاں از دُور نامت بشنوند　　　تا بقعرِ تار و پودت در روند

یہ بھی وہ جو خود نو آموز ہیں کہ ان کو ان علامتوں کی حاجت پڑتی ہے اور جو کامل ہیں اُن کی کیفیت کہ دُور سے تیرا نام سُن لیں اور تیرے تن کی تار و پود میں گھس جائیں۔

بلکہ پیش از زادنِ تو سالہا　　　دیدہ باشندت بچندیں حالہا

کہ تیرے پیدا ہونے سے پہلے برسوں کا حال تیرا اُن کا دیکھا ہوا ہے۔

حالِ تو دانند یک یک مو بمو　　　زانکہ پُر ہستند از اسرارِ ہو

اور تیرے ایک ایک بال کے حال کو وہ جانتے ہیں اس واسطے کہ اسرارِ الٰہی سے بھرے ہوئے ہیں۔

۱۴ بایزید بسطامی کو علم غیب

متعدد مستند کتب کے علاوہ حضرت مولانا رومی قدس سرہ کی مثنوی شریف میں ہے

آں شنیدستی داستاں بایزید　　　کہ ز حالِ بوالحسن از پیش دید

تو نے بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کہانی سنی ہے کہ انہوں نے ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ان کے پیدائش سے پہلے دیکھ لیا۔

روزے آں سلطانِ تقویٰ میگذشت　　　با مریداں جانبِ صحرا و دشت

ایک دن وہ تقویٰ کے شہنشاہ مریدان باصفا کے ساتھ ایک جنگل سے گذر رہے تھے

بوئے خوش آمد مرا او ناگہاں　　　در سوادِ رے ز حد خارقاں

اچانک سواد رے خرقان (دو نوں شہر ہیں) سے خوشبو آئی۔

ہم در انجا نالۂ مشتاق کرد　　　بوئے را از باد استنشاق کرد

وہیں نعرۂ مشتاقانہ مارتے تھے اور خوشبو ہوا سے سونگھتے تھے۔

بوئے خوش را عاشقانہ میکشید　　　جان او از باد بادہ مے چشید

جیسے عاشق کسی بو کا اس کو بار بار کھینچتا ہے اور اُس باد سے جان ان کی بادہ چشی کرتی تھی یعنے مست ہوتی تھی۔

چوں درو آثارِ مستی شُد پدید　　　یک مرید او را در آں دم در رسید

جب اُن میں آثار مستی کے ظاہر ہوئے تو مُریدوں میں سے ایک مُرید فوراً اس بات کو پہنچ گیا۔

پس بپرسیدش کہ ایں احوال خوش　　　کہ برونست از حجاب پنج و شش

اور پوچھا کہ یہ حوال خوش جو حجاب پنج حس اور شش جہت سے باہر ہے۔

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید　　　مے شود رویت چہ حالست و نوید

جس سے کبھی منہ تمہارا سُرخ ہوتا ہے کبھی زرد۔ کبھی سپید۔ کیا حال اور کیا بشارت ہے۔

مے کشی بوئے بظاہر نیست گل　　　بیشک از غیب است و از گلزارِ کل

کیا بات ہے کہ گل تو بظاہر ہے نہیں اور بو کھینچتے ہو بے شک کوئی غیب اور گلزار سے پہنچتی ہے۔

قطرۂ بر ریز بر ما زاں سبو　　　شمۂ زاں گلستاں با ما بگو

اپنے اس سبو سے ایک قطرہ ہم کو بخشو اور ایک شمۂ اُس گلستان سے ہمارے سامنے بھی بیان کرو۔

گفت ازیں سو بوئے یارے میرسد　　　کاندریں دِہ شہریارے میرسد

بایزید نے کہا ادھر سے مجھ کو بُو ایک یار کی آتی ہے اور اس گاؤں میں ایک شہریار پیدا ہوگا

بعد چندیں سال مے زاید شہے — مے زند بر آسمانہا خرگہے

اتنے برسوں کے بعد ایک بادشاہ پیدا ہوگا کہ اپنا خیمہ آسمانوں پر کھڑا کرے گا۔

رویش از گلزار حق گلگوں بود — از من او اندر مقام افزوں بود

اور وہ گل گلزار حق سے ہوگا۔ لہٰذا منہ اُس کا گلگوں ہوگا اور مقام و مرتبہ میں مجھ سے بڑھ کر ہوگا۔

چیست نامش گفت نامش بوالحسن — حلیہ اش واگفت ز ابرو و ذقن

پوچھا اس کا نام کیا ہے فرمایا بوالحسن پھر ان کا حلیہ ابرو ذقن بیان کر دیا۔

قد او و رنگ او و شکل او — یک بیک واگفت از گیسو و رو

اور قد اور رنگ ایک ایک کر کے بیان فرمایا اور گیسو اور چہرے کا۔

بر نبشتند آں زماں آں تاریخ را — از کباب آراستہ آں سیخ را

الغرض جس وقت یہ نشان و نام ابوالحسن کے انہوں نے بیان کئے۔ اُسی وقت سب کو لکھ لیا اور تاریخ کے ساتھ جملہ نشان و صفات گویا وہ تاریخ ایک سیخ تھی کہ اس کو ان نشانوں کے کباب سے آراستہ کیا۔

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست — زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

پس جب وہ وقت و تاریخ راست آئی وہ شاہ یعنی ابوالحسن اُس زمین سے پیدا ہوئے

از پسِ آں سالہا آمد پدید — بوالحسن بعد از وفاتِ بایزید

اتنے ہی برسوں کے بعد بعد وفات بایزید کے بوالحسن پیدا ہوئے۔

جملہ خوہائے او ز امساک و جود — آنچناں آمد کہ آں شاہ گفتہ بود

جملہ عادتیں اُن کی خواہ امساک خواہ جود سب میں ویسی ہی تھیں جیسی بایزید نے

بتائی تھیں۔

لوح محفوظ است او را پیشوا — از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

اور کیوں نہ ہوتیں۔ اس واسطے کہ اُن کی تو لوح محفوظ پیشوا تھی جس کا نام محفوظ اسی سبب سے رکھا ہے کہ خطا سے محفوظ ہے۔

نے نجوم است و نہ رمل ست و نہ خواب — وحی حق و اللہ اعلم بالصواب

نہ وہ نجوم ہے۔ نہ رمل۔ نہ خواب جس میں غلطی ہو۔ وحی حق ہے اور اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

از پئے روپوش عامہ در بیاں — وحی دل گویند او را صوفیاں

لیکن عام سے چھپانے کو صوفیوں نے اس کا نام وحی دل رکھا ہے۔

وحی دل گیرش کہ منظرگاہِ اوست — چوں خطا باشد چو دل آگاہ اوست

تو بھی اس کو وحی دل مان اس لئے کہ دل منظرگاہ خدا کا ہے اور اس سے آگاہ۔ پھر وحی دل میں کیسے خطا ہو۔

مومن ینظر بنور اللہ شدے — از خطا و سہو بیروں آمدے

جب تو مومن ینظر بنور اللہ میں داخل ہوا۔ تو سہو و خطا سب سے نکل گیا۔ یعنی مؤمن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

فائدہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادمان خادم اور ادنیٰ امتی کی حیثیت سے ہیں کہ جو کچھ بتایا سر مو فرق نہیں بلکہ آج ہمارا سلسلہ نقشبندیہ کی بہار اسی علم غیب کی مرہون منت ہے کہ اس سلسلہ کی کڑی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک بواسطہ بوالحسن معرفت بایزید بسطامی رضی اللہ

عنہا یہ بختی ہے منکر علم غیب کا لاکھ انکار کرے سلسلہ نقشبندیہ بلکہ سلسلہ اویسیہ سارے کا سارا منکر کا منہ کالا کر سکتا ہے جبکہ ان دونوں کے علاوہ ہر سلسلہ میں اس قسم کے ہزاروں اولیا کرام ہیں علم غیب کے طریقہ کار جاری و ساری تھے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہیں گے۔

غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا علم غیب

① قصیدہ غوثیہ شریف میں خود فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعا ۔ کخردلۃ علی حکم اتصال

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو ایسے دیکھا جیسے رائی کا دانہ ہاتھ کی ہتھیلی پر۔

② غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اِنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِیَاءَ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَاِنَّ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَنَا غَائِصٌ فِیْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰہِ

مجھے رب العزت کی قسم! بے شک سعداء اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں

زبدۃ الاسرار و بہجۃ الاسرار ص ۲۲

③ غوث اعظم کا فرمان ہے۔

لَوْلَا لِجَامُ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی لِسَانِیْ لَاَخْبَرْتُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اَنْتُمْ

اگر میری زبان پر شریعت کی رکاوٹ کی لگام نہ ہو تو میں تم کو ان سب چیزوں کی خبر دے دوں جو تم اپنے گھروں میں

بَیْنَ یَدَیَّ کَالْقَوَارِیْرِ یُرٰی مَا فِیْ بَوَاطِنِکُمْ وَظَوَاهِرِکُمْ

کھاتے ہو اور رکھتے ہو۔ تم سب حضرات میرے سامنے شیشے کی بوتلوں کی طرح ہو۔ جن کے ظاہر اور باطن سب کچھ نظر آتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ص ۲۴ سطر ۱۵، ۱۶، تفریح الخاطر ص ۴۷، ۴۸، سفینۃ الاولیاء)

غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لو انکشفت عورۃ لمریدی با لمغرب وانا بالمشرق لسترتھا

اگر میرا مرید مغرب میں ہو اور اس کا ستر کھل جائے تو میں مشرق میں ہوں تو میں اس کے ستر کی پردہ پوشی کرتا ہوں۔

(بہجۃ الاسرار ص ۹۹)

فرمایا۔

مریدی لا تخف واش فانی ۔ عزوم قاتل عند القتال (قصیدہ غوثیہ)

اے میرا مرید دشمن سے خوف نہ کر اس لئے کہ میں ہی اس کے مقابلہ کے لئے کافی ہوں

تجربہ اویسی غفرلہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے نسبت قوی ہو تو الحمد للہ اب بھی آپ اپنے مریدوں کی مدد فرماتے ہیں۔ فقیر نے بارہا آزمایا ہے آپ بھی آزمالیں۔

زمین ناخن پر

اولیاء اللہ کے سامنے ساری زمین ناخن کے برابر ہے چنانچہ خواجہ جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نفحات الانس فی حضرات القدس میں ارقام فرماتے ہیں حضرات خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ مے فرمودند کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان مے گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ الیست و مامے گویم کہ چوں روئے ناخن است ہیچ از نظر ایشاں غائب نیست۔ یعنے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ

کی نظر میں زمین مثل ایک خوان کے ہے اور میں کہتا ہوں کہ مثل روئے ناخن کے ہے کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

کل مخلوق کو بیک وقت دیکھنا اور ان کی آواز سننا

قطب الوقت حضرت علامہ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ولقد رأيت وليا بلغ مقاما عظيما وهو انه يشاهد المخلوقات الناطقة والصامتة والوحوش والحشرات والسموت ونجومها والارضين وما فيها وكرة العالم باسرها تستمد منه ويسمع اصواتها وكلامها في الحظة

یعنی تحقیق دیکھا میں نے ایک ولی کو کہ پہنچ گیا بڑے مقام پر کہ وہاں سے کل مخلوقات ناطقہ و صامتہ و وحوش و حشرات اور آسمانوں اور تاروں اور تمام زمینوں اور ما فیہا کو دیکھتا ہے اور کرۂ عالم کا معائنہ کرتا ہے اور سب کی آوازیں اور کلام کو ایک لحظہ میں سنتا ہے۔

(الابریز شریف)

فائدہ اس کتاب ابریز شریف کی فضلائے دیوبند نے نہ صرف تائید کی ہے بلکہ اس کا ترجمہ بھی شائع کیا ہے یاد رہے کہ ولی اللہ کیلئے اشکال وہ کرے گا جسے شان ولایت سے بے خبری ہے ورنہ یہی کام تو ایک فرشتے کے لئے منکرین خود بھی مانتے ہیں اور یہ قاعدہ بھول جاتے ہیں کہ عام ملائکہ سے اولیا کا مرتبہ زیادہ ہے۔

باب ۷

علم الغیب لغیر اللہ

جن امور کو مخالفین علم غیب کہتے ہیں وہ صرف انبیاء و اولیا علی نبینا و علیہم السلام بالخصوص سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بیان کی جائیں تو وہ بلا تاخیر شرک کا فتویٰ جڑ دیں گے اگر ان کے سوا اور چیزوں مثلاً ملائکہ۔ حجر اسود۔ لوح محفوظ وغیرہ وغیرہ کے لئے بیان کرو تو کہیں گے یہ عین توحید ہے حالانکہ تمام جملہ اشیا حضور علیہ السلام کے سامنے ذرہ بے مقدار ہیں فقیر اس باب میں چند نمونے عرض کرتا ہے۔

گنبد خضرا میں مکین فرشتہ

حدیث شریف میں ہے کہ

عن عمار بن ياسر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لله ملكا اعطاه اسماع الخلائق كلها قائم على قبري الى يوم القيمة فما من احد يصلي علي صلوة الا بلغنيها۔

(رواه الطبراني والزرقاني في شرح المواهب)

یعنی طبرانی اور زرقانی میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فرشتہ روضۂ نبوی پر متعین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قوت سماعت اس قدر عطا فرمائی ہے کہ تمام انسانوں اور جنوں کا درود (خواہ تم زمین کے کسی ملک یا گاؤں سے بھیجیں) سن

لیتا ہے اور وہ فرشتہ سب کے درود نام
بنام حضور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُو
برو پیش کرتا ہے ۔

فائدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک کے خادم کی تو یہ قدرت اور قوت کہ تمام روئے زمین کے تمام درود خوانوں کا درود شریف خود سنتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں نام بنام مع ولدیت اور قومیت عرض کرتا ہے ۔ حالانکہ منکرین و مخالفین کے عقیدہ کے مطابق دور نزدیک سے ہر وقت سننا خاصۂ خدا ہے اور غیر کے واسطے تسلیم کرنا شرک ہے تو پھر بھلا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ شرک فرشتہ کے حق میں کیوں جائز رکھا ۔ حقیقت میں دور و نزدیک سے کسی نبی یا ولی کا کسی کی آواز کو سن لینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے عین مطابق ہے یہ شرک نہیں ہے ۔

انتباہ ایک ادنیٰ خادم یعنے فرشتہ جو جہان بھر کے درود شریف سُن لیتا اور جانتا ہے اُس میں تو اتنی طاقت اور قدرت ہے تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس خادم اور غلام سے بھی علم و سماعت میں کمتر ہیں کہ وہ خود سُن نہیں سکتے اور اور ان میں اتنی طاقت شنوائی نہیں یہ کسی پاگل کا تصور تو ہو سکتا ہے کہ جو سرہانے پر خدمت کے لئے خادم اور نوکر بیٹھا وہ تو سب کچھ جانتا اور سب کچھ سنتا ہے لیکن اس کا آقا بے خبر ہے (معاذ اللہ) ع

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

انکشاف حقیقت یہ ہے کہ مخالفین کا اصلی عقیدہ وہی ہے کہ نبی مرکر مٹی

میں مل گیا (تقویۃ الایمان) اب کھل کر تو اس عقیدہ کو ظاہر نہیں کر سکتے کہ عوام سے مار پڑتی ہے اسی لئے اس کے لوازمات کا انکار کرتے چلے جا رہے ہیں ۔

ملک الموت کا علم و قوت

مخالفین کہتے ہیں کہ ہر جگہ اور ہر مقام ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے ممکن نہیں کیونکہ یہ خاصہ اللہ تعالیٰ ہے اگر کوئی ایسا اعتقاد کسی نبی یا ولی یا فرشتہ پر رکھے تو وہ مشرک ہے ان کا یہ محض دھوکہ اور مغالطہ ہے کیونکہ کتب احادیث اور تفاسیر کے مطالعہ سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفت اوروں کو بھی عطا فرمائی ہوئی ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہو سکتے ۔ صفت سے انکار کرنا صرف ضلالت بلکہ کفر ہے ۔

تفسیر معالم التنزیل ۔ کتاب طے الفراسخ الی منازل البرازخ اور زرقانی شرح مواہب الدنیہ میں مرقوم ہے کہ ملک الموت جن و انس اور تمام حیوانات کے ارواح کا قابض ہے اور دنیا اُس کے روبرو ایک دسترخوان کی طرح ہے ایک روایت ہے کہ طشت کی مانند ہے ۔

فائدہ غور فرمائیے کہ ایک آن یا ایک منٹ میں دنیا بھر میں کس قدر لاتعداد اور بے شمار مخلوق جن و انس چرند پرند اور کیڑے مکوڑے وغیرہ مرتے ہیں خصوصاً جنگ و جدل اور ایام وبا وغیرہ میں تو ذرا دیر ہی نہیں لگتی اور معمول سے زیادہ اموات ہوتی ہیں باوجود اس کے یہ سمجھ نہیں آتا کہ ملک الموت کس طرح ہر جگہ موجود ہوتا اور ان کو جانتا ہے یہی وہ راز ہے جس کو منکرین نہیں سمجھ سکے ۔ اور اپنی ناسمجھی سے مسلّم مسئلہ سے انکار کر کے اپنے ایمان کو ضائع کر رہے

ہیں۔ اگر یہ بات ان کی سمجھ میں آجائے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاءِ کرام کا اپنے ہر ایک نام لیوا یا مرید کو جاننا ان کے ہاں تشریف فرما ہونا کوئی دشوار اور بعید از عقل معلوم نہیں ہوگا لیکن ملک الموت کے لئے سر تسلیم خم اور نبی و ولی کے لئے فتوائے شرک۔

حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

یجیئ ملك الموت حتی یجلس عند رأسه	یعنی ملک الموت سکرات اور جانکنی کے وقت ہر مریض کے سرہانے ہوتا ہے خواہ وہ مریض مؤمن ہو یا کافر۔

فائدہ اس قسم کے تفصیلی روایات فقیر کے رسالہ ملک الموت حاظر و ناظر کا مطالعہ کیجئے اور شرح الصدور وطے الفراسخ وکتاب الروح میں بھی موجود ہیں۔

دُنیا دستر خوان ملک الموت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ خادم سے ہیں لیکن افسوس کہ مخالفین اس کے لئے عقیدہ رکھتے بلکہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کے لئے شرک کا عقیدہ بتاتے ہیں۔ (براہین قاطعہ)۔

اس سے قارئین خود سوچیں کہ یہ لوگ نبوت کو کیا سمجھتے ہیں جبکہ نبوت سے کم درجہ ملائکہ کے لئے یقین رکھتے ہیں۔

علوم الملائکہ والحور والغلمان مخالفین کے صرف اہل علم و انصاف سے گذارش ہے کہ ملائکہ قدوسی ہوں یا کروبی لاہوتی

ہوں یا جبروتی یا ہوتی ہوں یا ناسوتی ملأ الاعلیٰ ہوں یا مقربین عام ملائکہ کی تو بات ہی کیا ہے تفصیلی طور ان سب کے علوم کی وسعت سامنے رکھ کر اندازہ لگائیے کہ یہ سب درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گداگر ہیں اس کے بعد غور و فکر کریں کہ جس کے گداگروں کے علوم کا یہ حال ہے ان کے آقاء و مُرشد اور نبی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علوم کی وسعت کیا ہوگی۔

بہشتی اور دوزخی سورۃ اعراف اور سورۃ مدثر میں اللہ تعالےٰ نے بہشتی اور دوزخی کا مکالمہ بیان فرمایا مثلاً:

فی جنت یتسآلون عن المجرمین ما سلکم فی سقر قالوا لم نك من المصلین الخ (مدثر پ۲۹)	بہشتی بہشتوں کے باغات میں پوچھتے ہیں مجرموں سے تمہیں دوزخ میں کیا بات لے گئی دوزخیوں نے جواب دیا ہم دنیا میں نماز نہ پڑھتے تھے۔

فائدہ جنت و دوزخ کی درمیانی مسافت ایک لاکھ چالیس سو سال ہے اس سے اندازہ لگائیں جب ایک عام بہشتی اور دوزخی (کافر وغیرہ) ایک دوسرے کو جان پہچان سے باہم گفتگو ہیں اور ایک دوسرے کی بات سن بھی رہے ہیں لیکن افسوس ہے اس کلمہ گو پر جو بہشتی و دوزخی کے ایسے بڑے امور کو تو مانتا ہے لیکن جب باری آتی ہے امام الانبیاءؑ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اسے شرک یاد آجاتا ہے۔

بہشت و دوزخ کنز العمال میں حدیث شریف ہے کہ جب مؤمن اللہ تعالیٰ سے بہشت مانگتا ہے تو بہشت کہتی ہے یا اللہ اسے دیدے

اور جب وہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے تو دوزخ کہتی ہے یا اللہ اسے مجھ سے پناہ دیدے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ، بہشت و دوزخ کی مسافت بیان ہو چکی ہے اتنا دور سے بہشتی کو دیکھ لینا اور اس کی آرزو جان لینا جبکہ دعا کا حکم آہستہ مانگنے کا ہے کہ مانگنے والا اندھیری رات اور چھپے ہوئے مکان میں دعا مانگ رہا ہے تو بہشت و دوزخ اسے جانتی اس کی آواز سنتی ہے اس قوم پر کتنا افسوس ہے کہ وہ بہشت کے لئے مانتا ہے جبکہ وہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا ڈیرہ ہے لیکن ڈیرہ کے مالک سے نہ صرف انکار بلکہ فتوائے شرک۔

زمین کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

یومئذ تحدث اخبارھا بان ربک اوحی لھا (پ ۳۰ س زلزال)

اس دن وہ (زمین) اپنی خبریں بتائے گی اس لئے کہ اس کے رب نے اسے حکم بھیجا۔

تصدیق از حدیث شریف ترمذی شریف میں ہے ہر مرد و عورت نے جو کچھ اس پر کیا اس کی زمین گواہی دے گی کہ فلاں روز یہ کیا فلاں روز یہ۔

فائدہ: زمین اپنی خبریں بیان کرے گی اور جو اس پر افعال کئے گئے ان کی خبر دیگی۔

تبصرہ اویسی غفرلہ جب زمین پر آدم زادے آباد ہوئے کہاں کہاں کس کس نے کیا کیا۔ زمین کو ہر ایک کا نام اور کام تفصیلی معلوم ہے۔ اگر اپنے نبی علیہ السلام کے لئے یہ عقیدہ بتاؤ تو شرک کی مشین حرکت میں آجائے گی۔

مؤذن کی اذان حدیث شریف میں ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے قیامت میں مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گے اس علاقہ کی ہر شے یہاں تک خس و خاشاک بھی وغیرہ وغیرہ (مشکوٰۃ)

تبصرہ اس علاقہ کے ذرات اور خس و خاشاک کا مؤذن کا نام اور کب اور کہاں اور کونسی مسجد کا علم ہے طرفہ یہ کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے یعنی مؤذن کی دل کی گہرائیوں تک مذکورہ بالا اشیاء کا علم مخالفین ماننے کو تیار ہیں۔ لیکن نبوت اور ولایت کے لئے فتوائے شرک۔

عیدگاہ کے راستے حدیث شریف میں ہے عید کے لئے جس راستہ سے جاؤ واپسی پر دوسرا راستہ آؤ۔ تاکہ قیامت میں دو گواہ تمہارے ایمان کی گواہی دیں۔

تبصرہ ہزارہا در ہزارہا عیدیں ہوتی ہیں اور جب سے سلسلہ آمد و رفت شروع ہوا اور نامعلوم کہاں سے کہاں آمد و رفت ہوتی ہے لیکن قیامت میں وہ راستے ہر ایک کا نام لے کر ایمان کی گواہی دیں گے۔ اسے مخالفین مانتے ہیں لیکن ......

اس طرح فقیر ہزاروں دلائل قائم کر سکتا ہے لیکن حیا ہو تو اتنا ہی کافی ہے ورنہ بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

لوح و قلم کے علوم، جملہ نکات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم تھا اور آنیوالے واقعات کو اشارۃً اور کہیں صراحۃً بیان فرمایا چنانچہ قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے جس کی تحقیق اوراق میں گذری۔

اب فقیر چاہتا ہے کہ ناظرین کو لوح محفوظ کی سیر کرائے جس سے واضح ہو جائے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیاح الامکان ان علوم کو نہ صرف جانتے ہیں بلکہ ان تمام علوم کا مشاہدہ و معائنہ فرمایا۔

وہ آیات جو لوح محفوظ کے متعلق قرآن مجید میں مصرح ہیں۔ دلائل مختصرہ، جنہیں فقیر نے علم غیب فی القرآن میں لکھا ہے۔ اب چند روایات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اول ما خلق الله القلم فقال له اکتب قال ما اکتب قال اکتب القدر فکتب ما کان وما هو کائن الی الابد

رواہ الترمذی

یعنی ترمذی شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کرکے فرمایا۔ کہ لکھو۔ قلم نے عرض کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ازل سے ابد الآباد تک ہونے والا ہے پس قلم نے فوراً بحکم ایزدی تمام امورات مقدرہ ماکان و مایکون ابتدائے عالم سے انتہائے موجودات تک لوح محفوظ پر لکھا اور کوئی واقعہ یا حادثہ ایسا نہیں ہے جو اس میں مرقوم نہیں ہوا ہو۔

ف: اللہ تعالےٰ نے قلم کو کتنا وسیع علم عطا فرمایا۔ کیا کوئی مخالف اور منکر مذہب حقہ یہ بتلا سکتا ہے کہ قلم سے کیا مراد ہے۔ قلم کس چیز کا تھا۔ قلم مخلوق ہے یا نہیں۔ قلم کو یہ کل علوم مخفیہ یا غیبیہ کس طرح عنایت ہوئے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قلم سے افضل اور اعلم ہیں یا نہیں؟ اور قلم سے جو کچھ مکتوب و مرقوم ہوا کیا اس سے بھی بڑھ کر اور کوئی علم

ہے یا نہیں؟ غرض جہاں قلم نے لکھا یعنی لوح محفوظ پر۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے بھی افضل و اعلم ہیں یا نہیں؟

لوح محفوظ کا علم حضور

لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم کا ایک حصہ ہے

لوح محفوظ کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا ایک حصہ ہے چنانچہ امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

یعنی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا و آخرت دونوں آپ کے خوانِ جود و کرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح و قلم کا تمام علم جن میں ماکان و مایکون مندرج ہے آپ کے ہی علوم سے ایک علم اور حصہ ہیں۔

ف: حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ زبدہ شرح قصیدہ بردہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ کے علم سے مراد نقوش قدس و صور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھی۔ ان دونوں کی طرف علم کی نسبت ادنیٰ مناسبت کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس قدر علوم ثابت ہیں ان کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے ایک پارہ بنا اس لئے ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم بہت اقسام کے ہیں مثلاً علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء علوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معارف کہ ذات و صفات حق تعالےٰ سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کے جملہ علوم حضور علیہ السلام کی سطروں سے ایک سطر اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں۔ بایں ہمہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام ہی کے وجود کی برکت سے تو ہیں کیونکہ اگر آپ نہ ہوتے تو لوح و قلم نہ ہوتے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہو گیا کہ علم ماکان و ما یکون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سمندروں سے ایک نہر اور آپ کے غیر محدود بحر کنار کی لہروں سے ایک لہر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا کیا کہنا یہ تو آپ کی امت کے اولیاء کی شان ہے کہ ۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء   ازچہ محفوظ است محفوظ از خطاء

"لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے۔ (جیسا کہ گذرا)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں" (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۵)

حق اور سچ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ عارفین کاملین پر ہر چیز روشن اور ظاہر ہو جاتی ہے امور غائبہ بھی منکشف ہو جاتے ہیں۔

(فیوض الحرمین ہمعات ص ۱۲۱ ہمعہ نمبر ۲)

اولیاء اللہ کو لوگوں کے دلوں کے حالات اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا علم ہوتا ہے (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۵۱)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول ست (تفسیر عزیزی پ ۲۹ سورۃ جن)

لوح محفوظ پر اطلاع اور اس کے نقوش دیکھنا بعض اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے۔

فیصلہ ان حقائق کے باوجود پھر بھی کوئی سرپھرا یہ کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم کائنات میں ہونے والے یا آئندہ واقعات کا کوئی علم نہ تھا تو وہ اپنی حماقت اور سفاہت کا علاج کرائے۔

قلم کا علم غیب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اسے فرمایا لکھ عرض کی کیا لکھوں فرمایا قضا و قدر تو قلم نے اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا لکھ دیا (ترمذی، مشکوٰۃ باب القدر تفسیر روح البیان)

سوال جیسا کہ پوری حدیث ابھی گذری اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول الخلق قلم ہے حالانکہ تم اہلسنت کہتے ہو کہ اول الخلق حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جواب یہ اولیت اضافی ہے یعنے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دیگر اشیاء سے پہلے قلم پیدا کی گئی۔

فائدہ یہ جواب عوام کے لئے ہے محققین نے فرمایا کہ قلم خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] مختلف حیثیات کے [illegible] کبھی اولیت نور کے نام سے کبھی روح کے نام سے کبھی عرش کے نام اور کبھی قلم

فیصلہ قلم کے منہ سے ماکان و مایکون (جو ہوا اور جو ہوگا) ظاہر ہوا تو علم کس چیز کا نام ہے اگر قلم سے نکلے ہوئے امور کا نام علم ہے تو وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ماننا پڑے گا اور اس کے شواہد موجود ہیں کہ جو کچھ اول سے لے کر بہشت و دوزخ کے داخلہ تک ذرہ ذرہ کے حالات کرنے

بتائے۔ جس ذات کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے ان کے لئے کرتو فتویٰ شرک کا۔ لیکن یہ تو بتاؤ تم ان کے عالم کہاں سے بنے۔

علوم القرآن مخالفین کو مسلم ہے کہ قرآن مجید میں ما کان و ما یکون کے ذرہ ذرہ کا علم ہے چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شعر مشہور ہے۔ ؎

جمیع العلم فی القرآن ولکن تقاصی عنہ افہام الرجال

تمام علوم قرآن میں ہیں لیکن اس سے عام افہام قاصر ہیں۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخالفین کو یہی مسلم ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دنیا میں معلم الکتاب والحکمۃ بنکر مبعوث ہوئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی تعلیم سے نواز کر بھیجا اور ساتھ اپنے علوم کی دستاویز قرآن مجید بھی عطا فرمایا اور یہ مسلم ہے کہ ما کان و ما یکون یعنے علم کلی قرآن مجید میں ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر اتقان میں قرآن سے علوم مستنبطہ کے بیان کے لئے ایک مستقل نوع قائم کر کے فرماتے ہیں اس کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ما فرطنا فی الکتاب من شیءٍ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے کتاب میں
وقال نزلنا علیک الکتاب	کچھ کمی نہ فرمائی۔ نیز فرمایا اور نازل کی
تبیانا لکل شیءٍ	ہم نے آپ پر کتاب در آنحالیکہ وہ ہر شے
(اتقان)	کا بیان واضح ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ توضیح۔ مطول۔ اتقان اور مناہل العرفان جملہ اصول کی کتب میں ہے کہ کل شیءٍ میں ہر چیز شامل ہے خواہ روز ازل کی ہو یا روز آخر۔ دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ آج کی ہو یا کل کی جب قرآن مجید میں کل شیءٍ کے علم کا ثبوت ہے تو پھر وہ کون بدقسمت انسان ہے جو قرآن کے خلاف کہے کہ فلاں شے کا حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا اور فلاں بات نہیں جانتے تھے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا حَبَّةٍ فِیْ	کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں
ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ	اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب
وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ	ایک روشن کتاب میں ہے۔

فائدہ آیت میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے یا قرآن مجید۔ بعض مفسرین نے قرآن مجید بھی مراد لیا ہے اور اس سے واضح ہوگیا کہ کائنات کی ہر تر اور خشک کا بیان قرآن مجید میں ہے اس سے کسی ایک شے کو بھی ہم اپنے طور نفی نہیں کر سکتے اس لئے کہ نفی کے بعد استثناء میں عموم ہے اور قرآن کا عموم قطعیات سے خاص نہیں ہوتا بلکہ خبر واحد بھی اسے خاص نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم نے العموم والخصوص للقرآن میں تفصیل سے عرض کیا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یقیناً ماننا پڑے گا کہ آپ کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب نور الایمان فی جمیع العلم فی القرآن میں ہے۔

حجر اسود کو علم غیب حجر اسود کعبہ کی بغل میں ایک سیاہ پتھر اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

واللہ لیبعثن اللہ یوم القیمۃ لہ عینان یبصر بہما ولسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

بخدا اللہ تعالیٰ حجر اسود کو قیامت میں ایسے اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتا ہوگا اور زبان ہوگی جس سے بولتا ہوگا اور (بارگاہِ الٰہی میں) حق کے ساتھ چومنے والوں کی گواہی دے گا۔

تبصرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس قولی حدیث سے واضح ہو کہ حجرِ اسود مسلمانوں کے لئے نافع ہے اور کافروں، منافقوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ حجرِ اسود کا چومنا عبادت ہے۔ قیامت کے دن کام آئے گا کروڑوں مسلمانوں نے اسے بلاواسطہ یا بواسطہ چوما ہے اور قیامت تک لاتعداد مسلمان اسے چومیں گے وہ اپنے چومنے والوں کو قیامت کے دن پہچان لے گا اور بحضور رب العالمین ان کے حق میں شفاعت کرے گا۔ حجر اسود اپنے چومنے والوں کے دل کی کیفیت کو جانتا ہے کہ کون اخلاص سے اسے چوم رہا ہے اور کون نفاق سے۔ حجر اسود کو اپنے چومنے والوں کے خاتمہ کا علم ہے کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کفر پر، جبھی تو مؤمن مخلص کی شفاعت کرے گا اور کافر و منافق کی شفاعت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کو حاکم نے ذکر کیا۔ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ اس حدیث کو حضرت علی قاری نے مرقات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں، ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں اور مولینا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے مرزیۃ الدرایہ لمقدمۃ الہدایہ

اس میں ذکر کیا ہے۔ بلکہ کتاب الحج کے بیان میں ہر حدیث کی کتاب اور فقہ وفتاویٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔

فقیر اویسی غفرلہ نے "حجر اسود" کی تحقیق وتفصیل میں ایک دلچسپ کتاب لکھی ہے "التحریر المسجد فی تحقیق الحجر الاسود" اس کے علوم کی فراوانی کے آخر میں مخالفین پر افسوس کرکے لکھا ہے کہ افسوس ہے کہ تم پتھر کو مانتے ہو الحمد اللہ ہم اسی پتھر کو بھی مانتے ہیں اور اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی مانتے ہیں۔

علم غیب کے عقلی دلائل

(۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمّی ہونا مسلّم ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ کو تعلیم ربانی کا شرف حاصل تھا خود فرمایا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

علمنی ربی فاحسن تعلیمی — مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور خوب تعلیم سے نوازا۔

(۲) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول المخلوق اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کل ہیں گویا کل کائنات کی تخلیق آپ کے سامنے ہوئی جس کے سامنے ایک کاریگر اپنی مصنوع تیار کرتا ہے اور صنعت کے وقت دیکھنے والا ہر کل اور پرزے پر نگاہ رکھتا ہے پھر اسے کوئی بے وقوف ہی لاعلم کہہ سکتا ہے۔ بلاشبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانیئے کہ آپ اول الخلق ہیں اور اٹھارہ ہزار عالم کی تخلیق آپ کے سامنے ہوئی اور پھر آپ نے اول تخلیق اور ہژدہ ہزار عالم کے واقعات تفصیلاً و اجمالاً بیان بھی فرمائے (روح البیان) اس کے باوجود بدقسمت کو انکار ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

فائدہ اس مضمون کو مزید تشریح کے ساتھ شرح حدیث کنت نبیاً الخ آگے عرض کروں گا۔

③ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اوّل اور نائب اعظم ہیں جسے ہم آگے چل کر عرض کریں گے تو پھر اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ کائنات کی نیابت تو سپرد کر دی جائے لیکن ہو وہ بے خبر یہ تو کسی جاہل کا تصور ہو سکتا ہے ہمارے ملک کے عہدیداران کو جس صوبہ یا علاقہ کا افسر بنایا جاتا ہے تو اسے عہدہ کے مطابق علم اور تصرف حاصل ہوتا ہے لیکن افسوس کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک تو طرف مانا جاتا ہے کہ آپ نذیر یعنی نبی العالمین اور رحمۃ للعلمین ہیں دوسری طرف انہیں کہا جاتا ہے کہ آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا علم نہ تھا اور نہ ہی اپنے اور دوسروں کے خاتمہ کا علم تھا وغیرہ (معاذ اللہ)۔

③ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو موت کے لئے چیف افسر مقرر کیا گیا ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ دنیا میرے لئے ایسے ہے جیسے تھال پر چند دانے (تذکرۃ الموتیٰ) عزرائیل علیہ السلام ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ خدام سے ہیں افسوس ہے کہ خادم کو تو وسعت علمی سے بھرپور مانیں اور آقا کو اتنا گرا دیں کہ جس سے پناہ مانگیں یہود و ہنود۔

④ لوح محفوظ ہر دہ ہزار عالم کی تحریری کتاب ہے کہ اس سے کسی عالم کا کوئی حرف و نقطہ خارج نہیں جیسا کہ مخالفین کو بھی مسلم ہے تو پھر وہ تحریر اللہ تعالیٰ کے لئے تو ہے نہیں کیونکہ وہ ہر شے کا خالق ہے تو ماننا پڑے گا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف لوح محفوظ کے عالم ہیں بلکہ وہ آپ کے علوم کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے۔ (اس کا مختصر بیان گذرا مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "لوح و قلم" میں دیکھئے۔

⑤ غیب دو قسم ہے ایک وہ جو تجھ سے غائب ہے دوسرا وہ جس سے تو غائب ہے پس وہ غائب تھا جو کہ تجھ سے غائب ہے وہ عالم ارواح ہے کہ تو اس کے ہاں حاضر تھا جبکہ تو اس عالم میں روح کے ساتھ تھا۔ اور الست بربکم میں ایک ذرہ کی طرح تیرا وجود تھا۔ اور اس وقت حق کے خطاب سن رہا تھا اور آثار ربوبیت کا مطالعہ فرما رہا تھا اور فرشتگان کا شہود بھی ہوتا تھا اور ارواح انبیاً اولیاء وغیرھم سے بھی تعارف ہوتے رہے جب تو عالم جسمانیت سے متعلق ہوا اور جب تو حواس خمسہ کے ساتھ یعنی محسوسات جو کہ عالم اجسام سے ہیں کو دیکھنے لگا تو پھر وہ غیب تجھ سے غائب ہو گیا اور دوسرا خمسہ جس سے تو غائب ہے وہ غیب الغیب ہے یعنی بارگاہِ لم یزل کا حضور کو تو اپنے وجود کے اعتبار سے اس سے غائب ہے۔ مگر وہ اپنے وجود کے اعتبار سے تجھ سے غائب نہیں۔ وہ تیرے ساتھ ہے جہاں بھی تو ہے تو اس سے بعید ہے مگر وہ تیرے ہر وقت قریب ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

دوست نزدیکتر از من بمنست — دین عجب تر من از دے دورم
چہ کنم باکہ تواں گفت کہ او — در کنار من و من مہجورم

میرا دوست میری ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور یہ بات اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ میں اس سے دور ہوں۔ میں کیا کروں کس سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ میری بغل میں ہے اور میں اس سے جدا ہوں۔

(روح البیان تحت آیت ہذا، اور حاشیہ جلالین مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

فائدہ غور فرمایئے جس مبارک آنکھ نے غیب الغیب کو بھی دیکھ لیا ہو پھر اس سے اور کون سی چیز غائب رہ سکتی ہے۔ اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ ؎

اور کیا غیب تم سے ہو بھلا نہاں
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اب ہم الانصاف اہل انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ جن امور پر ان دیکھے ایمان لانے پر ہم مؤمن کہلانے کے مستحق ٹھہرے ان امور کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں یقیناً جانتے ہیں بلکہ بطریق اتم واکمل جانتے ہیں بلکہ جتنا آپ جانتے ہیں کسی کو ایسا جاننا نصیب ہوا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہی ایک ایسی ذات ہے جسے صرف اور صرف ہمارے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج سر مبارک کی آنکھوں سے جاگتے ہوئے دیکھا اور خوب دیکھا اور سب کو معلوم ہے کہ باقی امور تو صرف غیب ہیں لیکن ذات حق غیب الغیب ہے جیسا کہ صاحب روح البیان نے لکھا لیکن اس کے باوجود وہابی دیوبندی بضد ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی غیب نہیں جانتے نہ کلی نہ جزی۔ ہمارے دلائل کے جواب میں صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ یہ غیب نہیں جسے تم غیب کہتے ہو۔ یہ ان کی ضد اور محض ہٹ دھرمی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ایسے عقیدہ کو شرک سمجھتے ہیں۔ اسی لئے امام اہلسنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے خوب فرمایا۔ ؎

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

مخالفین کے ایک اہل قلم کا بیان

فقیر نے حدیث ذیل کی توثیق میں ایک رسالہ لکھا ہے الحبل المتینی' لیکن یہ مضمون مخالفین کا اپنا ہے ملاحظہ ہو۔

شرح حدیث

کنت نبیا وآدم بین الماء والطین۔ اس حدیث کی مراد صرف یہ سمجھی جاتی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کو آپ کی نبوت کا علم حاصل تھا، مگر اس میں آپ کی خصوصیت ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو اسی طرح حاصل تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا۔

اس تحقیق کی بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح سے پہلے نبوت سے نوازا جا چکا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے کسی کمال کے افاضہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی وہ عالم وجود میں آنے کے بعد افاضہ کرتی ہے اور کبھی وجود سے پہلے۔ عالم ارواح ہی میں اس کمال سے نواز دیتی ہے جس کا ظہور قالب انسانی میں مقدر ہو چکا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کمال کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو یکساں ہوتا ہے۔ ہاں مخلوق کو پہلی صورت کا علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ کمال اس کے مشاہدے میں آجائے اور دوسرے کمال کے علم کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ کوئی مخبر صادق اس کی خبر دے دے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے ہمیں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ کمال نبوت پر آپ کو اس وقت حاصل ہو چکا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام انسانی صورت پر استوار بھی نہ ہونے

پائے تھے اور اسی وقت انبیاء علیہم السلام سے آپ کے لئے ایمان و نصرت کا عہد بھی لے لیا گیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی رسالت عام ان کو بھی شامل ہے اس لحاظ سے سب سے پہلے نبی آپ ہوئے مگر چونکہ جسد عنصری کے لحاظ سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے اس لئے آپ آخر الانبیاء بھی کہلائے مگر اس معنی سے نہیں کہ آپ کو نبوت سب سے آخر میں ملی ہے بلکہ اس معنی سے کہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس سال کی عمر سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ **فائدہ:** یاد رہے کہ جسم عنصری کی شرط صرف تصرفات نبوت کے ظہور کے لئے ہے، نفس منصب نبوت کے لئے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ کسی حکم کا کسی شرط سے تعلق دو طرح پر ہوتا ہے کبھی فاعل متصرف کے اعتبار سے کبھی محل قابل کے لحاظ سے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے لئے جسم عنصری کی شرط فاعل متصرف کی طرف سے نہ تھی کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت سے عالم ارواح ہی میں سرفراز کر دیا تھا۔ جسم ناسوتی کی شرط تھی تو صرف اس لئے تھی کہ مبعوث الیہم میں جسم کے بغیر استفادہ کی قابلیت نہ تھی۔ تصرفات نبوت یعنی احکام الٰہیہ کی تبلیغ اس پر موقوف تھی کہ آپ جسم عنصری میں تشریف لا کر ان سے خطاب کریں کلام الٰہی انہیں سنائیں اور سمجھائیں اگر مخاطبین میں ان امور کی اس سے قبل صلاحیت ہوتی تو وہ کمال نبوت کا اس سے قبل بھی ادراک کر لیتے اس سے قالب انسانی کی شرط یہاں نفس نبوت کے لئے نہیں بلکہ قصور مخاطبین کے لحاظ سے تھی۔

خفاجی کو تقی سبکی کی اس رائے سے اختلاف ہے وہ اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں آپ کا یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ تعظیم و توقیر الفت و نصرت کے عہد سے اتنا اہم علاقہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نزدیک جو ابحاث انہوں نے قائم کئے ہیں ان کا جواب ممکن ہے مگر احتیاطاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث سے سکوت اختیار کیا جائے نہ تو اس کا دعویٰ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس سے انکار کرنے کی حاجت ۔ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے ان آپ کی سیادت و قیادت کا اعتقاد کافی ہے۔

اب یہ بحث کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی یہ سیادت اسی درجہ کی تھی جس درجہ کی اس امت کے لئے غیر ضروری بحث ہے۔ علامہ خفاجی کو مسلم دوسری بحث بلا کسی اختلاف کے تسلیم ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب نبوت سب سے پہلے عالم ارواح ہی میں مرحمت ہو چکا تھا اور اس حدیث کا منشا صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی نبوت کا علم تھا یہ ایک بڑی لغو غیر مفید سی بات ہے۔ شیخ اکبر نے اس مضمون کو بڑی رنگینی سے نظم میں بیان کیا ہے اس کا نقل کرنا موجب ضیافت طبع ہے۔ اہل علم کی ضیافت طبع کے لئے صرف چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

الا بابی من کان ملکا و سیدا
و آدم بین الماء والطین

سن لو میرے ماں باپ اس پر فدا جو اس وقت بادشاہ اور سردار ہو چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی آب و گل کے درمیان پڑے تھے۔

کذالک الرسول الابطحی محمد

لہٗ فی العلی مجد تلید وطارف

یہ وہی مکی رسول ہیں جن کا نام نامی محمد ہے اور جن کو ہر قسم کی نئی پرانی بزرگیاں حاصل ہیں۔

بزمان السعد فی اٰخر المدی

وکانت لہ فی کل عصر مواقف

ابتداء زمانہ سے لے کر تا آخر آپ سے ہر زمانہ میں مواقف (ٹھہرنے کے مقامات) حاصل رہے۔

اتی لانکسار الدھر یجبر صدعہ

فاثنت علیہ السنٌ وعوارف

آپ آئے ایک شکستہ حال زمانے کی اصلاح کرنے کے لئے آئے اس لئے کہ زبان خلق اور بخشش آپ کی ثناخواں ہو۔

اذا رام امرًا لا یکون خلافہ

ولیس لذالک الامر فی الکون

جب آپ کسی بات کا عزم کر لیتے ہیں تو پھر اس کا خلاف نہیں ہوتا اور نہ عالم میں اس سے کوئی مانع نظر آتا ہے۔

(خدام الدین لاہور ۱۴/ستمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۲)

تبصرہ اویسی غفرلہٗ پہلے تو دیوبند کے جاہل فضلاء اس حدیث کو سنتے ہی توبہ توبہ کرنے لگ جاتے ہیں ورنہ اسے موضوع کہنے سے تو انہیں فخر محسوس ہوتا ہے حالانکہ یہ طریقے گستاخانہ ہیں۔ حقیقت میں

دیوبند کے فضلاء دو قسم کے ہیں۔ اہل علم اور انصاف پسند لیکن وہ حق قبول نہیں کرتے دوسرے جاہل ضدی۔ جاہل ضدیوں سے نہیں بلکہ اہل علم سے گذارش ہے کہ جب حضور نبی علیہ السلام اول الخلق حقیقۃً ہیں تو پھر حاضر و ناظر اور مخلوق کے ذرہ ذرہ کے عالم بھی۔

مزید توثیق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اول المخلوق ہونا عند الشرع مسلم ہے فقیر نے اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے چند آیات ملاحظہ ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تخلیق کے لحاظ سے پہلے پیدا کیے گئے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ

جس وقت عہد لیا خداوند کریم نے پیغمبروں سے جس وقت دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر جب آوے تمہارے پاس سچا کرنے والا اس چیز کا جو پاس تمہارے ہے۔ ضرور اس کے ساتھ ایمان لائیو اور ضرور مدد دینا الخ۔

تب تمام ارواح انبیاء نے اس پر اقرار کیا اور اس کی تائید پر یہ آیت ہے۔

وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝

جب ہم نے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے پکا اقرار لیا۔

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی خود اپنی قوم

کو بشارت دی اور کہا۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔

اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں تصدیق کرتا ہوں جو میرے سے پہلے تورات نازل ہوئی اور خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔

اور ایسا ہی انجیل میں ہے چنانچہ استثنا کی کتاب باب ۵ سے ۱۸ تک مذکور ہے۔ غرضیکہ عرب کے تمام مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کی خبر کتابوں سے ظاہر ہو چکی تھی یہاں تک کہ بوقت مصیبت حضور کی ذات کا وسیلہ پکڑتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خاندان اسمٰعیل سے پشت بہ پشت نبی آخر الزمان نسب ہاشمی سے ہوں گے۔

گھر کی گواہی

الحمد للہ حق کا خاصہ ہے کہ وہ کبھی منکر سے بھی اپنی حقانیت کا اظہار کرا دیتا ہے چنانچہ اس مسئلہ کا بھی یہی حال ہے۔

① مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ غیب کے دو معنی ہیں حقیقی اور اضافی۔ حقیقی وہ ہے جس علم کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ یہ خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور عبد کے لئے اس کا حصول محال شرعی و عقلی ہے اضافی وہ ہے جو کسی کے ذریعہ سے معلوم کرا دیا جائے اور بعض سے پوشیدہ رکھا جاوے۔

(تتمہ فتاویٰ امدادیہ جلد ۴ صـ ۲۳۳ مطبوعہ دہلی)

فائدہ

یہ وہی تھانوی ہے جس نے حضور علیہ السلام کے علم مبارک کو جانوروں و پاگلوں سے تشبیہ دی (حفظ الایمان) لیکن الحمد للہ فتاویٰ میں نہ صرف حضور علیہ السلام بلکہ اولیائے کرام کے لئے بھی علم غیب مان گیا ہے۔

فضلائے دیوبند کے پیرومرشد

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیا کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا انکو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ (کے معاملات) سے خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعوی کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔

(شمائم امدادیہ صـ ۱۱۵ مصدقہ تھانوی صاحب)

فائدہ

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی فرمایا ہے جو ہم کہتے ہیں اسی لئے تو ہم دیوبندی کو کہتے ہیں کہ ہماری بات نہ مانو تو کم از کم اپنے پیرو مرشد کی تو مانو لیکن گنگوہی نے تو فیصلہ کر دیا کہ حاجی صاحب کو کیا خبر وہ ایسی باتیں ہم سے پوچھیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

پنجابی پیر کا فیصلہ

مولوی حسین علی واں بھچروی کے دل میں خیال آیا کہ اولیا کو بعض چیزوں کا علم ہوتا ہے یا اکثر کا۔ مولوی صاحب یہی خیال لے کر اپنے پیرومرشد خواجہ محمد عثمان صاحب کی مجلس میں آئے اس وقت خواجہ محمد عثمان پٹھانوں سے پشتو میں باتیں کر رہے تھے۔ مولوی بھچروی صاحب ان پٹھانوں کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئے وہ بیٹھے ہی تھے کہ خواجہ محمد عثمان صاحب نے مولوی بھچروی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فارسی زبان میں

یہ فرمایا کہ

مولوی صاحب اولیا میدانند
ولکن مامور باظہار نیستند

مولوی جی اولیا سب کچھ جانتے ہیں
لیکن ظاہر کرنے کے مامور نہیں۔

(مجموعہ فوائد عثمانیہ ص ۹۰)

بس یہ لفظ کہہ کر خواجہ صاحب پٹھانوں سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔
(حوالہ مذکور)

فائدہ یہ حضرت خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ پنجاب کے اکثر دیوبندیوں کے پیر و مرشد ہیں۔ انہوں نے بھی وہی فرمایا جو ہندوستانی پیر نے فرمایا۔ دو پیروں کی گواہی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ صرف محمد بن عبدالوہاب کی مانتے ہیں اور بس۔

اس لئے اب یہ نہ ہندی پیر کو مانتے ہیں نہ پنجابی پیر کو بلکہ خود کائنات کے پیر و مرشد کو نہیں تو باقی کون لگتے ہیں۔

تیسرا پیر ممکن ہے کسی کی قسمت کا ستارہ بیدار ہو جائے فقیر ایک تیسرے پیر کا حوالہ بھی سپرد قلم کرتا ہے۔

حضرت امام شعرانی قدس سرہ اپنی مشہور تصنیف "الجواہر والدرر" میں لکھتے ہیں کہ

الکامل قبلہ مرآۃ الوجود العلوی والسفلی کلہ علی التفصیل

کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ اتم تفصیل ہے اولیائے کرام کے علوم کی تفصیل کے متعلق فقیر نے پہلے بہت کچھ لکھ دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر طعن طریقہ منافقین تھا

عوام سے اور دین سے بے بہرہ پڑھا لکھا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ مخالفین کا انکار از علم غیب مبنی بر جذبۂ توحید ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ توحید کا صرف بہانہ ہے در حقیقت یہ انکار منافقین کی وراثت کا اظہار ہے فقیر چند حوالے پیش کرتا ہے اس سے اندازہ لگائیں کہ منافقین کیا کہتے تھے اور یہ لوگ کیا کہتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

① اکثر معتبر و مستند تفاسیر و احادیث کے علاوہ تفسیر خازن میں ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ کے شان نزول میں علامہ خازن فرماتے ہیں۔

قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم و اعلمت من یؤمن بی و من یکفر بی فبلغ ذلک المنافقین فقالوا

سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت اپنی خاکی صورت میں اس طرح پیش کی گئی جس طرح حضرت آدم پر پیش کی گئی تھی اور مجھے تبلا دیا کہ مجھ پر کون ایمان لائے گا اور کون نہیں لائے گا۔ جب یہ بات منافقین

استهزاءً زعم محمد صلى الله
عليه وسلم انه يعلم من
يؤمن به ومن يكفر ممن لم
يخلق بعد ونحن معه ومايعرفنا
فبلغ ذالك رسول الله صلى
الله عليه وسلم فقام على
المنبر فحمد الله تعالى و اثنى
عليه ثم قال ما بال اقوام
طعنوا في علمي لا تسئلوني
عن شيء فيما بينكم و بين
الساعة الا انبأتكم به فقام
عبد الله بن حذافة السهمي
(رضي الله عنه) فقال من
ابي يا رسول الله (صلى الله عليه
وسلم) فقال حذافة فقام عمر
يا رسول الله رضينا بالله
ربا وبالاسلام دينا و
بالقرآن اماما وبك نبيا
فاعف عنا عفا الله عنك فقال

تک پہنچی تو انہوں نے استہزاءً کہا محمد (صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم) یوں گمان کرتے ہیں
کہ انہیں جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے
ان کے بارے میں بھی علم ہے کہ ان میں
سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر
کرے گا حالانکہ ہم ان کے درمیان رہتے
ہیں اور ہمارے نفاق کا علم نہیں پس جب
یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تک پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا ان
لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر طعنہ
زنی کرتے ہیں تم لوگ اب سے قیامت تک
کسی بات کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھو گے
مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا پس عبد اللہ
بن حذافہ سہمی (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر
عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم میرا باپ کون ہے تو حضور
نے فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول

النبي صلى الله عليه وسلم فهل
انتم منتهون ثم نزل على المنبر
فانزل الله هذه الآية -

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اللہ تعالیٰ
کی ربوبیت پر راضی ہیں اسلامی دین پر
خوش ہیں ہم قرآن کی امامت مانتے ہیں
آپ کی نبوت پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ
آپ کے درجات بلند کرے آپ ہمیں
معاف فرما دیجئے ۔ پس نبی علیہ السلام نے
مکرر فرمایا کیا تم رکنے والے ہو کیا تم رکنے
والے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو
نازل فرمایا۔

فائدہ

① آیت میں علم غیب کے منکرین کو اللہ تعالیٰ نے خبیث کہا اور ماننے
والوں کو طیب ۔

② نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام امت کے ایمان و کفر پر مطلع ہیں۔

③ منافق آپ کے اس دعویٰ پر طعنہ زن ہوئے کہ اگر آپ سب کے ایمان
و کفر پر مطلع ہیں تو ہمارا نفاق کیوں آپ سے مخفی ہے ۔

④ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرر دعویٰ فرمایا کہ اب سے قیامت
تک کی جو بات چاہو پوچھو۔

⑤ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم پر طعنہ زنی سے ناراض ہوئے ۔

⑥ حضرت عمر اور عبد اللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہما آپ کی وسعتِ علمی کی
تصدیق لا رہے تھے ۔

انتباہ اس روایت سے صاف ظاہر ہے علم غیب کا صرف انکار نہیں بلکہ اس پر طعن تشنیع بھی ہے یہ کس نے کی منافقین نے اور اسی علم غیب کا اقرار بلکہ تصدیق اور اظہار ایمان کس نے کیا اہل ایمان نے ۔ فیصلہ فرمائیے کہ آج کے دور میں علم غیب کا انکار کس فرقہ کو اور اقرار و تصدیق کرنے والے کون ۔

(۲) بر موقعہ غزوہ احزاب پتھر نکالتے نکالتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی لوہے کی ضرب سے نہیں ٹوٹتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن کے فاقے سے تھے اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا ۔ دستِ مبارک میں کدال پکڑ کر پہلی ضرب لگائی ۔ چٹان ٹوٹنے سے شعلہ نکلا آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ۔ صحابہ نے بھی تکبیر کہی دوسری اور تیسری ضرب میں بھی چٹان ٹوٹنے سے شعلے بلند ہوئے اور آپ نے تکبیر کہی صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اور چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی ۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی بار شعلہ کی روشنی میں حیرہ و مدائن کے محلات نظر آئے جبرائیل نے کہا کہ آپ کی امت ان پر قابض ہو گی ۔ دوسری مرتبہ روم کی زمین اور قیصر کے محلات دکھائی دیئے جبرائیل نے ان کے فتح ہونے کی خبر دی ۔ تیسری مرتبہ صنعاً کے محل دیکھے جبرائیل نے بتایا کہ یہ ملک بھی قبضہ میں آئے گا ۔

ابن کثیر لکھتے ہیں ۔

وکان فی حفرہ ذالک آیات آپ کے اس کے کھودنے میں نشانیاں
و دلائل واضحات اور واضح دلیلیں تھیں ۔

مسلمانوں کو یہ بشارتیں سن کر بے حد مسرت ہوئی مگر منافق طعنہ زنی کرنے لگے ایک شخص معتب بن قشیر کہنے لگا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ہم سے

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کر رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ہم مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے ۔

فائدہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مضمون میں اپنے لئے مدائن (عراق) قیصر روم اور کسریٰ (ایران) اور یمن جیسے ممالک پر فتح کی خبر دی اور یہ آپ کے علوم غیبیہ میں سے ہے جسے غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندی فرقہ کا امام ابن کثیر آیات و دلائل واضحات سے تعبیر کر رہا ہے ۔

اس وقت سن کر اہل ایمان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) مسرور (خوش) ہوئے اور منافقین نے "اسی غیب" کی خبر پر طعنہ زنی کی بلکہ زبردست دلیل دے کر مذمت کی کہ قیصر و کسریٰ اور یمن پر قبضہ کرنے والے کا یہ حال ہے کہ آج ہم (اس وقت یہ منافقین بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے) مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے ۔ ظاہر بینوں کے لئے واقعی یہ ان کی دلیل مضبوط تھی کہ غزوۂ احزاب میں سخت مقابلہ تھا اور بھوک کا یہ حال تھا کہ تین دن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقے سے تھے اور کفار کے لشکر کے خطرہ سے اسلامی لشکر کا حال . . . .

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس بات سے اس وقت کے مسلمان خوش تھے آج اسی بات سے خوش کون ہیں اور اس وقت جس طرح کا طعنہ مارا اور دلیل دے کر علم غیب کا انکار کیا اسی طرح کا آج انکار کس پارٹی کو ہے ۔

ابن الصلت منافق کا عقیدہ حضور نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ کہیں تشریف لے جا

رہے تھے کہ راستے میں آپ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ زید ابن صلت نامی ایک منافق نے کہا کہ محمد اگر نبی ہے تو اپنی اونٹنی کے متعلق کیوں نہیں بتا دیتا کہ وہ کہاں ہے؟ ویسے تو اس کا دعویٰ ہے کہ وہ آسمان کی خبریں بتاتا ہے۔ مگر وہ اپنی اونٹنی کی خبر نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا فلاں شخص میرے متعلق ایسا کہتا ہے۔ حالانکہ مجھے اللہ تعالیٰ جس بات کی خبر دیتا ہے میں اُسے جانتا ہوں اور میں اپنی اونٹنی کے متعلق بھی جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ میری اونٹنی فلاں وادی اور فلاں گھاٹی کے پاس کھڑی ہے اور اُس کی نکیل ایک درخت نے پکڑ رکھی ہے یعنی اس کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے اور اونٹنی وہیں کھڑی ہے۔ جاؤ اُسے وہاں سے لے آؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام گئے اور اونٹنی کو وہیں کھڑے پایا اور اُسے لے آئے۔ (زاد المعاد لابن قیم ص۳۵)

فائدہ

معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا کام ہے اور جو سچے مسلمان ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے دل و جان سے قائل ہیں۔

بریلوی دیوبندی وہابی

اب بھی یہی اونٹنی والا جھگڑا مناظروں اور تحریروں اور تقریروں میں جاری رہتا ہے

وہابی دیوبندی اب بھی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں اونٹنی والا واقعہ پیش کرتے ہیں اور اہلسنت بریلوی اس کے جوابات دیتے ہیں اس طریقہ کار سے بتایئے دیوبندی وہابی کن لوگوں کے وارث ہیں اور سنی بریلوی کس کے . . .

علم غیب کے انکار پر ربانی حکم

حضور علیہ السلام نے منافقوں کو اپنے علم غیب کا کہا تو وہ انکار کر گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اے منافقو کافر ہو گئے ہو۔ چنانچہ ابن جریر و طبرانی حضرت سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت میں روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک کرنجی آنکھوں والوں سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی کس بات پر میری شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ گیا اپنے ساتھیوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضورؐ کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا اس پر اللہ عزوجل نے آیت نازل فرمائی کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور میرے رسول کی شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔[1]

فائدہ

معلوم ہوا کہ حضور کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعویٰ کرے۔ اسلام و مسلمین کی دینی خدمت کرے۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھے۔ عبادت و ریاضت میں دن رات منہمک رہے جب تک اس کلمہ گستاخی سے توبہ نہ کرے کافر ہی رہتا ہے۔

اونٹنی

ابن جریر و ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور امام مجاہد شاگرد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی اس کی تلاش کی جا رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ حضور کے اس فرمان پہ ایک منافق بولا۔

---

[1] آیت کے عربی الفاظ مبارکہ آگے آرہے ہیں۔ اُویسی غفرلہٗ

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غیب کیا جانیں؟"

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل فرمائی

قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ	کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس
کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ لَاتَعْتَذِرُوْا	کے رسول سے ٹھٹھا
قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔	کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

فائدہ حضور کی شان میں اتنی گستاخی یعنی یہ جملے کہنے (کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غیب کیا جانیں) پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور فرمایا تم اللہ کی آیتوں اور رسول سے مذاق اڑاتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے کیونکہ اس لفظ سے حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کی بو آتی ہے اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب کی باتیں جاننا شان نبوت اور خصائص نبوت سے ہے ان دو آیتوں سے اندازہ کر لیجئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کا معاملہ کتنا نازک ہے۔ ذرا سی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

آخری فیصلہ منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف اسی لئے بھی کافر فرمایا کہ وہ کہہ رہے تھے "محمد غیب کیا جانیں" اب یہی جملہ وہابی دیوبندی کھلے بندوں نہ صرف کہہ رہے ہیں بلکہ تصنیفیں لکھی جا رہی ہیں اور اس پر مناظرے لڑائی جھگڑے برپا ہیں۔ اہل اسلام بتائیں کہ اس کارروائی سے کیا ہوتے۔

انکار علم غیب از وہابی نجدی اور دیوبندی

محققین علماء و فضلاء اور صوفیا کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو علم غیب عطا کیا ہے۔ نجدی وہابی، دیوبندی اور ان کے ہمنوا اس سے نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے ماننے والے کو مشرک کہتے ہیں چنانچہ ان کی مستند اور مسلمہ کتابوں میں بتفصیل مرقوم ہے ہم صرف نمونے کے طور چند حوالے پیش کر رہے ہیں۔

① اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے۔ خواہ پیر و شہید سے۔ خواہ امام و امام زادے خواہ بھوت اور پری سے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے۔ بغرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۰)

② کسی انبیا اولیا امام و شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔ (تقویۃ الایمان ص۲۶)

③ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے ہیں سو وہ جھوٹا ہے۔ بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۲۷)

④ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے۔ رسول کو کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان)

⑤ یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص۱۰)

۶ اور یہ اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوئم ص۴۲)

۷ اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے۔ سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۲)

۸ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

۹ حضور علیہ السلام کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

۱۰ حضور علیہ السلام کو اردو بولنا مدرسہ دیوبند سے آگیا۔ (براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)۔

۱۱ اللہ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرے کسی ولی نبی، جن فرشتے، بھوت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت نہیں بخشی (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی)۔

نوٹ: نمونہ کے طور چند حوالہ جات لکھ دیئے ہیں تفصیل فقیر کی کتاب التحقیق الکامل فی امتیاز الحق والباطل یا دیوبندی مذہب مصنفہ غلام مہر علی صاحب (مدظلہ) کا مطالعہ کیجئے۔

منافقین اور وہابی اور دیوبندی

فقیر نے منافقین کے حوالہ جات پہلے عرض کرکے چند حوالے دیوبندی وہابی فرقہ کے مقتداؤں کی تصریحات لکھ دی ہیں ان دونوں کو ملا کر ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ منافقین اور وہابیوں دیوبندیوں میں کیا فرق ہے۔

باب ۹

اعتراضات از احادیث مبارکہ

ضروری انتباہ

فقیر کا تجربہ ہے کہ مخالفین سوال میں احادیث کا مطلب تو پیش کرتے ہیں اپنی مرضی کا جب وہ کوئی حدیث پیش کرے تو اس سے اصل عربی عبارت کا مطالبہ کریں جب اصل حدیث مل جائے تو پھر اس سے ترجمہ کرائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت سامنے آجائے گی کہ اس نے جو سوال میں کہا تھا وہ غلط تھا اصل حدیث کا مطلب کچھ اور ہے اس طرح کبھی من گھڑت بات کہہ کر بھی اسے حدیث کا دھوکہ دیتے ہیں۔ ان کی طرف سے چند مشہور احادیث لکھ کر ان کے جوابات لکھتا ہے۔

سوال: مشکوٰۃ باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں، ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا وَفِینَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو وہی گائے جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ ان کو یہ کہنے سے نہ روکتے۔ سچی بات سے کیوں روکا؟

الزامی جواب: یہ تو یقین ہے کہ یہ مصرع خود ان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا اور نہ کسی کافر مشرک نے بنایا وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے۔ لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذ اللہ

کافر ہیں یا نہیں۔ اگر انہیں کافر کہنا درست نہیں تو پھر ہم نے کونسا گناہ کیا ہے کہ ہم پر بات بات پر کفر و شرک کا کیوں فتویٰ جڑ دیا جاتا ہے۔

جواب ۲: ہم نے ہزاروں دلائل تمام کئے ہیں کہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل آپ کے امتی کے اولیاء کرام بھی مافی الغد جانتے ہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب "نور الہدیٰ فی علوم ما فی الغد و تکسیب غدا" میں ہے چند حوالے ہم نے پہلے بھی عرض کئے ہیں اور حدیث الکک کی تحقیق میں بھی عرض کئے ہیں ایک حوالہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ صحابی بلکہ شاعر رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنیئے۔

نبی یری مالا یری الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

فان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم او غد

(زرقانی شرح مواہب جلد ۶ صہ ۲۲۹)

ترجمہ: بنی علیہ السلام اپنے گرد وہ امور معائنہ فرماتے ہیں جو اوروں کو نظر نہیں آتے اور آپ ہر موقعہ پر کتاب الٰہی کی اتباع کرتے ہیں۔ مگر آپ کسی دن کسی غیبی بات کا فرمائیں تو اس کی تصدیق آج نہ تو کل ضرور ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ان اشعار کو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنکر انکار نہ فرمایا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا۔ منع نہ فرمانا صحت مضمون پر دال ہے علم ما فی غد کا تو حضرت حسان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اشعار میں بھی ہے۔ جیسے لڑکیوں کے کلام میں تھا چنانچہ حضرت حسان صاف فرما رہے ہیں۔

"وہ اگر کوئی غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہوگی"۔

یعنے حضور آج اور کل کے آنیوالے واقعات قبل از وقت بتلا دیتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہ فرمایا۔ اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب مزعوم مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے بلکہ منع فرماتے۔

جواب ۳: اگر لڑکیوں کا ایسا کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضرور ان سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے نہ تو تجدید اسلام کرائی اور نہ ہی توبہ۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ آپ کو غیب داں جاننا شرک نہیں ہے۔

ان الزامی جوابات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے علیہ وسلم کا روکنا مبنی بر حکمت تھا۔ اور وہ حکمت ہم اپنی طرف سے نہیں شارحین حدیث سے عرض کرتے ہیں۔

مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لِكَرَاهَةِ نِسْبَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُوْلُ مِنَ الْغَيْبِ مَا اَعْلَمَهُ اَوْ لِكَرَاهَةِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْ اَثْنَاءِ ضَرْبِ الدُّفِّ وَاَثْنَاءِ مَرْثِيَةِ الْقَتْلٰى لِعُلُوِّ مَنْصَبِهٖ عَنْ ذَالِكَ

منع فرمایا علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جائے کیونکہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

"گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت پس آنحضرت را ناخوش آمد بعضے گویند کہ بجہت آں است کہ ذکر شریف وے در اثنا لہو مناسب نہ باشد"

شارحین نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا اس کو منع فرمانا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے لہٰذا آپ کو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں

مناسب نہیں۔

ف : شارحین کی عبارات سے تین تحقیقی جوابات ثابت ہوئے۔

۱۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس واسطے منع کر دیا کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی تھی درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بتعلیم الٰہی جانتے ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے۔

۳۔ مقتولین کا مرثیہ میں آپ کی ثنا کی جائے اس لئے کہ یہ آپ کے علو منصب کے خلاف ہے۔

اسی قاعدہ سے ہمارے فقہاء کرام نے مسئلہ مستنبط فرمایا ہے کہ میلاد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ بیان کرنا مکروہ ہے لیکن میرے دور کے مقررین سے پناہ کہ جب دیکھیں گے کہ تقریر سے عوام بے مزہ ہوئے ہیں تو چھلانگ لگا کر کربلا کے میدان میں کود پڑتے ہیں پھر آل حسین رضی اللہ عنہم کو خوب مزے سے ذبح کرتے ہیں (لاحول ولا قوۃ)

فقیر اویسی غفرلہ کی گذارش : شارحین کے فیض سے فقیر اویسی غفرلہ کے ذہن میں ایک جواب آتا ہے کہ وہ لڑکیاں شہدائے بدر کے موضوع سے ہٹ گئی تھیں آپ نے لڑکیوں کو اصل موضوع سے ہٹنے کی وجہ سے روکا دوسرا آپ نے تواضع اور انکسار ظاہر فرمایا تاکہ اہل ایمان کو بدر کی لڑائی سے فتحیابی پر خیال نہ ہو کہ ہمارا کام ہے بلکہ فضل الٰہی اور پھر شہداء کی ہمت جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سوال : بخاری شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی بیوی عائشہ کو جنگ میں ساتھ لے گئے۔ واپسی پر انہیں راستہ میں چھوڑ آئے۔ پھر جب مدینہ شہر میں پہونچے تو آپ کی بیوی کو ایک صحابی ساتھ لایا اسپر آپ کی بیوی پر زنا کی تہمت لگی اگر آپ کو علم ہوتا کہ تہمت لگیگی تو بیوی کو چھوڑ کر نہ آتے پھر بی بی پر بدگمان نہ ہو جاتے یہاں تک کہ بی بی سے بے لطفی سی ہو گئی جس کی وجہ سے بی بی میکے چلی گئی۔ آپ اس معاملہ میں ایک ماہ سے زائد پریشان رہے اور مغموم و محزون نبی کی لاعلمی یہاں تک بڑھی کہ اپنے صحابہ سے بی بی کے بارے میں مشورے کرتے کہ اب کیا کیا جائے۔ حضرت علی نے تو طلاق دینے کا مشورہ بھی دیا اسی کے بعد آپ نے بدگمانی میں بی بی عائشہ کو توبہ واستغفار کی تلقین بھی کی۔ غرضیکہ جب تک وحی نہ اتری آپ بی بی عائشہ کے بارے میں لاعلم بھی رہے اور آپ کو بی بی پر شک اور بدگمانی بھی۔

جواب : یہ وہ سوال ہے جو مخالفین کے ہر چھوٹے بڑے کی نوک زبان پر ہے فقیر کی اہلسنت سے اپیل ہے کہ جب مخالفین یہ اعتراض اٹھائیں تو بخاری شریف کتاب التفسیر سورۂ نور سامنے رکھیں۔ جوابات حدیث شریف میں موجود ہیں۔ فقیر نے صرف اسی حدیث کی بہترین شرح اور معتبر فیض کے ہر سوال کے جوابات لکھے ہیں۔ کتاب کا نام ہے ترحدیث افک۔ یہاں چند جوابات مختصراً لکھتا ہوں۔

الزامی جواب ۱ : اس میں بھی نہ بتانا ثابت ہے نہ کہ نہ جاننا اور قاعدہ شرعیہ ہے نہ بتانے سے نہ جاننا لازم نہیں آتا کیونکہ بہت سے امور معلوم ہوتے ہیں لیکن بتلائے نہیں جاتے۔

جواب ۲ : خود رب نے بھی بہت روز تک ان کی عصمت کی آیات نہ اتاریں تو کیا رب کو بھی خبر نہ تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس واقعہ سے نبی علیہ السلام کو سخت پریشانی ہوگی پھر اس کا طریقہ رہا کہ وہ اپنے نبی علیہ السلام کی پریشانی کو گوارا بھی نہ کیا نیز

یہاں ایک عرصہ تک پریشان رکھنے میں حکمت تھی ایسے ہی نبی علیہ السلام کیلئے سمجھئے۔

جواب نمبر ۳: اسی حدیث میں ہے۔

مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَهْلِیْ اِلَّا خَیْرًا ۔ میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں

ف: معلوم ہوتا ہے کہ علم ہے۔ وقت سے پہلے اظہار نہیں فرمایا اور اظہار نہ کرنا مبنی بر حکمت تھا اور ایسی حکمتوں پر علم کی نفی جہالت ہے۔

اہلسنت بھائیوں سے اپیل ہے کہ جب بھی مخالف یہی اعتراض اٹھائے تو فوراً یہی جملہ بخاری شریف سے دکھائیں کیونکہ یہ جملہ نزول آیات سے پہلے کا ہے اور وہابیوں کے ذہن میں یہ بٹھا دیا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو نزول وحی سے پہلے علم نہ تھا یہاں تک کہ مودودی اور وہابی و دیوبندیوں کے دیگر بڑے مصنفین مفسرین نے بھی اپنی تصنیفوں اور تفسیروں میں لکھا ہے

جواب نمبر ۴: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سے یہ قاعدہ جانتے تھے کہ ہر نبی علیہ السلام کی بیوی زنا سے محفوظ ہوتی ہے اس قاعدہ پر آپ کو اپنی بیوی کی پاک دامنی کا یقین تھا اور غمگینی بھی لاعلمی سے نہ تھی بلکہ اس کا موجب کچھ اور تھا چنانچہ تفسیر کبیر جلد ۶ مطبوعہ مصر میں ہے۔

فَاِنْ قِیْلَ کَیْفَ جَازَ اَنْ تَکُوْنَ امْرَاَةُ النَّبِیِّ کَافِرَةً کَامْرَاَةِ نُوْحٍ وَلُوْطٍ وَلَمْ یَجُزْ اَنْ تَکُوْنَ فَاجِرَةً وَاَیْضًا فَلَوْ لَمْ یَجُزْ ذٰلِكَ لَکَانَ الرَّسُوْلُ اَعْرَفَ النَّاسِ بِامْتِنَاعِهٖ وَلَوْ عَرَفَ ذٰلِكَ لَمَا ضَاقَ قَلْبُهٗ وَلَمَا سَاَلَ عَائِشَةَ کَیْفِیَّةَ الْوَاقِعَةِ قُلْنَا اَلْجَوَابُ عَنِ الْاَوَّلِ اَنَّ الْکُفْرَ لَیْسَ مِنَ الْمُنَفِّرَاتِ اَمَّا کَوْنُهَا فَاجِرَةً فَمِنَ الْمُنَفِّرَاتِ وَالْجَوَابُ عَنِ الثَّانِیْ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَثِیْرًا مَا کَانَ یَضِیْقُ قَلْبُهٗ مِنْ اَقْوَالِ الْکُفَّارِ مَعَ عِلْمِهٖ بِفَسَادِ تِلْكَ الْاَقْوَالِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ فَکَانَ هٰذَا مِنْ هٰذَا الْبَابِ۔

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں کافر تو ہوں جیسے کہ حضرت نوح اور لوط علیہم السلام کی مگر فاجرہ اور بدکار نہ ہوں اور اگر ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور جب حضرت کو یہ معلوم ہوتا کہ نبیوں کی بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو حضور تنگ دل نہ ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ کی کیفیت دریافت نہ فرماتے۔ تو پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں لیکن بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے لہذا ممکن نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ (بدکار) ہوں دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگدل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے۔ باوجودیکہ حضور کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے یہ اقوال بالکل فاسد ہیں چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا لقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کے بے ہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے یعنی حضور کا تنگدل ہونا محض کفار کی بے ہودہ گوئی پر تھا باوجودیکہ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو ان کی بے ہودہ بکواس کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔

تو جیسے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کافروں کے مفسدانہ اقوال سے تنگ دل ہوتے تھے جس کو خود حق سبحانہ تعالے فرماتا ہے۔ ولقد نعلم انك یضیق الآیة اور ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے اسی طرح اس موقعہ پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم

تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں۔ صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت ہی معقول ہے۔ ہر وہ شخص جسکو لوگ زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا سی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم اور پریشان ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا مگر مخالف عنید یا بدبخت پلید نہیں مانے گا جب تک وہ الزام رسول کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر نہ لگائے ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی چاہیے تو یہ تھا گمان نیک اور بدگمانی۔ معاذ اللہ۔

تفسیر کبیر ج ۶ میں ہے

وَثَانِيهَا أَنَّ الْمَعْرُوفَ مِنْ حَالِ عَائِشَةَ قَبْلَ تِلْكَ الْوَاقِعَةِ إِنَّمَا هُوَ الصَّوْنُ وَالْبُعْدُ عَنْ مُقَدِّمَاتِ الْفُجُورِ وَمَنْ كَانَ كَذَالِكَ كَانَ اللَّائِقُ إِحْسَانَ الظَّنِّ بِهِ وَثَالِثُهَا أَنَّ الْقَاذِفِينَ كَانُوا مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَأَتْبَاعِهِمْ وَقَدْ عُرِفَ أَنَّ كَلَامَ الْعَدُوِّ الْمُفْتَرِي ضَرْبٌ مِنَ الْهَذَيَانِ فَلِمَجْمُوعِ هٰذِهِ الْقَرَائِنِ كَانَ ذَالِكَ الْقَوْلُ مَعْلُومَ الْفَسَادِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْوَحْيِ۔

ترجمہ: یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعے پیش تر کے حالات سے ظاہر تھا کہ عائشہ مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے سوم یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے اتباع تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک ہذیان ہے پس بنا بر ایں جمیع قرائن کے یہ قول بد تر از بول جمعہ سے مخالفوں نے مدعا ہی ہے نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔

اگرچہ تفسیر کبیر کی عبارتوں سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصۂ افک سے عدم علم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بے وقوفی ہے اور حضرت کو قبل از نزول وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں۔ لیکن دشمن آخر دشمن ہے۔

جواب ۵۔ اور یہ تو ہو سکتا ہی نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ پر بدگمانی ہوئی ہو کیونکہ رب تعالےٰ نے مسلمانوں کو عتاباً فرمایا لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ۔ یعنی مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فوراً کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

فائدہ: پتہ چلا کہ نزول برأت سے پہلے ہی مسلمانوں پر نیک گمانی واجب اور بدگمانی حرام تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام سے معصوم ہیں تو آپ بدگمانی ہرگز نہیں فرما سکتے ہاں آپ کا فوراً یہ فرمانا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واقعہ کو ظاہر نہ فرمانا مبنی بر حکمت تھا اور وہ یہی کہ منافقوں کو کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ اپنا معاملہ تھا اور خود فیصلہ کر لیا اور وحی کا انتظار نہ کیا کہ فضیلت اور برأۃ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہو تاکہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے وہ سب کالعدم ہو کر مسرت حاصل ہو۔

جواب ۶۔ پریشانی کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی نہیں ہے اگر کسی عزت و عظمت والے کو غلط الزام لگا دیا جائے اور وہ خود بھی جانتا ہو کہ یہ الزام غلط ہے۔ پھر بھی اپنی بدنامی کے اندیشہ پر پریشان ہوتا ہے۔ لوگوں میں اس افواہ کا پھیلنا ہی پریشانی کا باعث ہوا۔ اگر آیات کے نزول کا انتظار نہ فرمایا جاتا اور پہلے ہی سے عصمت کا اظہار فرمایا جاتا تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کی اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل نہ معلوم ہوتے اور پھر مقدمات کی تحقیقات کرنے کا طریقہ نہ آتا اور صدیقۃ الکبریٰ کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا جو اب ملا۔ اس تاخیر میں صدہا حکمتیں ہیں۔

جواب ۷۔ مسئلہ عقائد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ رب تعالیٰ فرماتا

ہے اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔ اس گندگی سے مراد گندگی زنا ہے یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہو سکتی ہاں کافرہ ہو سکتی ہے کہ کفر سخت جرم ہے مگر گھنونی چیز نہیں۔ ہر شخص اس سے عار نہیں کرتا اور زنا سے ہر طبیعت نفرت اور عار کرتی ہے۔ انبیاء کی بیویوں کو کبھی خواب میں احتلام نہیں ہوتا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر تعجب فرمایا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اکذا فی المشکوٰۃ کتاب الغسل۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور علیہ السلام کو عقیدے کا یہ مسئلہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ صدیقہ سید الانبیاء کی زوجہ پاک ہیں۔ ان سے یہ قصور ہو سکتا ہی نہیں۔

جواب: مرضی الٰہی یہ تھی کہ محبوبۂ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہِ راست دیں اور قرآن میں یہ آیات اُتار کر قیامت تک کے مسلمانوں سے تمام دنیا میں ان کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوالیں کہ نمازی نمازوں میں ان کی عفت کے گیت گایا کریں۔ اگر اب حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرما دیتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں۔ غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔

رفعتِ شانِ عائشہ رضی اللہ عنہا یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیرخوار بچہ کے فیصلے چاک دامنی سے پاک دامنی ظاہر فرما دی۔ حضرت مریم کو تہمت لگی تو شیرخوار روح اللہ سے ان کی عصمت ظاہر کی مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلوائی گئی بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور اپنی گواہی کو قرآن کا جز بنا دیا تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی قدر و منزلت ہے۔

بے التفاتی از عائشہ کا جواب حضرت عائشہ سے ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا اور بے لطفی بھی بدگمانی یا لاعلمی کی دلیل نہیں کیونکہ حالتِ غم میں عموماً ایسے ہوتا ہے۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے فرمایا کہ چند

روزہ عدم التفاتی سے وہ نتیجے نظر آئے جو دین کی شرع کے لئے مراعات بے نہایت ہوں۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا۔ وحی دیر میں آئی اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی یورش نہ ہوتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا اور امتحان بھی ہو گیا کہ کیسی حالتیں ہیں ادھر حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتحان کہ علم سے سینہ بھر دیا۔ واقعہ سامنے کر دیا کہ جملہ حالات حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت کے پیش نظر فرمائے۔ ادھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی۔ اب دیکھنا ہے کہ محبوبِ رب اپنی محبوبہ یعنی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر کر کے اللہ جل شانہٗ پر معاملہ تفویض کرتے ہیں جو لائق شانِ کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بے قرار ہو کر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے ہیں شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں اس واسطے عرصہ تک وحی نہیں آئی کہ اس میں ایک دوسرا امتحان یہ تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں ان کی تسکین فرماتے ہیں یا وحی کلام محبوبِ حقیقی میں دیر ہونے سے بے قرار ہوئے جاتے ہیں۔ اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے لکھا جائے تو بڑے بڑے دفتر نا کافی ہیں۔ اس لئے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کیا۔ سرورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو براءتِ صدیقہ کا یقین ہونا ثابت ہوا مگر ان حضرات کا توبہ دریافت کیجیے جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں ایک یہ کہ ان کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی تھی اور ایک یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا۔ عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۳۸ میں ہے۔

فِی التَّنْوِیْرِ ظَنُّ السُّوْءِ بِالْاَنْبِیَاءِ کُفْرٌ۔	یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کفر ہے۔

تو جس نے دو بدگمانیاں کیں اس کا کیا حال ہوگا چاہیئے کہ وہ توبہ کرے۔ مزید تحقیق فقیر کی کتاب "شرح حدیث افک" دیکھئے۔

سوال: مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے کہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کسی علم کو چھپایا یا ان پانچ چیزوں کو جانتے

تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔

عن مسروق قالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها من اخبرك ان محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رای ربه او كتم شيئا مما امر به او يعلم الخمس التي قال الله تعالیٰ ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث فقد اعظم الفرية

(رواہ الترمذی و فی روایۃ و من زعم انہ یعلم ما فی غد الخ)

جواب ۱: اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین باتیں فرمائیں:

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا۔ قبول نہیں۔ یہ صرف رائے تھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہیں مانی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی حدیث مرفوع ذکر کی بلکہ صحابہ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مخالف وقوع رویت کا اثبات کیا اور اب تک جمہور علماء اسلام اس کو مانتے چلے آتے ہیں۔ اس کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ "علم الغیب فی الاحادیث" میں ہے۔

جواب ۲: آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جن کی تبلیغ کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہیں چھپایا اور جن کو چھپانے کا حکم تھا وہ بے شک چھپائے۔ انوار التنزیل میں ہے

قوله تعالیٰ بلغ ما انزل اليك المراد تبليغ ما يتعلق بمصالح العباد و قصد بانزاله اطلاعهم عليه فان من الاسرار الالهية ما يحرم افشائه

بلغ ما انزل الخ سے مراد ان کی تبلیغ جو بندوں کی مصلحتوں سے متعلق ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نازل کرنے کے بعد ان کی اطلاع بندوں کو ہو ورنہ بعض اسرار وہ ہیں کہ جن کا اظہار نا موزوں ہے۔

روح البیان جلد ۳ میں ہے۔

وفی الحدیث سالنی ربی لیلة المعراج فلم استطع ان اجیبه فوضع یده بین کتفی بلا تکیف ولا تحدید ای ید قدرته لانه سبحانه

منزه عن الجارحة فوجدت بردها فاورثنی علم الاولین والآخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ عهدی علی کتمه اذ هو علم لا یقدر علی حمله غیری وعلم خیرنی فیه وعلم امرنی بتبلیغه الی الخاص والعام من امتی وهم الانس والجن والملك (انسان العیون)

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے شب معراج میں کچھ پوچھا میں جواب نہ دے سکا پھر اس نے اپنا دست رحمت و قدرت بے تکییف و تحدید میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک پائی پس مجھے علم اولین و آخرین عطا فرمایا اور کئی قسم کے علوم عطا فرمائے۔ ایک علم تو وہ ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا کسی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ایک ایسا علم جس کے چھپانے اور سکھانے کا مجھے اختیار دیا اور ایک ایسا علم جس کے سکھانے کا ہر خاص و عام امتی کی نسبت فرمایا اور انسان اور جن اور فرشتے یہ سب حضرت کے امتی ہیں ھکذا فی مدارج النبوۃ اب حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ امر محقق یہی ہے کہ اسرار الٰہی کا علم جو حضرت کو مرحمت ہوا ہے اسکا افشاء حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ تبلیغ کا مراد احکام شرعیہ تبلیغیہ ہیں ورنہ بہت سے اسرار الٰہیہ پر لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔

حدیث ابوھریرہ: مشکوۃ شریف و بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ السلام سے دو قسم کے علوم ملے۔ ایک وہ جس کی تبلیغ کر دی۔ دوسرے وہ کہ اگر تم کو بتاؤں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اسرار الٰہیہ نا محرم سے چھپائے گئے اسی طرح صدیقہ کا یہ فرمان کہ کل کی بات حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے اس سے مراد ہے بالذات نہ جاننا ورنہ صدہا احادیث اور قرآنی آیات کی مخالفت لازم آئے گی۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی، دجال کی، امام مہدی کی اور حوض کوثر کی، شفاعت بلکہ امام حسین کی شہادت کی، جنگ بدر ہونے سے پیشتر کفار کے قتل کی

اور جگہ قتل کی خبر دی۔ نیز اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے ظاہری معنے بھی کئے جاویں تو معاذ اللہ ان کے بھی تو خلاف ہے کہ وہ بھی بہت سے غیوب کا علم جانتے ہیں اور اس میں بالکل نفی ہے۔ مجھے آج یقین ہے کہ کل پنجشنبہ ہوگا، سورج نکلے گا رات آوے گی، یہ بھی تو کل کی بات کا علم ہوا۔ ایسے ہی پانچ چیزوں کو نہ جاننے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر نہیں کیونکہ آیت میں یہ تصریح نہیں کہ ان علوم خمسہ کی اطلاع محال نہیں نہ آیت میں اس کی تعلیم کا انکار بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے۔

کذا فی التفسیر الکبیر للامام الرازی تحت قولہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول۔

وقیامت کے علم کی بحث ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

وینزل الغیث، مینہ برسنے کا علم کہ کب برسے گا کی تفصیل گذر چکی۔ کتاب الابریز میں اس شبہ کے جواب میں لکھتے ہیں۔

وکیف یخفی علیہ ذالک والاقطاب السبعۃ من أمۃ الشریفۃ یعلمونھا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والآخرین الذی ھو سبب کل شئ ومنہ کل شئ

یعنی علم قیامت سرورِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جب کہ آپ کی اُمتِ شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین والآخرین محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کے تو نیاز مند بھی اس کے عالم ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شئے کا وجود حضور ہی کی بدولت اور حضور ہی سے ہے۔

یعلم ما فی الارحام، اگر یہ معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کسی کو معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی جب تو کچھ کلام ہی نہیں۔ اور واقعی آیت شریفہ کا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہی مطلب ہے لیکن اگر حسب فہم منکرین علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ مراد ہو کہ تعلیم الٰہی بھی

کسی کو علم نہیں یا اللہ جل شانہ کسی کو اس پر اطلاع نہیں دیتا تو قطعاً غلط۔ کثرت سے احادیث میں آیا ہے کہ ہر شخص کا مادہ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں بطور نطفہ جمع ہوتا ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے پھر مضغہ یعنی پارۂ گوشت کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ جل شانہ فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھتا ہے کہ کیا عمل کرے گا اور اس کی کتنی عمر ہے اور شقی ہے یا سعید۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب ایمان بالقدر میں ہے کہ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ مَلَکًا بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ عَمَلَہٗ وَاَجَلَہٗ وَرِزْقَہٗ وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ۔ اس سے ثابت کہ فرشتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہے گا اور عمل کیا کریگا۔ کل تو درکنار فرشتہ تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں بتا دیا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میں ان کے پیٹ میں لڑکی دیکھتا ہوں۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء کے صلا میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

حدیث (۱) واخرج مالک عن عائشۃ ان ابابکر نحلھا جاد عشرین وسقا من مالہ بالغابۃ فلما حضرت الوفاۃ قال یا بنیۃ واللہ ما من الناس احد احب الی غنی منک ولا اعز علی فقرا بعدی منک وانی کنت نحلتک جاد عشرین وسقا فلو کنت جددتہ واحترتہ کان لک وانما ھو الیوم مال وارث وانما ھو اخوک واختاک فاقسموہ علی کتاب اللہ فقالت یا ابت لو کان کذا وکذا لترکتہ انما ھی اسماء فمن الاخری قال ذو بطن ابنۃ خارجۃ اراھا جاریۃ واخرجہ ابن سعد وقال فی اخرہ قال ذات بطن ابنۃ خارجۃ قد القی فی روعی انھا جاریۃ فاستوصی بھا خیرا فولدت ام کلثوم

حدیث ۲ علامہ کمال الدین دمیری حیوۃ الحیوان میں بیان فرماتے ہیں۔

وعن ابی لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال لقی رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم رجلا من البادیة وھو متوجہ الی بدر لقیہ بالروحاء فسئلم القوم عن الناس فلم یجدوا عندہ خبرا فقالوا لہ سلم علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال انیکم رسول اللہ فقالوا انعم فجاء وسلم علیہ ثم قال ان کنت رسول اللہ فاخبرنی عما فی بطن ناقتی ھذہ فقال لہ سلمۃ بن سلامۃ بن وقش وکان غلاما حدثا لا تسئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واقبل علی فانا اخبرک عن ذالک نزوت علیہا ففی بطنہا سخلۃ منک فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افحشت الرجل ثم اعرض عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکلم بکلمۃ واحدۃ حتی قفلوا استقبلہم المسلمون بالروحاء یھنونہم فقال سلمۃ یا رسول اللہ ما الذی یھنونک واللہ ان راینا الا عجائز صلعا کالبدن المعقلۃ فنحرنہا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لکل قوم فراسۃ وانما یعرفہا الاشراف رواہ الحاکم فی المستدرک وقال ھذا صحیح مرسل وحکاہ ابن ہشام فی سیرۃ۔

ترجمہ حدیث ۱: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے ان کو ایک کھجور کا درخت دے دیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار۔ اس درخت سے اب تک جو کچھ نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث ہیں صرف دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے

لیکن میری تو ایک بہن اسماء ہیں۔ آپ نے دوسری کونسی بتا دی۔ فرمایا حضرت صدیق اکبر نے ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ بس ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

ترجمہ حدیث ۲: ایک اعرابی نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ سلمہ نے کہا ایسی بات حضرت رسول اللہ سے نہ پوچھ میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش اور وہ اعرابی حیرت میں رہ گیا۔

ف: اس سے ثابت ہوا کہ حضور کے صحابہ کرام میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا اب جو کوئی کہے کہ ما فی الارحام کا علم کسی کو تعلیم الٰہی سے بھی نہیں تو وہ بیچارہ ان عبارات مذکورہ کا کیا جواب دے گا۔

علم ما فی الغد: واقعات ما فی غد یعنی کل ہونے والی باتیں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کو معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے مشکوٰۃ شریف صہ ۵۴۲ میں ہے۔

قال عمر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر بالامس یقول ھذا مصرع فلان غدا انشاء اللہ وھذا مصرع فلان غدا انشاء اللہ قال عمر والذی بعثہ بالحق ما اخطؤا الحدود التی حدھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث۔

خلاصہ یہ کہ بدر میں حضرت نے دست مبارک سے بتا دیا کہ کل کو یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں شخص۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حضرت کو معلوم تھا کہ کل کو کیا ہوگا۔ اور دوسرے یہ بھی معلوم تھا کہ کون کہاں مریگا یعنی ما فی غد اور بای ارض تموت کا علم اللہ جل شانہٗ نے مرحمت فرمایا تھا۔

اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر بھی قبل از وقت بیان فرمائی۔

چنانچہ ما ثبت بالسنۃ میں ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین میری ہجرت کے ساٹھویں سال قتل کئے جاویں گے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقتل الحسین علی رأس ستین سنۃ من مہاجری رواہ الطبرانی فی الکبیر

باقی مضامین اور آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ کے جوابات فقیر نے آیۃ مذکورہ کے تحت بیان کئے ہیں۔

سوال بی بی عائشہ کا ہار گم ہوگیا۔ جگہ جگہ تلاش کرایا گیا نہ ملا۔ پھر اونٹ کے نیچے برآمد ہوا اگر حضور علیہ السلام کو علم تھا تو لوگوں کو اسی وقت کیوں نہ بتا دیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

الزامی جواب ۱: موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی ربوبیت کے ایک تھوڑے سے حصے کو بلا واسطہ دیکھا تو یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ کم و بیش ساٹھ میل سے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے علیٰ ذات کو ان سر مبارک کی آنکھوں سے ٹکٹکی لگا کر عرصہ دراز تک بلا واسطہ دیکھا ان پر تہمت کہ ہار گم ہوگیا تو علم نہ تھا کہ کہاں پڑا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

جواب ۲: حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا نہ کہ نہ جاننا اور نہ بتانے میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ بعض حضرات نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں جیسے اس مضمون میں نہ بتانا حکمت ہے ایسے ہی ہار گمشدگی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہ بتانا۔

مزید حکمتوں کا بیان ہم آگے چل کر عرض کرتے ہیں۔

الزامی جواب ۳: یہ مسئلہ عقائد سے ہے اسے محض ظنیات سے ثابت کرنا جہالت

کا ثبوت دینا ہے۔ حدیث شریف میں کہاں ہے کہ میں ہار کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہے پھر مخالفین کا وہم کس شمار و قطار میں ہے خیالات واہیہ کو آیات واحادیث کے مقابلہ میں ان کا رد کرنے کے لئے پیش کرنا مخالفین کی جرأت پر تعجب ہے سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضرت نے نہ بتایا۔

تحقیقی جواب: مقصد یہ تھا کہ آیت تیمم نازل ہو اس سے ایک امت کو سہولت میسر آئے دوسرا عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ظاہر ہو ورنہ ہار کا علم تھا چنانچہ حدیث کو غور سے پڑھئے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔

فبعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلا فوجدھا

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں۔

یحتمل ان یکون فاعل وجدھا النبی صلے اللہ علیہ وسلم

اس سے معلوم ہوا کہ حضور خود اس کے واجد ہیں وہ ہار خود حضور نے پایا۔

فائدہ: اس تصریح سے ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہار کی خبر تھی لیکن اسے نہ بتانا اور ظاہر نہ کرنا بھی بر حکمت تھا۔ اس کی چند حکمتیں اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امام الحفاظ حضرت شہاب الدین ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۶۲ میں فرماتے ہیں۔ واستدل بذلک علی جواز الاقامۃ فی المکان الذی لا ماء فیہ یعنی اس اقامت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہوا۔ اگر حضور فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے۔

۲۔ یہ بھی بتانا تھا کہ امام کو سفر میں ہو مگر اس کو مسلمانوں کے حفظ حقوق کا خیال کرنا چاہیے فتح الباری میں ہے۔ وفیہ اعتناء الامام بحفظ حقوق المسلمین وان قلت

ف: علماء نے فرمایا کتنے مسائل نکالے کہ دفن میت کے لئے اور اس کے مثل رعیت

کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہئے۔

فتح الباری میں ہے ویلتحق بتفصیل الضائع الاقامۃ للحقوق المنقطعۃ ودفن المیت ونحو ذالک من مصالح الرعیۃ۔

۳۔ اس میں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ مال کو ضائع نہ کرنا چاہئے۔ وفیہ اشارۃ الی ترک اضاعۃ المال (فتح الباری)

۴۔ اس اقامت سے پانی نہ ملا اور صحابہ کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائیگا کس طرح وضو کیا جائیگا تو وہ بےچین ہوئے لامحالہ اُن کو سوال کرنا پڑا تو حضرت صدیق اکبر سے سوال کیا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے ضروری سوال کے لئے بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارا نہ کیا۔

انما شکوا الی ابی بکر لکون النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکان نائماً وکانوا لا یوقظون (فتح الباری)

حضرت صدیق اکبر نے اسی فکر میں کہ نماز کس طرح پڑھیں گے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوکھ میں وکمر میں، انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اُچھل پڑتا ہے مگر حضور اُن کے زانو پر آرام فرما رہے تھے اس وجہ سے انہیں جنبش نہ ہونے پائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ادب اس درجہ ہونا چاہیئے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خراب نماز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو۔

۵۔ فیہ استحباب الصبر لمن نالہ ما یوجب الحرکۃ ویحصل بہ تشویش النائم (فتح الباری)

۶۔ **فضیلتِ حضرت عائشہ صدیقہ**، وفیہ دلیل علےٰ فضل عائشۃ وابیہ وتکرار البرکۃ منھما حضرت صدیقہ کی کیسی فضیلت وبرکت ظاہر ہوئی۔ عمرو ابن حارث کی روایت میں وارد ہوا لقد بارک اللہ للناس فیکم ابن ابی ملیکہ کی روایت میں خود جناب سید عالم علیہ السلام نے فرمایا ما کان اعظم برکۃ قلادتک کہ اے صدیقہ تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے۔ قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور

مجبوری کی حالت میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔

بخاری میں بروایت عروہ وارد ہے۔

فواللہ ما نزل بک من امر تکرھینہ الا جعل اللہ ذالک لک وللمسلمین فیہ خیرا

اسید ابن حضیر نے فرمایا کہ اے صدیقہ بخدا آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے اور آپ پر گراں گذرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرماتا ہے

اور عبدالرحمٰن ابن قاسم والی روایت میں ہے۔

مَا ھِیَ بِاَوَّلِ بَرَکَتِکُمْ یَا آلَ اَبِیْ بَکْرٍ۔	کہ اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبر نے آیتِ تیمم نازل ہونے کے بعد تین مرتبہ فرمایا۔

انک لمبارکۃ	اے صدیقہ تم یقیناً بڑی برکت والی ہو۔

اہلِ ایمان کو تو نظر آتا ہے کہ حضرت صدیقہ کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور پانی نہ ملے تو اُن کی برکت سے اللہ تبارک وتعالےٰ نے تیمم کو جائز فرمایا اور مٹی کو مطہر کر دے لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو، وہاں سوائے اس کے کچھ نہ معلوم ہو کہ حضرت کو علم نہ تھا۔

چشمِ بداندیش کہ برکندہ باد ؎ عیب نماید ہنرش در نظر

؎ بداندیش دشمن کی خدا آنکھ ہی نکل جائے کہ اس کی آنکھ میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے۔

(اُویسی غفرلہٗ)

حکمت ربانی بلکہ مرضی الٰہی بھی یہی تھی کہ صدیقہ کا ہار گم ہو، مسلمان اس کی تلاش میں یہاں رک جائیں۔ ظہر کا وقت آجاوے پانی نہ ملے۔ تب حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاوے کہ اب کیا کریں۔ تب یہ آیتِ تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ کی عظمت قیامت تک کہ مسلمان معلوم کریں کہ اُن کی طفیل ہم کو تیمم کا حکم ملا۔ اگر اسی وقت ہار بتا دیا جاتا تو آیتِ تیمم کیوں نازل ہوتی۔ رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ جو آنکھ قیامت تک کے حالات کو شاہد کرے۔ اُس سے اُونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی ہے؟

فقیر اُویسی غفرلہٗ: ہار کی گمشدگی کے بعد اظہار کی تاخیر کے طریقے علم نبوی کی بہترین دلیلیں ہیں۔

١۔ حضور علیہ السلام کو معلوم تھا کہ آیۂ تیمم اُترنی ہے لیکن اس میں ذرا دیر تھی۔ ایسے ویرانے میں فارغ بیٹھنے سے صحابہ کرام اکتا جاتے انہیں جہاد جیسی عبادت کے بعد نکما بیٹھا کب گوارا تھا۔ سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہار کی تلاش بہتر عبادت کا سبب بنایا اسکلئے خود آرام فرما گئے۔ اگر ہار کی گمشدگی کی لاعلمی تھی تو پھر چین سے سونے کے کیا معنی؟

٢۔ جب آیۂ تیمم نازل ہو گئی اس کے بعد خود اونٹ کے نیچے سے پالیا جیسا کہ ابھی امام نووی رحمۃ اللہ کا قول گذرا۔

٣۔ جس نگاہ کو عرش کی بلندی اور تحت الثریٰ کی مسافت آڑے نہ آسکے اس کے لئے اونٹ کب حائل ہو سکتا ہے۔

٤۔ منکرینِ رسالت کو نامعلوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شانِ اقدس میں کونسی وجہ آڑے آتی ہے کہ ایک معمولی جانور ہُد ہُد تو ہر علاقہ کی زمین کی گہرائی کا علم رکھے

لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی وسعت مانی جائے تو شرک

واللہ اعلم ایسے افہام واذہان کو کیا ہو جاتا ہے جب ایسی واضح باتیں نہیں سمجھ سکتے صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھم سفہاء الاحلام یعنے نبوت کے گستاخ عقل سے بے بہرہ ہیں۔

سوال عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی فرطکم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظمأ ابداً لیردن علی اقوام اعرفہم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی

(متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب الفتن فی الحوض)

ترجمہ: صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمہارے لئے حوض پر خوشی کا باعث ہوں۔ جو شخص مجھ پر گذرا۔ وہ سیراب ہوا اور جو سیراب ہُوا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ مجھ پر کچھ قومیں پیش کی جائیں گی۔ میں اُن کو پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچانیں گے۔ پھر پردہ واقع ہوگا میرے اور ان کے درمیان۔ پس میں کہوں گا بے شک وہ مجھ سے ہیں۔ تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے۔ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں (بدعات) پیدا کی ہیں۔ پس میں کہوں گا دوری ہو دوری ہو اس شخص کے لئے جس نے میرے بعد تبدیلی کی۔

فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا

تو آپ لوگوں کو پہچان لیتے۔

معترضین بھی عجیب لوگ ہیں اس لئے کہ جو واقعہ آنیوالا ہے

جواب الزامی ۱: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے بتا دیا۔ آپ کا خبر دینا کہ ہم بعض لوگوں کو حوضِ کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کرینگے انک الخ تو حضور کو اس کا علم ہونا تو اسی حدیث سے ظاہر ہے واقعہ تو قیامت کو پیش آئے گا اور خبر آج دیدی۔

جواب ۲: یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ علم نہ ہوتا تو خبر دینا کیونکر ممکن تھا۔ حضور کو دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اس واقعہ کا نظر انور سے گذر جانا۔ بخاری شریف کی حدیث میں بھی مروی ہے:

بینا انا نائم فاذا زمرۃ حتی اذا عرفتھم خرج رجل من بینی و بینھم فقال ھلم فقلت این قال الی النار واللہ قلت وما شانھم قال انھم ارتدوا بعدک علی ادبارھم القھقری۔

حضور فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گذری حتیٰ کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے اُن کے درمیان سے نکل کر کہا آؤ۔ میں نے کہا کہاں۔ اُس نے عرض کیا بخدا دوزخ کی طرف۔ میں نے کہا اُن کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ حضور کے بعد الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔

ف: صحیح بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور اُن کا مآل جانتے تھے۔

جواب ۳: انک لا تدری میں ہمزۂ استفہام مقدر ہے جیساکہ وتلک نعمۃ تمنھا الآیۃ اور ھذا ربی میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں بدیں الفاظ وارد ہے۔

قرینہ تو یہ ہے۔

فاقول یارب منی ومن امتی فقال اما شعرت ما عملوا بعدکُ	یعنی پس میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ میرے ہیں اور میرے امتی ہیں فرمایا جائیگا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔

اور قاعدہ ہے استفہام انکاری سے اثبات مطلوب ہوتا ہے جس سے لازم آیا کہ آپ یقیناً ہیں جانتے تھے۔

جواب ۴: صحیح مسلم و ابن ماجہ میں ہے۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ بِاَعْمَالِھَا حَسَنِھَا وَقَبِیْحِھَا	یعنی مجھ پر میری اُمت مع اپنے نیک و بد اعمال کے پیش کی گئی۔

دوسری حدیث ابوداؤد ترمذی میں ہے۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتّٰی الْقَذَاۃُ یُخْرِجُھَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَیَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَۃِ الْقُرْاٰنِ وَاٰیَۃٍ اُوْتِیَھَا الرَّجُلُ ثُمَّ نَسِیَھَا۔

یعنی مجھ پر میری امت کی نیکیاں پیش کی گئیں یہاں تک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے دور کرے اور مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کئے گئے۔ پس میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی کو قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت دی گئی پھر وہ اس کو بھول گیا۔

جب حضور اقدس پر امت کے تمام نیک و بد صغیر کبیر اعمال پیش کئے گئے اور پیش ہوتے ہیں پھر کس طرح حضور کو اُن لوگوں کے اعمال معلوم نہیں ہوتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ انہیں پہلے سے جانتے تھے لیکن اب انہیں امتی وغیرہ کہنے میں راز ہے۔

جواب ۵: بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ ۔

یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت روز قیامت غر و محجل یعنی اس شان سے بلائی جائے گی کہ ان کا سر، ہاتھ اور پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے پس تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔

مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور کے جو امتی ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں انہیں حضور روز قیامت کیسے پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی کے پنج کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا۔ عرض کیا بیشک پہچان لے گا۔ فرمایا کہ میرے امتی اس شان سے محشر میں آئیں گے کہ ان کے پانچوں اعضاء چمکتے جگمگاتے ہوں گے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیشوا ہوں گا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قَالُوْا کَیْفَ تَعْلَمُ مَنْ لَّمْ یَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَّهٗ خَیْلٌ غُرٌّ مُّحَجَّلَةٌ بَیْنَ ظَهْرَیْ خَیْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا یَعْرِفُ خَیْلَهٗ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهُمْ یَاْتُوْنَ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَی الْحَوْضِ ۔

مخالفین سے سوال ہے کہ کیا ان مرتدین کے پنج اعضاء بھی چمکیں گے اگر جواب اثبات میں ہے تو دلیل دیں اگر نفی ہے اور یقیناً نفی ہے تو پھر ہمارا مدعا ثابت کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب پہلے سے دیکھ لیا کہ ان کے اعضاء تو چمکتے نہیں فلہذا یہ میرے امتی ہی نہیں جب آپ کو یقین ہے کہ میرے امتی نہیں تو پھر بھی انہیں امتی امتی کہنا مبنی بر حکمت ہے اور یہی ہمارا جواب ہے اور وہ حکمت کیا تھی۔ وہ حکمت ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

جواب ۲۔ ان کے متعلق علم کا ایک قرینہ مندرجہ ذیل حدیث بھی ہے۔ مروی ہے کہ

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا روز قیامت پہلے مجھی کو سجدہ کی اجازت ملے گی اور پہلے سر اٹھانے کا بھی مجھے اذن دیا جائیگا پھر میں اپنے سامنے تمام امتیوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا اور اسی طرح اپنے پس پشت اور داہنے اور بائیں بھی۔ ایک شخص نے عرض کیا نوح علیہ السلام کی امت سے حضور کی امت تک بہت امتیں ہوں گی ان سب میں سے حضور اپنی امت کو کسطرح پہچان لیں گے۔ فرمایا ان کے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے۔ اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہوگا۔ میں انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی ذریت ان کے سامنے دوڑتی ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے

حدیث کے الفاظ مسند حسب ذیل ہیں۔

اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ فَاَعْرِفُ اُمَّتِیْ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَمِنْ خَلْفِیْ مِثْلَ ذَالِکَ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ مِثْلَ ذَالِکَ وَعَنْ شِمَالِیْ مِثْلَ ذَالِکَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَعْرِفُ اُمَّتَکَ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ فِیْمَا بَیْنَ نُوْحٍ اِلٰی اُمَّتِکَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُّحَجَّلُوْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ لَیْسَ اَحَدٌ کَذَالِکَ غَیْرُهُمْ وَاَعْرِفُهُمْ اَنَّهُمْ یُؤْتَوْنَ کُتُبَهُمْ بِاَیْمَانِهِمْ وَاَعْرِفُهُمْ تَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ذُرِّیَّتُهُمْ ۔ (رواہ احمد)

ترجمہ اوپر گزرا۔ ان روایات پر غور کرنے والے سوچیے کہ جو ذات اپنی امت کے جملہ امور اب بیان فرما رہی ہے ان کی ایک معمولی سی مبنی بر حکمت نفی علمی کا ڈھنڈورا پیٹنا کہاں کا انصاف ہے۔ آج تو حضور علیہ السلام اُس سارے واقعہ کو بتا جاتے ہیں اور فرماتے ہیں [illegible]

ہم اُن کو پہچانتے ہیں کیا اُس دن بھول جائیں گے؟ نیز قیامت کے دن مسلمانوں کی علامات ہوں گی۔ اعضاءِ وضو کا چمکنا، چہرہ نورانی ہونا یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ہونا، پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا وغیرہ وغیرہ اور کفار کی علامت ہوگی۔ ان کے خلاف ہونا اور ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا، ان کی ارتداد کی خاص علامت ہوگی جو آج بیان ہو رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور ان کو نہ پہچانیں۔

جواب ۲: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی و جہنمی لوگوں کو خبر دے دی چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے دو کتابیں ہاتھ میں لیکر صحابہ کو دکھا دیں اور فرمایا اس میں جنتی و جہنمی لوگوں کے نام ہیں۔

تحقیقی جواب ۳: حضور علیہ السلام کا اُن کو اپنا کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا اُن کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا ورنہ ملائکہ نے اُن کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جہنمی کافر سے کہا جاوے گا ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ عذاب چکھ تو تو عزت کرم والا ہے جیسے اس آیت میں منافقوں کا فروں کو کریم کہنا ان کے غم والم اور حزن وملال میں اضافہ مطلوب ہے ایسے ہی یہاں ان مرتدین کو اپنا کہنا حزن وملال کے لئے ہوگا۔

سوال: صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور آپ قیامت کے روز اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے۔ فرمایا کہ آثارِ وضو سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت غیب داں ہوتے تو آپ شناخت کیواسطے یہ کیوں فرماتے؟

تمہید جواب: یہ سوال مخالفین کو اس وقت سوجھا جب ہم نے ان کے اس اعتراض

حدیث شریف میں ہے کہ حوضِ کوثر پر کچھ لوگ وارد ہوں گے۔ حضور انہیں اپنے صحابی کہہ کر پکاریں گے اور بلائیں گے۔ تب حضرت سے عرض کیا جائیگا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے۔ آپ کو ان کا حال معلوم نہیں۔ اس کے جواب میں مذکورہ بالا حدیث دلیل کے طور پر پیش کی اگرچہ اس اعتراض پر ہمارے وہی مطالبات اور جوابات ہیں جو مذکور ہوئے لیکن پھر بھی خصوصیت سے اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ اس موقع پر حضرت کو وضو کی فضیلت بیان کرنا مقصود تھا۔ اس واسطے یہ فرمایا کہ میری امت پر خاص فضلِ الٰہی ہے کہ اُس روز وہ سب امتوں سے ممتاز ہوگی۔

جواب ۲: مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ آل عمران میں لکھتے ہیں کہ

دیلمی از ابو رافع روایت میکند کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمود مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ یعنے تصویرات امت من در آب و گل ساختہ بمن نمودند

یعنے ابو رافع سے مروی ہے کہ فرمایا کہ مجھے میری امت کی تصویر پانی اور مٹی میں بنا کر دکھائی گئی۔

بعض روایات میں ہے۔

فَعَرَفْتُ حَسَنَهَا وَسَيِّئَهَا یعنے میں نے ان کے نیک و بد کو پہچان لیا۔

اس قسم کی اور روایات ہم نے پہلے بھی بیان کی ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے سے ہی نیک اور برے کو جانتے ہیں تو پھر قیامت میں محض کسی فضیلت و اظہار کیلئے کچھ بیان فرمائیں تو اس سے لاعلمی کیسے آگئی۔

سوال: بعد معراج کے جب حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کافروں نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو حضور متردد ہوئے حبیب اللہ جل شانہ نے بیت المقدس حضور کے سامنے کیا تب حضور نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔ اگر حضور کو پہلے

سے معلوم ہوتا تو آپ تردد نہ کرتے اور فوراً بتا دیتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ہر چیز کا علم نہیں۔

جواب نمبر ۱: حضور کو بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا جو کفار نے دریافت کی تھیں پھر ان کا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اس طرف التفات نہ ہوگا۔

جواب نمبر ۲: حدیث شریف میں موجود ہے حضور بیت المقدس تشریف لے گئے اور یوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے راستہ میں بیت المقدس پر گذرے اسکو پورے طور پر دیکھا ہی نہیں بلکہ وہاں سواری یعنی براق سے اُتر کر مسجد کے اندر تشریف لائے پھر وہاں دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھیں پھر باہر تشریف لائے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ایک برتن شراب کا ایک دودھ کا لائے۔ حضور نے دودھ پسند فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا۔ الفاظ اس حدیث کے جو بروایت انس مشکوٰۃ شریف صہ ۵۲۸ میں مروی ہیں یہ ہیں۔

عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ
اُتِیْتُ بِالْبُرَاقِ وَھُوَ دَابَّۃٌ اَبْیَضُ طَوِیْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ
یَقَعُ حَافِرُہٗ عِنْدَ مُنْتَھٰی طَرْفِہٖ فَرَکِبْتُہٗ حَتّٰی اَتَیْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ
فَرَبَطْتُہٗ بِالْحَلْقَۃِ الَّتِیْ تَرْبِطُ بِھَا الْاَنْبِیَاءُ قَالَ ثُمَّ
دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِیْ
جِبْرَئِیْلُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ
فَقَالَ جِبْرَئِیْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَۃَ۔

نتیجہ: حضور علیہ السلام کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا وہاں ٹھہرنا، سواری سے اُترنا سواری یعنی براق کو باندھ دینا، بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا، پھر شراب چھوڑنا، دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کو وہاں

کے حالات پر آگاہی تھی۔ پھر اگر حضور متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لقد رایتنی فی الحجر وقریش
تسئلنی عن مسرای فسالتنی عن اشیاء من بیت المقدس
لم اثبتھا فکربت کربا الحدیث از مشکوٰۃ

اور اس حدیث کے حاشیہ پر ہے۔ لم اثبتھا ای لم اضبطھا ولم احفظھا (از لمعات)

جواب نمبر ۳: ایک روایت میں وارد ہے کہ حضور رسول مقبول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے اوصاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کئے اور حضرت نے سب بتا دیئے۔ اس حدیث میں تردد و تفکر کا نام تک نہیں۔ چنانچہ مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے

پس آمد ابوبکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وگفت یا رسول اللہ وصف کن آنرا بمن کہ من رفتہ ام آنجا و دیدہ ام آنرا
پس وصف کرد آنرا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پس گفت ابوبکر اشہد
انک رسول اللہ الخ

ترجمہ: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور انہیں بیت المقدس کے حالات سنا دیجئے آپ نے انہیں بیت المقدس کے پورے پورے حالات بتائے یہ سنکر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ

غور کیجئے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو صاف صاف بتا دیا لیکن ابوجہل وغیرہ کو نہ بتانے میں حکمت نہیں تو اور کیا ہے۔

جواب نمبر ۴: حضور علیہ السلام کا کافروں کے سامنے تردد لاعلمی کا نہ تھا بلکہ اس لئے

تھا کہ بزرگ تو اپنے آپ کو زیرک زمان سمجھتے ہیں لیکن یہاں حال یہ ہے کہ میرے سے اہم سوال کے بجائے صرف بیت المقدس کی تعمیر اور دروازوں کے متعلق سوال کر رہے ہیں۔ آپ کو ان کی اس طفلانہ حرکت سے پریشانی ہوئی اور ستر دوانہ بیٹھ گئے یہ ایسے ہے جیسے ایک بڑا علامہ کسی قوم کے ہاں مناظرہ کرنے جائے اور وہ اپنے آپ کو محقق اور مدقق کہلاتے ہوں لیکن جب گفتگو شروع ہو تو وہ بچوں کی طرح معمولی سوالات کرنے شروع ہو جائیں تو وہ ان کی حرکت سے پشیمان ہوں تو یہ نہ کہا جائیگا کہ وہ عالم بھی نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی

سوال ۸ : تو آپ نے جوتا مبارک اتار دیا یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے آپ نے نماز سے فراغت پاکر صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے۔ عرض کی حضور کو دیکھ کر ہم نے بھی ایسا کیا آپ نے فرمایا مجھے جبرئیل نے خبر دی تھی کہ اس میں (قذر) نجاست ہے۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ کو جبرئیل علیہ السلام نہ بتاتے۔

جواب ۱ : جوتے مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی۔ ورنہ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پاپوش مبارک اتارنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے۔ مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔

جواب ۲ : جبرئیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہارِ عظمت و رفعت شان ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے کہ کمال تنظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے اس سے عدم علم آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال ایک خام خیال ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

و قذر بفتح قاف و ذال معجمہ در اصل آنچہ مکروہ پندارد طبع و ظاہر نجاستے نبود کہ نماز باں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آں را ناخوش

دارد و الا نماز از سر گیرفت کہ بعضے نماز باں گذاردہ بود و خبر دادن جبرئیل بر آں از انجہت کمال تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بود۔

ایک شخص[1] نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ چند لوگ آپ میرے

سوال ۹ : ساتھ کردیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو میں بھی ہو جاؤں گا۔ آپ نے ستر صحابہ جلیل القدر قاری قرآن اس کے ہمراہ کر دیئے راستہ میں وہ سب کے سب غداری اور بیوفائی کے ساتھ شہید کر ڈالے گئے۔ جس پر آپ کو کمال حزن و ملال ہوا۔ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یوں شہید کر ڈالے جائیں گے، اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو بیر معونہ کے منافقین وصول کے سے آپ نے ستر (۷۰) صحابہ کرام کیوں لے گئے ؛ جنہیں وہاں لے جاکر شہید کر دیا گیا۔ اس آفت میں انہیں حضور علیہ السلام نے کیوں پھنسایا۔

یہ حدیث واقعہ بیر معونہ[2] سے مشہور ہے مخالفین سے ہمارا سوال

الزامی جواب : ہے کہ اس روایت میں کہاں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں لاعلمی میں انکو بھیج رہا ہوں۔ واقعہ سے لاعلمی سے ثابت کرنا ہے تو پھر بندہ سمجھا ہے جب کہ آپ نے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر علم ہوتا تو وہ بنی اسرائیل کے ہاں انبیاء علیہم السلام کو نہ بھیجتا جبکہ بنی اسرائیل نے دو سو انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا ویقتلون النبیین بغیر الحق اس قسم کی قرآن مجید میں درجنوں آیات ہیں اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ نے عمداً بھیجا تو قتل عمد کا ارتکاب کیا (معاذ اللہ) وہ جواب جو ہم نے بندہ کو دینا ہے وہی ہمارا

---

[1] ، عامر بن مالک نجدی۔

[2] ، یہ واقعہ ۴ھ میں ہوا (مدارج النبوۃ)

وہابی دیوبندی کردینا ہوگا۔

جواب نمبر ۲: حضور علیہ السلام اسلام کی آبیاری کے لئے تشریف لائے۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی پیاری جانیں دیکر اسلام کا باغ تیار کیا حضور علیہ السلام کو ان کی شہادت کا علم تھا جیسے اللہ تعالےٰ کو انبیاء علیہم السلام کی شہادت کا علم تھا۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے دین حق کے بچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی جانیں قربان کرادیں۔ ایسے ہی نبی علیہ السلام نے سنت الٰہی پر عمل کیا

جواب نمبر ۳: علم کی نفی تو ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ نبی علیہ السلام نے مبلغین مانگنے والے نجدیوں اور آنے والے نسلوں کو بتایا کہ میری تعلیم وتربیت کا کرشمہ دیکھئے کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان دینے کو سعادت سمجھتے بلکہ بدل وجان کوشش کرتے ہیں کہ انہیں راہ حق میں جان دینے کا موقعہ میسر ہو۔

جواب نمبر ۴: حضور علیہ السلام اپنے علم کی اشاعت کے لئے بلکہ اسلام کی اشاعت کیلئے تشریف لائے یہ موقعہ بھی ایسا تھا کہ نجدی اگرچہ جو کچھ تھے لیکن اسلام کی اشاعت کے لئے مبلغ مانگنے آئے پھر یہ موضوع کے خلاف تھا کہ ایک شخص اشاعت اسلام کے لئے عرض کرتا ہے کہ حضور اپنے نیازمندوں کو اس کی قوم کی ہدایت کیواسطے مبلغ بھیجیں اور آپ اسے یہ جواب دیں کہ ہمیں اشاعت اسلام اور ہدایت خلق سے جان زیادہ محبوب ہے۔ وہاں جو جائیں گے شہید ہو جائیں گے۔

ذیل میں ہم چند واقعات درج کرتے ہیں جو بیر معونہ میں صحابہ کرام کو پیش آئے تاکہ ان کے شوق شہادت کا ناظرین کو علم ہو اور مذکورہ سوال کا جواب بآسانی سمجھ سکیں۔

۱۔ جانبوالے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین جب شہید ہو گئے اور انہیں سے حضرت منذر بن عمرو رہ گئے تو کفار نے ان سے کہا آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں مگر آپ کے آرزومند شہادت دل نے ہرگز نہ مانا اور آپ نے بمقابلہ شہادت کے امن کو قبول نہ فرمایا (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۱)

ازالۂ وہم: یہ تو عرض کیا گیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دین پر جان تصدق کرنے ہی کے لئے روانہ فرمایا تھا اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ سب شہید ہو جاویں گے۔ مگر جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور کے لئے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کرنے سے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قتل عمد کی نسبت کرنا پڑے گا اس کیلئے ایک جواب تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں دوسرا جواب بطور سوال عرض ہے کہ واقعہ ہذا میں کیا کوئی منذر ابن عمرو صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر خودکشی کا الزام لگائے گا کہ انہوں نے باوجود امن پانے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا۔

۲۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حارث اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے جب واپس آئے اور لشکرگاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پرندوں کو گرد لشکر کے دیکھا اور گرد وغبار اٹھا معلوم ہوا اور کافروں کے سواروں کو بلندی پر کھڑا اور اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو شہید دیکھا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب مصلحت کیا ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری کی رائے ہوئی کہ سید کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے۔ حارث نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب ہم پہنچی ہوئی شہادت بہت غنیمت ہے۔ چنانچہ انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا اور ان میں سے چار آدمیوں کو قتل کر کے حارث خود بھی شہید ہو گئے۔

(کذا فی صحیح المسلم ومدارج النبوۃ)

ناظرین: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شوق شہادت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے امن وعافیت کو چھوڑ کر شہادت حاصل کرنے میں سعی کی اور کامیاب ہوئے۔ اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام نے قصداً دیدہ ودانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی۔ اسی طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں ہے کہ فخر عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدہ ودانستہ صحابہ کو روانہ فرما کر قتل عمد کے مرتکب ہوئے والعیاذ باللہ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جانیں راہ خدا میں نذر کیں اور ان جانوں کے لئے اس سے عمدہ طور پر کام آنے کا

کوئی موقع نہ تھا۔ جان کی بڑی قیمت یہی تھی کہ راہِ خدا میں نثار ہو گئی۔ یہ کہنا کہ اس حادثہ کا اگر حضرت کو علم تھا یا ہوتا تو صحابہ کو نہ بھیجتے اور صحابہ کو علم ہوتا تو وہ نہ جاتے۔ فخرِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر الزام لگاتا ہے کہ جب جان تصدق کرنے کا موقع آتا اور یہ سمجھتے کہ جان جاتی ہے تو دور گذر کر جاتے اور ہم لوگوں کی طرح خیال کرتے کہ کون مفت خطرہ میں جان ڈالے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ توبہ کیجئے اور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ دین پر جان نثار کرنے میں دریغ کر جائیں۔ جان جاتی دیکھیں تو اسلام کی اشاعت کے پاس تک نہ آئیں بلکہ یہ حضرات جب سمجھ لیں کہ اب جان نذر کرنے کا موقع ہے تو بڑی خوشی اور شوق سے جان نذر کریں جیسا کہ میں صحابہ کے واقعات سے ثابت کر چکا ہوں ؎

میں پہلے ہی سر شوق سے مقتل میں جھکا دوں
اے جان اگر خنجرِ فولاد تمہارا

۲. بخاری شریف میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیرِ معونہ پر پہنچے اور انہوں نے حضور سراپا نور محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مرغوب حرام بن ملحان کو دیا کہ عامر بن طفیل کے پاس لے جائیں۔ حرام دو شخصوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے جب اس قوم کے نزدیک پہنچے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم یہیں رہو میں جاتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دی تو تم بھی چلے آنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اصحاب کے ساتھ جا ملنا۔ پھر حرام ابن ملحان نے ان لوگوں سے کہا امن دو تو میں تمہیں خدا کے رسول محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا پیام پہنچاؤں۔ حرام ابن ملحان گفتگو ہی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے جو ان کے پیچھے تھا ان لوگوں کے اشارہ سے اُن پر حملہ کیا اور نیزہ مارا کہ وہ حرام کے بدن کے دوسری طرف نکل آیا۔ اس حالت میں حرام ابن ملحان کی زبان سے جو کلمے نکلے ہیں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو اس کا کچھ لطف آئے گا۔ حالت تو یہ کہ نیزہ سینے سے پار ہو گیا۔ اب خون چہرہ اور تمام بدن کو رنگین کر رہا ہے اور زبان پر کیا مبارک کلمہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر

فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ رب کعبہ کی قسم میری آرزو پوری ہو گئی اور مطلب حاصل ہو گیا مراد مل گئی یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پورے طور پر ہوئی رتبہ شہادت ملا سبحان اللہ ایک تو یہ دل تھے جو برابر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جان نذر کرتے تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص اور حضور اقدس کی صفت کمال کے انکار میں رات دن سرگرم ہیں۔

فلما نزلوها قال بعضهم لبعض ايكم يبلغ رسالة رسول الله صلے الله عليه وسلم اهل هذا الماء فقال حرام بن ملحان انا فخرج بكتاب رسول الله صلے الله عليه وسلم الى عامر بن الطفيل وكان على ذلك الماء فلما اتاهم حرام بن ملحان لم يقرأ عامر بن طفيل في كتاب رسول الله صلے الله عليه وسلم فقال حرام ابن ملحان يا اهل بئر معونة انى رسول رسول الله صلے الله عليه وسلم اليكم وانى اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله فامنوا بالله ورسوله فخرج اليه رجل من كسر البيت برمح فضربه في جنبه حتى خرج من الشق الآخر فقال الله اكبر فزت ورب الكعبة (كذا فى الخازن صـ ۳۰۲ ومدارج النبوة صـ ۱۵)

علاوہ ازیں حضور کی خبر نہ دینے اور تحمل فرمانے میں اور بہت سی حکمتیں ہیں۔

۲. بیرِ معونہ میں جب حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود اپنے شوق سے مقابلہ کر کے شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری باقی رہ گئے اور عامر بن طفیل نے ان کو شہید نہ کیا پیشانی کے بال پکڑ کر چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کی رخصت دی اور یہ دریافت کیا کہ ان شہداء سے آپ واقف ہیں۔ فرمایا کہ ہاں واقف ہوں۔ تب وہ اٹھ کر شہداء کے مقتل میں آیا اور ہر ایک کا نام و نسب دریافت کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ کوئی صاحب ایسے تم میں

تھے جن کی نعش یہاں نہیں ہے۔ عمرو نے کہا کہ ہاں عامر بن فہیرہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بندۂ آزاد کردہ تھے وہ ان میں نہیں ہیں۔ کہا وہ کیسے آدمی تھے۔ فرمایا کہ وہ بڑے فاضل اور پرانے مسلمان تھے۔ عامر بن طفیل کافر نے کہا کہ ان کی شہادت کے وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ وہ آسمان کی جانب اٹھا لئے گئے۔

ف۔ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا عامر بن طفیل کا ایسا عجیب و غریب واقعہ دیکھنا اور خود اس کو بیان کرنا اور پھر اس جماعت کے قتل سے پشیمان نہ ہونا اور ایمان سے محروم رہنا تعجب خیز اور اس کی کور باطنی اور شقاوت ازلی کی صاف نظیر ہے مگر پھر بھی وہ تو کافر تھا اور صدر الافاضل مولٰنا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ مسلمان نما لوگوں کا آیتیں اور حدیثیں اور عجیب و غریب واقعات کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی علم عظیم نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار ہی کئے جانا اور نصوص پاکر بھی مطمئن نہ ہونا بلکہ اپنے قیاسیات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے اس علم عظیم پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے اللہ جل شانہٗ نہ جانے کیا ہے۔

۴۔ اسی کلاب میں ایک اور شخص جبار بن سلمٰی بھی انہیں کفار میں تھا۔ اس سے منقول ہے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا اور وہ دوسری طرف نکل آیا تو میں نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا فزت واللہ اور یہ دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے اس وقت مجھے یہ فکر ہوئی کہ اس لفظ سے کیا مراد ہے تو میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا اور انہیں تمام حال سنایا۔ کہنے لگے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ خدا کی قسم میں نے مراد پالی۔ میں نے یہ سنکر ضحاک سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے اور میں مسلمان ہو گیا اور یہ واقعہ میرے اسلام لانے کا باعث بنا۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ نے فرمایا سبحان اللہ! سعادتمندوں کو جیسے اس حال کے مشاہدہ سے ایمان نصیب ہوا ویسے ہی اس کے استماع سے بھی صدہا برکات حاصل ہوئیں۔ مخالفین اب تو سمجھے ہوں گے کہ حضور کے اطلاع نہ دینے میں حکمتیں تھیں۔ پھر اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو

مستلزم نہیں۔ ہر چند کفار نے سوال کئے مگر حضرت حق سبحانہٗ تعالٰی نے انہیں وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا۔ پھر اگر یہ راز تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ظاہر فرما دیتے۔ اس سینۂ مبارک میں اللہ کے ہزاروں راز مخزون تھے حضور امین تھے۔ یہ شان تحمل کی ہے کہ ایسے مواقع پر سکوت فرمائیں اور کام اللہ جل شانہٗ کے سپرد کر دیں۔

جواب ۵۔ اللہ تعالٰی کو تو علم تھا کہ یہ مسلمان مارے جائیں گے اور یہ بھی اللہ تعالٰی کو علم تھا کہ میرے نبی علیہ السلام کو ان کے مارے جانے سے غم لاحق ہوگا اور یہ بھی اس کا طریقہ عام ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھنا نہیں چاہتا جیسا کہ چند مثالیں فقیر نے کتاب "شرح حدیث افک" میں لکھی ہیں تو پھر اللہ تعالٰی نے کیوں فوراً جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ اے نبی علیہ السلام آپ اپنے فقیروں کو نجدیوں کو ساتھ نہ بھیجئے۔ اس سے کیوں نہ کہا جائے کہ وہاں بھی حکمت تھی تو یہاں بھی۔

تحقیقی جواب ۶۔ نبی علیہ السلام ایسے معاملات میں خصوصاً متوجہ ہوتے پھر کبھی ان حالات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر فرما دیتے اور کبھی بامر الٰہی مخفی رکھتے غزوۂ موتہ کو موبمو بتایا جیسا کہ گذرا اور یہاں بھی کچھ حالات ظاہر فرمائے چنانچہ شیخ محقق سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

شہیدوں کا سلام۔ مروی ہے کہ جب قرّاء کفار کے گھیرے میں تھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے کہ ہم کسی کو نہیں دیکھتے کہ ہمارا سلام تیرے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور پہنچائے۔ تو ہی ہمارا سلام حضور کی بارگاہ میں پہونچا۔ اس پر جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دردمندوں کا سلام حضور علیہ السلام کا سلام پہونچایا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان شہیدوں کی خبر صحابہ کرام کو پہونچائی اور فرمایا تمہارے ساتھی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں اور حق تعالٰی سے

مناجات کر رہے ہیں جس میں تو راضی ہے تو ہم بھی راضی ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

فائدہ: مفسرین کہتے ہیں کہ ان کے حق میں یہ آیت اتری جو بعد کو منسوخ ہو گئی وہ آیت منسوخ یہ ہے بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا

غور کیجئے: حضور علیہ السلام نے حالات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبردار فرمایا ہے اور سنیئے۔

حضرت عامر بن فہیرہ کا چشم دید واقعہ: اسی مضمون میں آپ نے حضرت عامر بن فہیرہ کا واقعہ پڑھا۔ اس کے لئے منقول ہے کہ ضحاک بن سفیان نے ایک خط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لکھا جس میں جبار بن سلمیٰ کے اسلام لانے اور انکا حضرت عامر بن فہیرہ کو آسمان پر لیجاتے دیکھنے کا حال تحریر کیا اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شاہد ملاحظہ ہو آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ فرشتوں نے ان کے جسم کو دفن کیا اور ان کو اعلیٰ علیین میں لے گئے۔ مدارج النبوۃ صہ ج۲

فائدہ غور کیجیئے اگر حضور علیہ السلام واقعات کو مشاہدہ نہیں فرما رہے تھے تو اعلیٰ علیین اور فرشتوں کے دفنانے کی خبر دینے کا کیا معنی؟

افسوس صد افسوس: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بوقت خطبہ سینکڑوں میل دور لشکر اسلام کو دیکھیں اور انہیں ہدایت بھی دیں اور ان کے آقا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے لاعلمی کی تہمت۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ازالہ وہم: بیا اوقات واقعات کو ظاہر نہ کرنا یا ان سے خاموش رہنا مبنی بر حکمت ہوتا ہے جیسے بار بار عرض کیا کچھ یہاں بھی یہی معاملہ ہوا

تحقیقی جواب: حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قراء مبلغین کو روانہ کرنے سے پہلے ہی آنے والے حادثہ کیطرف اشارہ فرمایا چنانچہ جب عامر نجدی نے مبلغین مانگے تو آپ نے فرمایا انی اخشیٰ علیہم اھل نجد رواہ البخاری۔ میں ان کے متعلق نجدیوں سے ڈرتا

ہوں یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جیسے یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کیساتھ روانہ کرتے وقت فرمایا انی لیحزننی ان تذھبوا بہ واخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غٰفلون۔ بے شک مجھے رنج دیگا کہ تم اسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا لے۔

فائدہ ہم نے رسالہ دفع التاسف عن فی علم ابی یوسف میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو انکے آنیوالے مکر کا علم تھا تبھی یہی کلمات فرمائے۔ اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نجدی کے مکر و فریب کا علم تھا اسی لئے یہی الفاظ فرمائے۔ آج بھی نجدی اور ان کے چیلے ان کے پاک علم کا انکار کر کے انہیں حزن و ملال میں ڈال رہے ہیں جیسے کہ کل ہمارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نجدیوں نے رنج و الم اور حزن و ملال میں ڈالا۔

حضور علیہ السلام کا حزن و ملال: جب قراء صحابہ کے شہید ہونے کی خبر پہونچی تو حضور علیہ السلام بہت غمزدہ اور ملول ہوئے اور سخت کرب محسوس فرمایا یہاں تک کہ ایک ماہ تک ایک روایت میں چالیس روز تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور رعل و ذکوان عصیہ اور نجد کے تمام قبائل پر دعا فرمائی (مدارج النبوۃ صہ ج۲)

انتباہ ہم نے اس سوال کے جواب میں طوالت کی ہے اس لئے کہ مخالفین اس واقعہ کو بار بار اور بڑے زور دار دلیل سے سمجھتے ہیں تاہم قلم کو روکا ہے مزید تفصیل فقیر کی کتاب "لمعتہ التحریر فی تقاریر دورۃ التفسیر" میں ملاحظہ ہو۔

سوال: مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہما نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ تھا۔ چنانچہ ایک روایت بھی اپنے دعویٰ پر دلیل کے طور پر لکھی ہے وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: لا اعلم من وراء الجدار میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ اس روایت سے

بھی ان کے دعویٰ کی صداقت معلوم ہوتی ہے اور تم کہتے ہو کہ حضور علیہ السلام علم کلی جانتے ہیں۔

جواب: یہ روایت من گھڑت ہے چنانچہ سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی محقق قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے مدارج شریف میں یوں فرمایا ہے

اینجا اشکال مے آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم من بندہ ام نے دانم در پس ایں دیوار است۔ جوابش آنست۔ کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔	حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں۔ دیوار کے پیچھے کی بات کو نہیں جانتا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس بات کی کچھ اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ف: شیخ صاحب اس روائیت کی تردید کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہی نہیں بلکہ موضوع ہے اور موضوع روایت سے استدلال گمراہی ہے۔ اور اس روایت کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

لا اصل لہ — یہ حکایت محض بے اصل ہے۔

امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں فرمایا۔

لم یعرف لہ سند — اس کے لئے کوئی سند نہ پہنچائی گئی۔

افسوس ہے کہ مخالفین ایسی باتیں کرید کرید کر پیش کرتے ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی کسر شان ہو۔ نہ معلوم ان لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کس قسم کا بغض و عناد ہے کہ ایسی غیر معتبر اور موضوع روایات پیش کر کے عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔

بلکہ فخریہ طور کہتے اور اس موضوع پر مناظرہ کے لئے میدان میں بھی اترے کہ حضور علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے علم نہ تھا اس کے بےشمار دلائل بیان کرتے ہیں ان میں ایک یہ ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے فرمایا۔ کون ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں۔ آپ نے فرمایا میں تو میں بھی ہوں۔ گویا یہ کلمہ حضور کو ناپسند ہوا۔ اس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو آپ کیوں پوچھتے کہ تم کون ہو کیونکہ آپ کو تو پہلے ہی معلوم تھا۔

جواب حضور علیہ السلام کا مَنْ ذا فرمانا یعنی یہ کون ہے۔ حضور علیہ السلام کی نفی علم غیب کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ خود اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام سے کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی کے جواب میں فرماتا ہے اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تم ایمان نہیں لائے تو مخالف یہاں بھی یہ کہدے گا کہ معاذ اللہ اگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہوتا تو یہ کیوں فرماتا کہ تم ایمان نہیں لائے۔ یاد رہے کہ ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوا کرتی بلکہ اس میں حکمت ہوتی ہے احادیث میں بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتا ہے کہ میرے بندے کیا کرتے ہیں۔ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ غرض یہاں تو حضور کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے وہ اہل علم پر بخوبی روشن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جواب کی تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ جب تم کسی کے مکان پر جاؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو تو میں نہ کہدیا کرو بلکہ نام بتلایا کرو کیونکہ لفظ میں کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں ناپسند ہے بلکہ کسی حد تک مضر ہے کیونکہ باہر سے بلانے والا تمہارا دشمن

بھی ہو سکتا ہے اور "النغمۃ تشبہ النغمہ" آواز آواز کے مشابہ ہو سکتی ہے اور بار بار ایسے واقعات مشاہدے میں آچکے ہیں کہ دشمن دوست کی آواز سے مشابہ کر کے باہر جا کر جان سے مار دیتا ہے اسی لئے آپ نے رہتی دنیا تک اُمت کو سبق سکھایا کہ جب تک بلانے والے کے متعلق یقین نہ ہو کہ کون ہے باہر نہ جاؤ افسوس ہے مخالفین پر کہ حضور علیہ السلام تو اُمت کی خیر خواہی کر رہے ہیں لیکن یہ لوگ ان کی توہین پر کمر بستہ ہو کر آپ کی لاعلمی ثابت کر رہے ہیں۔

لطیفہ اس وقت باہر سے بلانے والا حضور علیہ السلام کا کوئی اجنبی ناواقف نہ تھا بلکہ حضرت جابر صحابی تھے جو اکثر اوقات حاضر باش رہتے تھے کیا (معاذ اللہ) آپ کی حس ظاہری اتنا کمزور پڑ گئی تھی کہ حاضر باش صحابی کی آواز بھی بار بار عرض کرنے سے نہ پہچان سکے جبکہ ہم ایک جانی پہچانی شخصیت دوست وغیرہ کے آواز دینے سے فوراً پہچان جاتے ہیں کہ یہ کون ہے۔

سوال صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سنا۔ آپ نے باہر تشریف لاکر فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں۔ شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو۔ اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہوں۔ اس حدیث سے مخالفین حضور علیہ الصلوٰۃ و والسلام کے علم غیب کی نفی اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا؟

جواب اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصود محض تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لئے زبانی قوتیں خرچ کریں۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔

فان قضیت لاحد کم منکم بشیءٍ من اخیہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار (ترمذی)

اگر میں تم میں سے کسی دوسرے کو دوسرے کی چیز دلا دوں۔ تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے۔

فائدہ: مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا۔ بفرض محال اگر میں تمہاری تیز بیانی اور شیریں بیانی سے تمہیں دوسرے کا حق دلادوں۔ تو بھی تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے ہی لئے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کے حق کھانے کی کوشش ہی نہ کرو۔ مقصود اس حدیث سے یہ تھا مگر مخالفین نے اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نفی علم غیب پر استدلال کیا۔ اگر حضور کسی کا حق کسی دوسرے کو دلا دیتے کچھ جائے عذر ہوتی کہ اب تو کچھ شبہ کا موقع ہے کہ حضور نے کسی کا حق کسی اور کو دلا دیا۔ مگر یہاں شبہ کو کچھ بھی دخل نہیں کہ حضور نے ایک کا حق دوسرے کو کو کیوں نہ دیا۔ بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی جملہ شرطیہ ہے جو صدق واقعہ کا مقتضی نہیں بلکہ ایک فرض محال ہے۔ یعنے ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کیا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی کچھ فائدہ نہیں دیکھئے ایسا ہی جملہ شرطیہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔

فرمایئے اگر رحمٰن کی اولاد ہو تو اس کا میں ہی پہلا عبادت کرنے والا ہوں۔

ثابت ہوا شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال

حکم بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے اور علیٰ ہذا اس حدیث میں بھی یہی معنی ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ شارحین حدیث بھی یہی معنے لیتے ہیں۔ چنانچہ شارح العوفی کی شرح میں ہے۔

وان قوله علیه السلام فمن قضيت له بحق مسلم الخ شرطية وهي لا تقتضي صدق المقدم فيكون من باب فرض المحال نظرا الى عدم جواز قراره على الخطاء ويجوز ذالك اذا تعلق به غرض كما فى قوله تعالىٰ فان كان للرحمٰن ولد فانا اول العابدين والغرض فيما نحن فيه التهديد والتفزيع على اللسن والاقدام على تلحين الحجج فى اخذ اموال الناس.

ترجمہ: اور حضور علیہ السلام کا قول فمن قضیت الخ کا مطلب یہ ہے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ صدق مقدم کو صدق مقدم کو مقتضی نہیں تو فرض محال کی قبیل سے ہوگا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خطا پر برقرار رہنا ممتنع ہے اور ایسا ممدود جائز ہے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قل ان کان للرحمٰن الخ سے حصول غرض تہدید و تفزیع (دھمکانا ڈرانا) ہوتا ہے۔

یہاں بھی وہی ہے زبانی زبان کی چالاکی اور غلط دلائل قائم کرکے لوگوں کے اموال لے۔

سوال

بخاری جلد اوّل کتاب الجنائز میں حضرت ام العلاء کی روایت ہے۔

واللّٰه ما ادری و — خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ حالانکہ میں اللہ

انا رسول اللّٰه ما يفعل بی — کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔

اس معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بھی خبر نہ تھی کہ قیامت میں مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

اجمالی جواب

یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایۃ کی نفی ہے یعنی میں اپنے اٹکل و قیاس سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا بلکہ اس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے تو اے ام العلاء تم جو عثمان ابن مظعون کے جنتی ہونے کی گواہی محض قیاس سے دے رہی ہو یہ معتبر نہیں۔ اس غیب کی خبروں میں تو انبیاء کرام بھی قیاس نہیں فرماتے یہاں تک کہ خود میں بھی ایسی باتوں کو اٹکل اور قیاس سے نہیں کہتا بلکہ وحی ربانی سے کہتا ہوں جو کچھ کہتا ہوں (جیسا کہ ہم نے درایۃ کی تحقیق میں عرض کیا ہے)۔

تفصیلی جواب

دراصل انہیں تعلیم امت مطلوب ہے کیونکہ عثمان بن مظعون پہلے صحابی (رضی اللہ عنہ) ہیں جن کا مدینہ طیبہ سب سے پہلے وصال ہوا تاکہ آئندہ سبق مل جائے کہ کسی کی موت پر خواہ مخواہ قیاس آرائی نہ کی جائے کہ جنتی ہے یا جہنمی ورنہ اگر یہ معنیٰ نہ کیا جائے تو ہزاروں روایات کو غلط ٹھہرانا پڑے گا۔ جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنتی اور دوزخی کی خبر دی جس کی تفصیل مختصراً عرض کردوں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے فرمایا

مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین

میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم و آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

(۲) عشرہ مبشرہ (دس جنتی صحابی (ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عبد الرحمٰن بن عوف وغیرہم) کو جنت کی خوشخبری کس نے دی (کیا یہ کوئی کہہ سکتا ہے صحابی تو جنتی ہیں لیکن نبی علیہ السلام کو اپنی خبر نہ تھی کہ وہ ۔۔۔ معاذ اللہ)

③ ان ہر ایک کو بلکہ ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہشت کا مژدہ بہار سنایا۔

④ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ یہ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

⑤ خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواتین جنت کی سردار بتایا۔

⑥ مجاہد جہنمی کو عین جنگ کے وقت اس کا انجام بد بتایا کہ یہ جہنم میں جائے گا۔

صرف اسی موضوع کی احادیث جمع کی جائیں تو ہزاروں لیکن ضدی کو پھر بھی ضد رہے گی صرف اہلِ ایمان کی تازگی کے لئے کچھ عرض کردوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِن عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرْنَا فَقَالَ لِلَّذِىْ فِىْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا الْكِتَابُ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِىْ فِىْ شِمَالِهِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَ اَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا۔

(مشکوٰۃ شریف صہ۲۱ باب القدر و ترمذی شریف باب القدر)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیسی ہیں تو ہم نے عرض کی کہ نہیں مگر یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور اُن کے آباء کے نام اور اُن کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر اس کے آخر پر میزان لگائی گئی اور ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا ہمیشہ تک پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام دوزخیوں اور ان کے آباء و قبائل کے نام درج ہیں پھر آخر میں میزان (ٹوٹل) لگایا گیا ان میں نہ زیادہ ہوگا نہ کم تا ابد۔

اُویسی کی اپیل

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتی ہونے کا دم بھرنے والے سے اپیل ہے کہ یہ حدیث صحیح صحاح ستہ کی ترمذی شریف کی مستند روایت پڑھ کر فیصلہ فرمائیے کہ آپ تمام جنتیوں اور دوزخیوں کا رجسٹر ہاتھ میں رکھتے ہیں لیکن وہابیوں دیوبندیوں کے مولوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ اپنے خاتمہ علی الایمان کی خبر ہے نہ دوسروں کی پھر ڈھٹائی یہ کہ دلائل سے ثابت کیا جارہا ہے اور دلائل بھی وہ جو منسوخ ہو چکے ہیں اسے کہتے ہیں غدار امتی۔ اب قارئین خود سوچ لیں کہ غدار اُمتی بننا چاہتے ہیں یا وفادار۔ اختیار بدست مختار۔

خاتمہ کا اپنا کسی نہ دوسرے کا نبی ولی کو علم نہیں (معاذ اللہ)

① مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا کہ "جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر و خواہ آخرت و حشر اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ ولی کو نہ نبی کو۔" (تقویۃ الایمان صہ۳۲)

③ مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل انبیٹھوی نے لکھا کہ (حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کر کے لکھتے ہیں) میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (براہین قاطعہ ص۵۱ از مولوی خلیل احمد) خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں و اللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (بخدا مجھے نہیں معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟

لطیفہ دیوبندیوں کو اپنے مولویوں سے ایسی عقیدت ہے کہ جب یہ حوالہ دکھاؤ تو بجائے اپنے مولویوں کی غلطی کے اعتراف و اظہار کے کہتے ہیں جب حدیث میں ہے تو انکار کیوں لیکن انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و احترام کا خیال تک نہیں گذرتا کہ آپ کے حق میں اتنی بڑی جرأت کرنے والے کو سنگسار کرنے کی بات کرنی چاہیئے جبکہ اس سے پہلے تفصیل گذری ہے کہ یہ حدیث اور ایسے ہی یہ آیت پارہ ۲۶ احقاف رکوع ۱ بھی منسوخ ہے اور منسوخہ آیات و احادیث سے استدلال گمراہی اور عظیم فتنہ ہے۔

حکایت فقیر اویسی کے پاس چند زمیندار ایک دیوبندی ملاں کو لے آئے اور فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ علمائے دیوبند کا کیا قصور ہے کہ مولوی اویسی ہر وقت ان کے درپے ہے۔ فقیر نے تقویۃ الایمان اور براہین قاطعہ اٹھوا کر دونوں حوالے دکھائے تو اس نے یہی کہا کہ جب حدیث ہے تو انکار کیوں تو میں نے اسے ناسخ (سورۃ الفتح کی آیت اول) دکھائی تو بھی نہ مانا۔ زمینداروں نے اس کے گلے میں پھندا ڈالا اور کھینچنے لگے اور کہا کہ اگر تیرا قتل کرنا ہمارے بس میں ہوتا تو تجھے نہ چھوڑتے اب تیری اتنا سزا کافی ہے تو ہمارے علاقہ سے نکل جا۔

عجیب انکشاف اس آیت کے نزول پر کفار بہت خوش ہوئے یا آج وہابی دیوبندی خوش ہیں چنانچہ تفسیر خازن میں

اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَرِحَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالُوْا وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى مَا اَمْرُنَا وَاَمْرُ مُحَمَّدٍ اِلَّا وَاحِدًا وَمَالَهُ عَلَيْنَا مِنْ مَّزِيَّةٍ وَّفَضْلٍ لَوْلَا اَنَّهُ مَا ابْتَدَعَ مَا يَقُوْلُهُ لَاَخْبَرَهُ الَّذِيْ بَعَثَهُ بِمَا يُفْعَلُ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ الْاٰيَةَ فَقَالَتِ الصَّحَابَةُ هَنِيْئًا لَكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتَ مَا يُفْعَلُ بِكَ فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ الْاٰيَةَ وَاَنْزَلَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا وَهٰذَا قَوْلُ اَنَسٍ وَّقَتَادَةَ وَعِكْرِمَةَ قَالُوْا اِنَّمَا هٰذَا قَبْلَ اَنْ يُّخْبَرَ بِغُفْرَانِ ذَنْبِهٖ وَاِنَّمَا اُخْبِرَ بِغُفْرَانِ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزی کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے اُن کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو اُن کو بھیجنے والا ضرور انہیں بتا دیتا کہ اُن سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت اتاری لیغفر لک اللہ ما تقدم پس صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں اور یہ آیت اتری کہ خوشخبری دیجئے کہ اُن کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے یہ حضرت انس اور قتادہ و عکرمہ کا قول ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ حضور علیہ السلام

ذَنْبِہٖ عَامَ الْحُدَیْبِیَۃِ فَنُسِخَ ذَالِکَ ۔

کو اُن کی مغفرت کی خبر دی گئی مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی ۔

فائدہ دیکھئے کفار حضور علیہ السلام کی لاعلمی از خاتمہ پہ کتنا خوش ہوئے ایسے ہی یہ لوگ آیت دلیل کے طور پر پیش کر کے ضمناً خوشی کا اظہار کرتے ہیں اس سمجھ لیجیئے کہ یہ کون ہوئے ۔

سوال اگر کوئی کہے کہ آیت لَآ اَدْرِیْ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی جیسے قواعد النسخ میں تم نے خود لکھا ہے ؛

جواب بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں جیسے وَاِنْ تُبْدُوْا الآیۃ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا سے منسوخ ۔ ایسے ہی لَآ اَدْرِیْ کو ابن عباس وانس مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ سے منسوخ مانا ۔ مزید تفصیل وتحقیق فقیر نے کتاب " ناسخ منسوخ " میں لکھی ہے ۔

یہاں گویا فرمایا گیا قُلْ لَآ اَدْرِیْ اور قل امر ہے ۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے

(۳) بعض آیات صورت میں خبر اور معنیٰ میں امر ہیں جیسے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ یا لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ وغیرہ ۔

سوال مدینہ پاک میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس کام کو عربی میں تلقیح کہتے ہیں) انصار نے تلقیح چھوڑ دی ۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے ۔ اس کی شکایت سرکار عالم کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ اپنے دنیاوی معاملات تم خوب جانتے ہو ۔

اس حدیث کو لے کر دیوبندی وہابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سخت چوٹ کرتے ہیں اور قاعدہ کلیہ کے طور کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دنیاوی امور میں یکسر بے خبر تھے ۔ اسی قاعدہ پر براہین قاطعہ میں لکھا کہ حضور علیہ السلام سے شیطان وملک الموت کا علم زائد ہے اسی قاعدہ پر اشرف علی تھانوی نے الافاضات الیومیہ میں لکھا کہ آپ سے سیاسی لوگ سیاست میں زائد علم رکھتے ہیں (معاذ اللہ) حالانکہ ادھر خود اقراری ہیں کہ حضور علیہ السلام علی الاطلاق جمیع مخلوق سے اعلم ہیں لیکن جب تفصیل کا موقعہ آتا ہے تو دنیاوی معاملات میں حضور علیہ السلام کو یکسر بے خبر ثابت کرتے ہیں ان کا استدلال حدیث مذکور سے ہے وہ بھی صرف اس لئے کہ ان کے رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی اور اسماعیل دہلوی سے جو گستاخیاں سرزد ہوئیں وہ صحیح ثابت کی جا سکیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آجائے گدھے کے خیال سے بدتر (معاذ اللہ) صراط المستقیم) اور شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ) کیونکہ ملک الموت اور شیطان کا علم دنیاوی باتوں سے متعلق ہے اسی لئے ان کا علم زائد ہو جائے تو کیا حرج ہے ؟

جوابات تفصیلی دیوبندی وہابی کے قاعدہ مذکورہ کا ردِ تفصیلی تو ہم نے علم الغیب فی الحدیث میں لکھا ہے یہاں صرف اپنا عقیدہ مع مختصر جواب پھر حدیث ہذا کی تفصیل عرض کروں گا ۔

حدیث میں صریح ہے " اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ " میں پہلے پچھلے

تمام لوگوں کا علم عطا کیا گیا ہوں۔ اس حدیث شریف میں دینی، دنیوی جمیع علوم کے علم کا دعویٰ ہے فرق صرف اتنا ہے کہ آپ دینی امور کے اظہار پر مامور ہیں اور دنیوی کو کے لئے مختار ہیں تاکہ امت کے لئے موجب کلفت و مشقت نہ ہو۔ شرح شفا لیکن کوشش فرماتے کہ امت دنیوی امور کو بھی دین کے تحت ڈھالنے کے عادی بنیں یہاں تلقیح میں بھی یہی فرمایا کہ یہ لوگ توکل کریں تو تلقیح کی دائمی کلفت و مشقت سے بچ جائیں لیکن جب انہوں نے بے صبری دکھائی تو فرمایا "انتم اعلم بامور دنیاکم" لیکن افسوس کہ دیوبندیوں وہابیوں نے یہاں بھی خیانت کر کے غلط ترجمہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم (مجھ سے زیادہ) جاننے والے ہو۔ حالانکہ انتم اعلم بامور دنیاکم کا ترجمہ یہ ہے کہ تم اپنے دنیا کے کام کو ہی جانو۔ لیکن علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفی کرنے کے لئے ان حضرات نے حدیث کا ترجمہ ہی اپنی طرف غلط کیا۔ اگر صرف ترجمہ پر ہی نگاہ ہو تو مطلب ظاہر ہے کہ جب باغبانوں نے توکل پر عمل نہ کیا تو حضور علیہ السلام نے بطریق عرف زجر کے رنگ میں فرمایا انتم اعلم الخ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح شفا بحث معجزات میں اسی حدیث تلقیح کا جواب علامہ سنوسی سے بھی نقل فرماتے ہیں۔

ومن معجزاته الباهرة ای
اياته الظاهرة (مما جمعه الله
له من العوارف) ای الجزئية
(والعلوم) ای الكلية والمدركات
الظنية واليقينية والاسرار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات
اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ
تعالیٰ آپ کے واسطے معارف جزئیہ اور علوم
کلیہ اور مدرکات ظنیہ اور یقینیہ اور اسرار
باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کئے اور آپ کو

الباطنة والانوار الظاهرة
(وخصه) من الاطلاع على جميع
مصالح الدنيا والدين) ای ما يتم
به اصلاح الامور الدنيوية
والاخروية واستشكل بانه
صلى الله تعالى عليه وسلم وجد
الانصار يلقحون النخل فقال لو تركتموه
فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيصا
فقال انتم اعلم بامر دنياكم قال
الشيخ السنوسي اراد ان يحملهم
على خرق العوائد فى ذلك الى
باب التوكل واما هناك فلم يمتثلوا
فقال انتم اعرف بدنياكم ولو امتثلوا
او تحملوا فى سنة او سنتين لكفوا امر
هذه المحنة (شرح شفا العلامہ قاری
جز اول ص۴۲)

دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دیکر خاص کیا۔ اس پر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلقیح عمل کر رہے تھے یعنی نر کھجور کی کلی کو مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسکو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا انہوں نے چھوڑ دیا تو پس پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو شیخ سنوسی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرق و خلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے اور باب توکل کی طرف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا انہوں نے اطاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضرت نے فرما دیا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ اگر وہ سال دو سال اطاعت کرتے اور تلقیح نہ کرتے اور امر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتثال کرتے تو انہیں تلقیح کی محنت نہ اٹھانی پڑتی۔

فائدہ علامہ قاری اور علامہ سنوسی کی شرح سے کتنا صاف واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تلقیح کرنے سے منع فرمایا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا جب پھل کم آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیاوی کاموں کو جانو اگر وہ آپ کے حکم کی سال دو سال اطاعت کرتے تو انہیں تلقیح کرنے کی محنت نہ کرنی پڑتی ۔ اور آپ نے اُن کو باب توکل تک پہنچا دینے کا ارادہ فرمایا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی و دنیاوی تمام مصلحتوں پر مطلع فرما دیا ہے ۔

انتباہ اس حدیث میں ایک لفظ ایسا بھی نہیں کہ جس کے یہ معنی ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو ۔ یا اس واقعہ میں علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفی ہو ۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے علم ہونے کی دلیل لینا اوّل درجہ کی خباثت نہیں تو اور کیا ہے ۔

ایسے ہی علامہ قیصری رحمۃ اللہ نے فصل الخطاب میں فرمایا کہ

وَلَا يَعْزُبُ عَنْ عِلْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ مِنْ حَيْثُ مَرْتَبَةٍ وَإِنْ كَانَ يَقُوْلُ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ (فصل الخطاب)

ترجمہ: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زمین و آسمان میں کچھ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ بشریت کے اعتبار سے یہ فرما دیں کہ تم دنیا کا کام جانتے ہو ۔

فائدہ ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام دنیاوی اُمور کا علم ہے زمین و آسمان میں کوئی ذرہ ایسا نہیں جو کہ آپ سے پوشیدہ ہو ۔ ہاں اگر

وہ اُس نقصان کو کچھ سال دو سال برداشت کر لیتے تو انہیں نفع بھی ہوتا اور یہ محنت نہ اُٹھانی پڑتی تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اُمورِ دنیاوی کا علم ہے دنیا کا کوئی امر قیامت تک آپ سے مخفی نہیں ہے آپ تو ساری دنیا کو کفِ دست کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں خلاصہ یہ کہ محاورہ عام ہے کہ جب کوئی کسی کی مصلحانہ و مخلصانہ نصیحت پر عمل نہیں کرتا تو ہم بھی عام طور پر کہہ دیتے ہیں تو جان تیرا کام جانے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ متکلم اپنی لاعلمی کا اظہار کر رہا ہے بلکہ مخاطب کو نصیحت قبول نہ کرنے پر اس سے گویا ناراضگی ظاہر کر رہا ہے ۔

سوال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب میں کبھی شہد نہ پیوں گا ۔ اس پر قرآن کی آیت اتری کہ آپ اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ نے حلال کی آپ کے لئے ۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو کیوں ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھا لیتے ؟ چنانچہ گکھڑوی نے صاف لکھا کہ نبی علیہ السلام نے شہد کو اپنے اوپر بیویوں کی سازش کے عدمِ علم کی بنا پر حرام کیا تھا ؟ (تبرید النواظر)

جواب دراصل یہ سوال مخالفین کو سورۂ تحریم کے ایک شانِ نزول سے سوجھا ہے جسے فقیر تفصیل سے عرض کرتا ہے جس سے سرے سے سوال بے بنیاد ہو جائیگا لیکن افسوس یہ ہے کہ مخالفین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس شان نزول سے صرف لاعلمی ثابت کی ہے بلکہ کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام کر دیا اسی لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے جھڑکا کہ میرے حلال کو حرام کیوں فرمایا وغیرہ وغیرہ ۔ فقیر تفصیلی جواب سے پہلے شان نزول عرض کرتا ہے ۔

شانِ نزول سورۂ تحریم پ۲۸ کی پہلی آیات کے متعلق ایک روایت یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر تشریف فرما کر شہد نوش فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائیں وہ آپ سے کہہ دے کہ آپ کے مُنہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی۔ پس چونکہ آپ کو بدبو سے نفرت ہے آپ شہد پینا ترک فرما دیں گے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس نشست کم ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قسم کھالی کہ اب کبھی شہد نہ پیوں گا۔

اس پر قرآن شریف کی یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

(پ ۲۸ ع ۱۸ سورۃ التحریم)

اے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ اپنے اُوپر کیوں حرام کئے لیتے ہیں وہ چیز جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی۔ اپنی ازواج کی مرضی چاہتے ہو۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فائدہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے۔ اعتقاداً ایسا نہیں جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر سراج منیر اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

بان المراد بہذا التحریم ھو الامتناع من الانتفاع بالازواج اعتقادًا۔ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتنع الانتفاع بہا مع اعتقاد لونہا حلالا فان من اعتقد ان ھذا التحریم ما احل اللہ فقد کفر فکیف یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

البتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے۔ از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھہرانا مراد نہیں۔ یعنی آپ نے شہد کو اپنے لئے اس کو حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا۔ پس جو شخص اعتقاد کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف یہ نسبت کیسے ہو سکتی ہے۔

اس سے آگے چل کر صاحب تفسیر "سراج منیر" فرماتے ہیں۔

تبتغی ای ترید ارادۃ عظمتہ من مکارم اخلاقك وحسن صحبتك مرضات ازواجك

(سراج منیر)

یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عمیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے تھے اور آپ کے حق محبت کا تقاضا تھا۔

فائدہ قرآن کریم کے مبارک لفظ تبتغی مرضات ازواجك اور تفسیر سے بھی یہ صاف ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا اسی لئے شہد چھوڑ دیا۔ اس کو علم سے کیا واسطہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوب جانتے تھے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی۔ مگر از آنجا کہ طبع شریف میں کمالِ تحمل و بُردباری تھی اور آپ کے اخلاق

کریہ ایسے تھے کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارہ نہ فرماتے تھے۔ بنا علیہ اس وقت ازواج سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی اور ان کی رضا مندی کے لئے انہیں شہد چھوڑنے کا اطمینان دلا دیا۔ پھر اس پر یہ بھی منع فرما دیا کہ اس کا کہیں ذکر نہ کیا جاوے مدعا یہ تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے پاس شہد پیا تھا انہیں شہد چھوڑنے کی اطلاع نہ دی جائے کیونکہ اس سے ان کو ملال ہوگا اور منظور ہی نہیں کہ کسی کی بھی دل شکنی ہو۔ دیکھئے ابی منافق نے جس کا نفاق اظہر من الشمس ہو چکا تھا مرتے وقت اپنے لئے آپ کی قمیص مبارک طلب کی۔ آپ نے باوجود اس علم کے وہ منافق ہے اُس کو وہ قمیص مرحمت فرمائی۔ پس رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک فرما دیں۔ ایسے بے محل اعتراضات کرنے والے یہ کیا جان سکتے ہیں کہ اس آقائے دوجہاں کی رحمت عالمین اور اخلاق عظیم کی خود جناب حق تعالیٰ مجدہٗ نے تعریف بیان فرمائی؛

اِنَّکَ لعلیٰ خلق عظیم اور وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعلمین اور عزیز علیہ ما عَنِتُّم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیمٌ

یہ ہے اخلاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان۔

چنانچہ علامہ خازن نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ضمن میں وہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے جو صحیح بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث عند زینب بنت جحش فیشربُ عندھا عسلا فتواطیت انا وحفصۃ

اَنْ اَیتنا دخل علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلتقل لہٗ انی اَجِدُ ریح مغافیر اکلت مغافیر فدخل علی احدا ھما فقالت ذالک لہٗ فقال بل شربت عسلا عند زینب بنت جحش ولن اعود لہ وقد حلفت فلا تخبری ذالکَ۔

(التفسیر الخازن وکذا بخاری ومسلم شریف)

حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کے پاس جب حضور تشریف لائے اور انہوں نے اپنا منصوبہ کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے مغافیر کی بُو پاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہم نے تو زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے:

چنانچہ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقات المفاتیح میں اسی حدیث لا تخبری کے متعلق فرماتے ہیں۔

الظاھر انہ لئلا ینکسر خاطر زینب من امتناعہ من عسلھا مرقاۃ المفاتیح۔

(ترجمہ) یہ اس لئے فرمایا کہ شہد چھوڑنے کی خبر کسی کو نہ دینا تاکہ اگر حضرت زینب بنت جحش کو معلوم ہوا تو اُن کی دل شکنی ہوگی

فائدہ صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ ہمارے مُنہ سے بُوئے مغافیر کو کوئی علاقہ نہیں۔ مگر یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا منشا یہ ہے کہ حضور شہد پینا ترک فرما دیں۔ اسی لئے اُن کی رضا مندی کے لئے فرمایا کہ اب ہم اُس طرف عود نہ کریں گے یعنی قسم کھاتے ہیں کہ پھر شہد نہ پئیں گے اور تم اس کو شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا۔ اس لئے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دل شکنی ہوگی۔

غرض کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ و حدیث شریف سے منکرین علم رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی۔ نہیں معلوم کہ منکرین اور وہ کیا سمجھ کر ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ آیت یا حدیث میں یک نہیں جس سے کسی طرح یہ ثابت ہو سکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فلاں امر کا علم نہیں۔

ان احادیث کے علاوہ مخالفین اور روایات بھی علم غیب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار میں پیش کرتے ہیں چونکہ اصولی طور ان کے جوابات بھی آگئے ہیں اسی لئے کتاب کو طول سے بچانے سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ باقی روایات کے جوابات فقیر کی کتاب علم الغیب فی الحدیث میں پڑھیئے۔

تعجب بالائے تعجب | نہ آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی کا ذکر ہے نہ شان نزول میں دیوبندیوں وہابیوں نے ازخود حضور علیہ السلام پر لاعلمی کی تہمت لگائی ہے۔ اس آیت کے تحت مزید تفصیل تفسیر اویسی میں دیکھئے۔

سوال | جب انبیاء علیہم السلام کو غیب عنایت فرمایا جاتا ہے اور وہ غیب جانتے ہیں تو ان کو عالم الغیب علی الاطلاق کہنا کیوں جائز نہیں خدا کی طرح ان کو بھی عالم الغیب کہنا چاہیئے؟

جواب | اگرچہ مبدا کا صدق مشتق کے صدق کی علت ہوتا ہے جیسا کہ عدل کا صدق عادل ہونے کو چاہتا ہے اور ظلم کا صدق ظالم ہونے کو چاہتا ہے وغیرہ لیکن یہاں خاص وجہ کی بنا پر علم کا اطلاق تو جائز ہے لیکن عالم الغیب کا اطلاق مستحسن نہیں اور وہ وجہ یہ ہے کہ صاحب تفسیر کشاف رقمطراز ہیں کہ غیب وہ امر خفی ہے جس تک رسائی ابتداً علم الٰہی ہی کو ہو کہ اس کے بتانے اور دلیل قائم کرنے سے دوسروں کو بھی ہو لہٰذا اب اگر مطلق عالم الغیب کا اطلاق کسی غیر پر ہو اس سے معنی اوّل الذکر کا وہم پیدا ہوتا ہے اس وہم سے بچتے ہوئے بلا تقیید عالم الغیب کا اطلاق غیر پر نہ کریں گے جیسا کہ بحر العلوم اور میر سید سند رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے۔

سوال | یہ عجیب منطق ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب غیب جانتے ہیں تو پھر اطلاق نہ ہونا ایسے ہی ہے کہ کہا جائے کہ فلاں شخص کھاتا پیتا ہے چلتا ہے لیکن اسے کھانے والا پینے والا نہ کہا جائے؟

جواب | قرآن وحدیث و شرع میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں مثلاً عیسٰی علیہ السلام کے لئے تخلیق ُخلق سے تعبیر کیا گیا لیکن ان کو خالق نہیں کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم ُیعلّم کہا ہے لیکن اسے معلّم نہیں کہا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کا صفاتی اسم ہے اور اس کے اسما کی طرح اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی اسما توقیفیہ ہیں چونکہ مذکورہ بالا وجہ سے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے اب بلا قید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے استعمال نہیں ہوگا۔

سوال | جو چیز بتا دی جائے اس پر لفظ غیب نہیں بولا جا سکتا۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ کو غیب کا علم نہ تھا؟

جواب (۱) | جاننے کے بعد غیب نہیں رہتا صرف اس کے لئے جو جان لیتا ہے اور جو نہیں جانتا اس کے لئے تو ہنوز غیب ہے اب جاننے والے جو کہتے ہیں کہ وہ غیب جانتا ہے تو اس سے نہ جاننے والے کی بہ نسبت مراد ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو بھی عالم الغیب نہ کہا جائے حالانکہ وہ غیب وحاضر کا نہ صرف عالم بلکہ خالق بھی

ہے تو وہاں بھی یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ غیب جانتا ہے جو اس کی مخلوق سے غیب ہے۔

(۲) ہم نے تفصیل سے لکھا ہے کہ یؤمنون بالغیب ہیں غیب سے کیا مراد ہے اور جو مراد لی جائے گی اسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام جانتے بلکہ ہر وقت مشاہدہ فرماتے ہیں۔ دوبارہ سنیئے کہ غیب لغت میں پوشیدہ شے کو کہا جاتا ہے اور اصطلاحِ شرع میں

وَالْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِي لَا يُدْرِكُهُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِيهِ بِدَاهَةُ الْعَقْلِ۔

یعنی غیب اُس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی اور عقل یا نہیں لیتی۔

اسی طرح صاحبِ تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قَوْلُ جُمْهُورِ الْمُفَسِّرِينَ أَنَّ الْغَيْبَ هُوَ الَّذِي يَكُونُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّةِ هٰذَا الْغَيْبُ يَنْقَسِمُ إِلَى مَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَإِلَى مَا لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ

ترجمہ: جمہور مفسرین کا قول ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس غائب ہو۔ پھر اس غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل نہ ہو اور ایک وہ جس پر دلیل ہو۔

ثابت ہو گیا کہ غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان آنکھ، ناک، کان، وغیرہ حواس سے محسوس نہ کر سکے اور بلا دلیل بداہۃً عقل ہی نہ آ سکے۔ حواس خمسہ سے جو چیز اوجھل ہے اُسے غیب کہا جاتا ہے اور جو چیز حواس خمسہ یا بذریعہ آلات و ذرائع کے معلوم ہو اُسے غیب نہیں کہا جاتا۔ اسی لئے ریڈیو تار وغیرہ کی خبر غیب نہیں ایسے ہی آلات سے پیٹ کے بچے کی خبر دینا نبض سے بیماری کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ٥ عَلَى قَلْبِكَ

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔ اُسے روح الامین لے کر

لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ٥

(پ ۱۹ ع ۱۴ سورۃ الشعراء)

اترا۔ آپ کے قلب مبارک یعنی دل پر کہ آپ ڈر سناؤ۔ بلکہ دل کے ساتھ تھا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ

فرما دیجئے۔ جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اُس نے آپ کے قلب (مبارک) پر اللہ کے اذن سے یہ اُتارا۔

فائدہ آیت میں واضح طور سے ہے کہ وحی کا تعلق حواس خمسہ کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اس کا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے قلب اقدس کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ عقلِ انسانی سے بالاتر ہے اور نبوت کا اوّلین خاصہ بھی یہ ہوا کرتا ہے کہ ان کے قلب پر خداوند کریم وحی نازل فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر عام انسانوں اور مقام نبوت میں کچھ فرق نہ ہوا اور قلب ہی ایک ایسا مقام ہے جو تمام اجزائے انسانی میں بمنزلہ عرش الٰہی کے ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی عظمت اللہ۔ اللہ احادیث و علمائے اُمت نے جو بیان کی ہے اگر اُس کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے کئی دفاتر چاہئیں تب بھی ناکافی کیونکہ اسرار ربانی کا گنجینہ و خزینہ ہے اور مخفی خزینہ کو مالک کے سوا کسی کو کیا خبر۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ٥

(پ ۲۵ ع ۵ سورہ شوریٰ)

اور نہیں ہے کسی بشر کی طاقت کہ اُس کو اللہ کلام کرے۔ مگر القائے یا پردے کے پیچھے یا جبریل بھیج کر وحی کرتا ہے۔ وہ اللہ کے اذن کے ساتھ جو چاہتا ہے۔ بے شک وہ اللہ بڑا جاننے والا بڑا دانا ہے۔

فائدہ آیت سے ثابت ہو کر وحی کا آنا یا بذریعہ رسول یا پردے کے پیچھے سے ہو تو یہ عام انسانوں کی برداشت سے باہر ہے۔ کیونکہ یہ منصب انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے اس کا تعلق انبیاء عظام علیہم الصلوۃ والسلام ہی کے ساتھ ہوا کرتا ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا جو چیز اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ پر ظاہر فرما دی۔ اگر غیب کا تعلق ضرور ہو کیونکہ علم والے سے تو غیب کا پردہ ہی اٹھ گیا ہے جبکہ دوسروں سے پوشیدہ ہے تو غیب ہی ہو گا۔ ہم ابتدا میں ثابت کر چکے ہیں کہ آیت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے تحت تمام مفسرین کرام فرماتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ بِمَا غَابَ عَنْھُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔ (جلالین) سارا تفسیر جو لوگ ایمان لائے ساتھ غیب کے وہ جو غیب ہے ان سے قیامت اور جنت و دوزخ

اس آیت اور تفسیر سے ثابت ہو گیا کہ غیب جانتے ہیں۔ قیامت برحق ہے جنت و دوزخ برحق ہے۔ ان چیزوں کا علم حضور علیہ السلام کو ہے اور یہ غیب ہیں۔

سوال کے جواب کا خلاصہ بقول مخالفین کے جو چیز بتا دی جائے وہ غیب نہیں ہو سکتا۔ تو پھر جنت و دوزخ و قیامت وغیرہ کو قرآن نے غیب کیوں کہا ہے۔

نیز نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو وحی کی گئی ہے اس کو غیب کہا جاتا ہے کیونکہ اسے نہ ہم حواس سے نہ بداہۃً عقل سے اس کو پا سکتے ہیں لہٰذا نبی اللہ کو جو چیز وحی کی گئی اسے غیب ہی کہا جائے گا ورنہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا انکار لازم آئے گا۔

وحی غیب ہے جو وحی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کی گئی ہے اس کو قرآن کریم نے بھی غیب کہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ (آیت سورہ آل عمران) اے محبوب، یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں

فائدہ آیت میں قرآن نے غیب کا تعین فرما کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علم غیب کا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہیے

آج تک کسی عالم یا مفسر نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے علم غیب کا استعمال نہیں کیا اس لئے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے اسمائیں سے ہے لہٰذا یہ صفت مخلوق پر استعمال کرنے سے شرک فی الاسماء ہو گا اسی لئے حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے۔

مسلمانوں سے اپیل غیبی باتوں کا بتانا ایک کمال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں بہت سے افراد و اشیاء کو عطا فرمایا۔ فقیر نے چند شواہد قائم کئے اور قاعدہ ہے کہ ہر کمال جسے ملا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ملا ہے ورنہ مخالفین اتنا تو مانتے ہیں کہ ہر صاحب کمال سے آپ کا مرتبہ اول ہے کیونکہ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی لئے لازماً ماننا چاہیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علوم غیبیہ کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی موجودگی میں

یہ کمال منافقین نے نہ مانا۔ جس کے چند نمونے فقیر نے پہلے عرض کئے ہیں اور اب ہمارے دور کے مسلمان نُما چند فرقے منکر ہیں اور دعوائے مسلمانی بھی اس سے عام مسلمانوں کو دھوکہ ہوتا ہے لیکن یہ تو سمجھتا ہے جس کو جس سے ضد ہوتی ہے وہ صاف اقرار نہیں کرتا تو اس کے اطوار خود اس کی مخالفت کے شواہد کافی ہیں جیسے منافقین کے چند اطوار فقیر نقل کر چکا ہے۔ یہاں چند نمونے اعدائے خدا کے ملاحظہ ہوں۔

عقیدہ ہم سب کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ ہر شے کا خالق بھی ہے لیکن ہندو (دہریہ) ہمارے خدا (معبود) کا مخالف ہے وہ نہ اللہ تعالیٰ کا اختیار مانتا ہے نہ علم اور نہ ہی اور کوئی کمال بلکہ اس کے ہر کمال کو نقص و عیب ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ہندو (دہریہ) نے ایک کتاب لکھی ہے "ستیارتھ پرکاش" اس کے چودھویں باب میں قرآن مجید کی بسم اللہ سے والناس تک آیات لکھ کر اللہ تعالیٰ کے علم و اختیار و دیگر کمالات پر پھبتیاں اڑائی ہیں (معاذ اللہ)

چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) پارہ اوّل آیت ۳۶ پر لکھتا ہے "اس سے (ثابت ہوا کہ) خدا ہمہ دان نہیں یعنی ماضی، حال، استقبال کی باتیں پورے طور پر نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا اور خدا میں کچھ جلال (طاقت) بھی نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھئے ایک کافر شیطان نے خدا کے بھی چھکے چھڑا دیئے۔ (ستیارتھ پرکاش ص۲۷۶)

(۲) پارہ پنجم آیت ۹۷۔۶۷ پر لکھتا ہے "اگر خدا ایسی باتوں کا روزنامچہ رکھتا ہے تو وہ ہمہ دان نہیں۔ اگر ہے تو لکھنے کا کیا کام ہے۔ (ایضاً ص۳۹۲)

(۳) پارہ بارواں آیت ۷ سورہ گیارہویں پر لکھتا ہے کہ جب خدا اعمالوں کی آزمائش

کرتا ہے تو ہمہ دان نہیں ہے الخ (ایضاً ص۴۰۳)

(۴) پارہ ۱۶ واں آیت ۷۹ تا ۹۱ پر لکھتا ہے بھلا خدا کی کتنی نادانی ہے اسے یہ شک ہوا کہ کہیں لڑکوں کے ماں باپ مجھ سے باغی نہ کر دیئے جائیں (معاذ اللہ)

(ایضاً ص۴۰۹)

(۵) اعمالنامہ پڑھ کر انصاف کرنا بھلا یہ کام ہمہ داں کا ہو سکتا ہے الخ (ستیارتھ پرکاش ص۴۳۲)

یہ چند نمونے ہیں ورنہ ایسے گندے کیچڑ اچھالے ہیں کہ اتنا رشدی خبیث نے نہیں اچھالے ہوں گے۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بھی کسی کا مخالف ہوتا ہے وہ خواہ مخواہ ایسی باتیں بناتا رہتا ہے جس طرح اوپر کے مضامین سے سمجھ ہیں کہ ہندو چونکہ خدا کا دشمن ہے اسی لئے ایسے بکواسات لکھے تو پھر ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ مخالفین (دیوبندی وہابی) بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے انکار پر اتنا زور لگاتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اسی لئے فقیر کہتا ہے کہ ہندو خدا کے علم غیب کا منکر ہے اور یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فلہذا یہی کہنا موزوں ہے کہ نام دو ہیں دونوں کی حقیقت ایک ہے۔

لطیفہ : ستیارتھ پرکاش (کتاب) میں ہندو نے چند قرآنی آیات نقل کی ہیں انہیں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ علم غیب ہے نہ اسے کوئی اختیار ہے اور اس کا طریقہ استدلال اسی طرح ہے جیسے ہمارے دور میں دیوبندی وہابی حضور علیہ السلام کے علم غیب اور اختیار کی نفی میں قرآنی آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

فقیر اہل اسلام سے اپیل کرتا ہے کہ ہندو کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" اردو باب ۱۴ کو غور سے پڑھ کر پھر فقیر کے ساتھ مل کر کہہ دیں ع مل بیٹھے ہیں دیوانے دو"

(ہندو وہابی + دیوبندی)

اعتراضات از اقوال علماً

اور ان کے جوابات

مخالفین کو جہاں سے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے انکار کا معمولی سا سہارا ملا ہے بغلیں بجا ڈالیں اگرچہ درحقیقت وہ انکار نہیں اقرار ہے لیکن دشمن کو ہمیشہ غیب کی تلاش رہتی ہے۔ اسی لئے مخالفین کا آخری وار عبارات فقہا سے ملاحظہ ہو۔

سوال: احناف کے مستند عالم دین بلکہ گیارھویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔

جوم الحنفیۃ بکفر من اعتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعلم الغیب، یعنی تمام حنفی علماء نے اس شخص کے حق میں کفر کا فتویٰ دیا ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں تھے۔

جواب: ملا علی قاری ہوں یا کوئی اور ہمارا امام ان سب کی ذاتی علم کی نفی مراد ہوتی ہے چنانچہ وہی حضرات اپنی تصانیف میں علم عطائی نہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے بلکہ ان کے وارثین کاملین اولیاء کرام کے لئے بھی اتنا علوم ثابت کرتے ہیں جن سے عقل دنگ ہو جاتی ہے چنانچہ انہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا۔ فقیر چند ایک عبارات پیش کرتا ہے۔

۱۔ واما ما تعلق بعقدہ ای بجزم قلبہ فی معرفۃ ربہ من ملکوت السموٰت والارض ای ظواھرھما وبواطنھما وخلق اللہ تعالیٰ ای وسائر

مخلوقاتہ العلویہ والسفلیۃ وتعیین اسماء الحسنیٰ ای المشتملۃ علی نعوت الجمال وصفات الجلال کما یقتضیہ ذات الکمال وآیاتہ الکبریٰ ای العظمیٰ من عجائب مخلوقاتہ وغرائب مصنوعاتہ وامور الاخرۃ من نشر وحشر وشدائد احوالہا ومکابد اھوالہا واشراط الساعۃ ای علاماتہا من قطعیۃ الارحام وقلۃ الکرام وکثرۃ اللئام وکثرۃ الظلم من الانام واحوال السعداء فی جنۃ النعیم والاشقیاء فی محنۃ الجحیم وعلم ما کان فی بدء الامور وما یکون مالم یعلمہ ودری انہا لا یعلمہ الا بوحی فعلی ما تقدم من انہ معصوم لا یاخذہ فیما اعلم بہ منہ شک ولا ریب۔

(شرح شفا للملا علی قاری جلد ثانی ص ۳۱۳)

مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

رب تعالیٰ کی معرفت میں چودہ طبق زمینوں آسمانوں کی بادشاہی یعنی ان کے ظاہر و باطن اور ساری مخلوقات، مخلوقات علوی و سفلی اور اسمائے حسنیٰ کی تعیین یعنی وہ اسماء جو صفات جلال و جمال پر مشتمل ہیں جیسا کہ ذات کمال کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہ نشانیاں جو نہایت عظیم ہیں اور عجیب و غریب مخلوقات و مصنوعات اور آخرت کے معاملات جیسے حشر و نشر جنت و دوزخ اور اس کی سختیاں اور قیامت کی نشانیاں وغیرہ اور ما کان وما یکون کا بذریعہ وحی علم تو یہ وہ چیزیں ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور ان میں سے جس چیز کی آپ کو خبر دی گئی ہے اس میں آپ کو کبھی بھی شک و شبہ نہیں ہوا۔

اس مذکورہ عبارت میں ملا علی قاری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بالکل واضح الفاظ میں علم ماکان ومایکون کی تصریح فرما رہے ہیں۔

۲۔ اسی شفا کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔ حضرت ملا علی قاریؒ شفا شریف کی اس عبارت (ومن معجزاتہ الباھرۃ ما جمعہ اللہ لہ من المعارف والعلوم وخصہ بہ من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومعرفتہ بامور شرائعہ وقوانین دینہ وسیاستہ عبادہ ومصالح امتہ) کے ماتحت شرح میں لکھتے ہیں۔

ومن معجزتہ الباھرۃ ای ایاتہ الظاھرۃ (ما جمعہ اللہ لہ من المعارف) ای الجزئیۃ (والعلوم) ای الکلیۃ والمدرکات الظنیۃ والیقینیۃ والاسرار الباطنۃ والانوار الظاھرۃ (وخصہ بہ) ای ما خصہ بہ (من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین) ای ما یتعلق باصلاح الامور الدنیا والاخرویۃ۔

یعنی آپ کے روشن معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالٰے نے آپ کے واسطے معارف جزئیہ، علوم کلیہ، مدرکات ظنیہ اور یقینیہ، اسرارِ باطنہ اور انوارِ ظاہرہ جمع کئے اور آپ کو دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دے کر خاص فرمایا۔

قارئین کرام: غور فرماویں کہ ملا علی قاری حضور علیہ السلام کے لئے علوم کلیہ اور معارف جزئیہ کا کیسے صریح الفاظ میں اقرار فرما رہے ہیں اور دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر آپ کے مطلع ہونیکا اعتراف کر رہے ہیں۔

۳۔ یہی ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں شیخ ابو عبداللہ شیرازی کی کتاب عقائد سے نقل کرتے ہیں۔

نعتقد ان العبد ینتقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب

یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ جب ترقی مقامات کو حاصل کر کے صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے تو غیب جاننے لگتا ہے یعنی اس مقام کو طے کر نیکے بعد اس کو غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

۴۔ یہی ملا علی قاری اُسی کتاب عقائد سے مرقات شرح مشکوٰۃ میں نقل کرتے ہیں

یطلع العبد علی حقائق الاشیاء و یتجلی لہ الغیب وغیب الغیب

یعنی بندے پر ترقی مقامات کے حصول کے بعد تمام اشیاء کی حقائق روشن ہو جاتے ہیں بلکہ غیبوں کا غیب بھی اُس پر روشن ہو جاتا ہے۔

۵۔ یہی ملا علی قاری اسی مرقات میں فرماتے ہیں۔

الناس ینقسم الی فطن یدرک الغائب کالمشاھد وھم الانبیاء والی من الغالب علیھم متابعۃ الحس والوھم فقط وھم اکثر الخلائق فلا بد لھم من معلم یکشف لھم المغیبات وما ھو الا النبی المبعوث لھذا الامر

یعنی لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ زیرک جو غیب کو شہادت کی طرح جانتے ہیں۔ یہ انبیاء کی جماعت ہے دوسرا وہ جن پر صرف حس اور وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے ان کو ایک سکھانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور ایسا کرنے والا صرف نبی ہو سکتا ہے جو اسی کام کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

۶۔ یہی ملا علی قاری "شرح فقہ اکبر" میں ابو سلیمان دارانیؒ سے نقل کرتے ہیں

الفراسة مكاشفة النفس ومعاينة الغيب وهي من مقامات الايمان

یعنی مومن کی جس فراست کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہے وہ روح کے کشف اور غیب کے معائنہ کا نام ہے جو مقامات ایمان سے ایک مقام ہے۔

۷۔ یہی ملا علی قاری "زبدہ شرح قصیدہ بردہ" میں فرماتے ہیں۔

علمه صلى الله عليه وسلم حاو لفنون العلم ومنها علمه بالامور الغيبية

یعنی آپ کے علم کا حصہ بے شمار علوم و فنون کو حاوی ہے اور غیبوں کا علم بھی حضور علیہ السلام کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

۸۔ قصیدہ بردہ شریف کے شعر

فان من جودك الدنيا وضرتها | ومن علومك علم اللوح والقلم

کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

كون علمهما من علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه

یعنی لوح و قلم کا علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے اور اس لئے کہ حضور کا علم متعدد انواع پر مشتمل ہے۔ کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق عوارف اور معارف جو کہ ذات و صفات سے متعلق ہے اور لوح و قلم کا علم تو حضور کے علم سے ایک سطر اور ان کے علم کے سمندروں سے ایک نہر ہے۔

۹۔ "نزہۃ الخاطر" میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اقطاب اربعہ میں سے ایک عارف کبیر حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اطلعه على غيبه حتى لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة الا بنظره

یعنی بندہ جب کامل ہو جاتا ہے تو باری تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے حتیٰ کہ کوئی درخت نہیں اگتا اور کوئی پتہ ہرا نہیں ہوتا مگر اس کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔

۱۰۔ یہی ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں خمس لا یعلمھن الا اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فمن ادعى علم شئى منها غير مسند الى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كاذبا فى دعواه

یعنی جو کوئی علوم خمس میں سے کسی علم کا دعویٰ کرے اور اس کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کرے کہ حضور کے بتانے سے مجھے اس کا علم ہوا تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

ف، ان حوالجات کو منصف مزاج پڑھنے کے بعد انصاف فرمائے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علوم انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے متعلق کس طرح گواہی دی ہے اور جن عقائد کو مخالفین کفر و شرک کے کھاتے میں ڈالتے ہیں انہیں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اسلامی عقائد بتائے ہیں۔

سوال، اگر ذاتی کی نفی ہوتی تو فتاویٰ قاضی خاں اور بحر الرائق وغیرہ کتب فقہ میں یہ کیوں لکھا ہوتا

لو تزوج بشهادة الله ورسوله

یعنی جو شخص اپنے کسی معاملہ پر خدا اور

لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاده ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب۔

رسول کو گواہ کرے وہ کافر ہے اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں علم غیب نہ تھا

تو پھر بھلا وصال کے بعد کیسے ممکن ہو سکتا ہے پس اگر علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوتا تو وہ شخص کافر کیوں ہوتا؟

جواب ۱: اس عبارت کے متعلق بعض محققین علماء یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ وجہ لزوم کفر شرکت و مساوات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بحق سبحانہ، بنظر ظاہر الفاظ ہے جس سے وہم ہوتا ہے کہ جیسے خداوند تعالیٰ عالم۔ ویسے ہی رسول اکرم عالم ہیں۔ لہٰذا اس کو بعض علماء ضرور کفر کہتے ہیں۔

جواب ۲: چونکہ ابتدائے فتویٰ قالوا سے ہے لہٰذا یہ قول صاحب فتاویٰ قاضی خاں کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ کہ فقہا قول ضعیف کو دوسروں پر محمول کر دیتے ہیں اور اس کی نسبت اپنی طرف ناپسند کرتے ہیں اور قالوا لکھتے ہیں یعنے بعض لوگ یوں لکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قالوا غیر مستحسن اور غیر مروی عن الآئمہ پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے اس سے اسکا مرجوح ہونا اور ضعیف ہونا ثابت ہوا جو کسی طریق سے بھی دعویٰ میں پیش کرنا صحیح نہیں۔ چنانچہ در مختار میں مرقوم ہے کہ لفظ قیل قول بعض اور ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

جواب ۳: شامی شارح در مختار نے تو صاف طور پر اس کی تردید کر کے فرمایا کہ

انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض

یعنے کافر نہیں ہوتا ہے کیونکہ اشیاء

علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کی جاتی ہیں اور نیز انبیاء بعض غیب کو جانتے ہیں۔

جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

یعنے نہیں ظاہر کرتا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مگر جس سے راضی ہو گیا رسول سے۔

جواب ۴: طحطاوی حاشیہ در مختار میں ہے۔

یکفر لعل وجہہ انہ حلل ما حرم اللہ تعالیٰ لان اللہ تعالیٰ لم یحل النکاح الا بشہود من الجنس فاذا اعتقد الحل بغیر ذالک فقد خالف۔

یعنے کفر کی وجہ شاید یہ ہے کہ اُس شخص نے حلال و جائز سمجھ لیا۔ اس چیز کو جسے اللہ تعالے نے حرام کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں حلال نکاح کیا مگر ہم جنس گواہوں سے پس جب اعتقاد کر لیا بغیر اس کے پس تحقیق خلاف کیا۔

جواب ۵: شرح الملتقی میں ہے

لانہ ادعی ان الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب

یعنے شرح ملتقی میں ہے کہ اُس نے غیب دانی رسول کا اعتقاد کر لیا۔

ف: شیخ زادہ التاتارخانیہ سے ناقل کہ

لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی

اور شیخ زادہ نے تاتارخانیہ سے نقل

م اح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیعرف بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ فلا یظھر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔	کر کے کہا کہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں پس بعض غیب کو آپ پہچانتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں کرتا مگر جس سے کہ وہ راضی ہو گیا رسول سے۔

خلاصہ یہ کہ طحطاوی نے کفر کی یہ وجہ قائم کی کہ انسان کے لئے انسان گواہ چاہئے یہی حکم خدا ہے کہ گواہ ہم جنس ضروری ہے اب جو اس نے غیر ہم جنس کو گواہ بنایا تو بطلان حکم کیا اور آخیر میں طحطاوی نے صاف بیان کر دیا کہ شیخ زادہ تاتارخانیہ سے نقل کر کے کہتا ہے کہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ روح مبارک پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کو جانتے ہیں۔ اور آیۃ کریمہ غیب دانی کی دلیل ہے۔

جواب ۲۶: جہاں مخالف کی دلیل میں احتمال قائم ہو جائے تو وہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور مخالف کی پیش کردہ دلیل میں طحطاوی نے ایک گواہ ہم جنس کا احتمال کر دیا جو استدلال کفر کو باطل کرتا ہے اور پھر اخیر میں جا کر صاف لکھ دیا کہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء کو غیب پر اطلاع ہوتی ہے اور اسکو آیت سے مدلل کر دیا۔ بوجہ دلائل کے شخص مذکور پر کیا کفر کا اطلاق آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور فقہاء کرام نے قاعدہ لکھا ہے جو کہ شرح فقہ اکبر میں مذکور ہے کہ جب تک دلائل قطعیہ سے ثبوت نہ ہولے کافر نہیں کہہ سکتے۔

اور معدن الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

والصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیھم السلام یعلمون الغیب ویعرض علیھم الاشیاء	یعنے صحیح یہ ہے کہ تحقیق وہ شخص کافر نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام جانتے ہیں غیب کو اور ان پر اشیاء پیش ہوتی ہیں۔

خزینۃ الروایات میں ہے۔

فی المضمرات والصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیھم الاشیاء فلا یکون کفراً	یعنی صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ پس کفر نہیں ہوگا۔

اور مجموعہ خانی جلد ثانی میں مرقوم ہے۔

در فتاوی حجہ میگوید۔ صحیح آنست	یعنے فتاویٰ حجہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے
کہ ایں مرد کافر نہ شود۔ زیرا کہ اعمال بندگاں بر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض مے کنند	کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ بندوں کے اعمال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔

جواب ۲۷: لفظ صحیح بمقابل فاسد مستعمل ہوتا ہے چنانچہ عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر میں مرقوم ہے پس صحیح کے مقابل قول کفر فاسد ہو کر مردود ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ ہماری تقریر سے قول کفر یا تو مرجوح یا غلط ہو گیا۔ لہٰذا صحیح قول پر فتویٰ دینا چاہئے۔ غیر صحیح پر نہیں۔ جیسا کہ شامی میں مذکور ہے۔

واذا انه یلیت بالصحیح او المأخوذ به او به یفتی او علیه الفتوےٰ	یعنے اور جب مرجوح صحیح کے ساتھ یا معمول بہا یا بہ یفتی یا علیہ الفتویٰ سے

لطیفت مخالفہ کیا جائے تو ان کے مخالف فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ہر امتی کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری جلد تاسع میں ہے۔

اخرج ابن المبارک فی الزہد من طریق سعید ابن المسیب لیس من یوم الا یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ غداۃ وعشیۃ فیعرف بسیماھم واعمالھم فلذلک یشھد علیھم

یعنے نہیں ہوتا ہے کوئی دن مگر پیش کی جاتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمت صبح و شام۔ آپ پہچان لیتے ہیں ان کو ان کی علامتوں اور اعمال کے ساتھ۔ پس اسی واسطے ان کے گواہ ہوں گے۔

ان کے علاوہ متعدد روایات فقیر نے فیض الغفور فی علم ما فی الصدور میں لکھے ہیں۔

فائدہ ان روایات سے اُمت کا صبح و شام پیش کیا جانا اور حضرت کا اُن کو پہچاننا اور گواہی دینا ثابت ہے۔ ایسی مستند اور صحیح روایات کو اگر کوئی معترض حضور علیہ السلام کے علم غیب میں شک وشبہ کرے تو وہ اپنی بدقسمتی پہ روئے۔

نوٹ: فقہا کرام کی جن عبارات سے مخالفین نے اعتراضات اٹھائے ہیں فقیر نے ان کے جوابات میں ایک رسالہ "لن تنالوا ما نالوا حتی تعلموا ما قیل و قالوا عرف قیل و قال کا حال" لکھا ہے۔

لطیفہ ہم نے مخالفین کا تجربہ کیا ہے کہ نہ صرف عباراتِ فقہا بلکہ قرآنی آیات اور احادیث کا وہ حصہ پڑھ لکھ دیتے ہیں جو ان کے مطلب کا ہے اگر ہوشیاری

سے کام لیا جائے تو ان کے مطلب کا پردہ چاک ہو جائے گا ان کے چند حوالہ جات فقیر نے اپنی کتاب "دفع الحجاب عن تشنبد اہل الحق و اہل الغرب" میں دکھلائے ہیں۔

سوال علم غیب خدا کی صفت ہے اس میں کسی کو شریک کرنا فی الصفت ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا شرک ہے؟

جواب غیب جاننا بھی خدا کی صفت ہے اور حاضر چیزوں کا جاننا بھی خدا کی صفت ہے۔ "عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ" اسی طرح سُننا دیکھنا زندہ ہونا سب خدا کی صفات ہیں۔ تو اگر کسی کو حاضر چیز کا علم ماننا یا کسی کو سمیع یا بصیر یا حیی ماننا ہر طرح شرک ہوا۔ فرق یہی کیا جاتا ہے کہ ہمارا سننا دیکھنا زندہ رہنا خدا کے دینے سے ہے اور حادث ہے۔ خدا کی یہ صفات ذاتی اور قدیم پھر شرک کیسا؟ اسی طرح علم غیب نبی عطائی اور حادث اور متناہی ہے۔ رب کا علم ذاتی قدیم اور کل معلوماتِ غیر متناہیہ کا ہے نیز یہ شرک تو تم پر بھی لازم ہے۔ کیونکہ تم حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب مانتے ہو بعض ہی کا سہی۔ اور خدا کی صفت میں کُلّاً و بعضاً ہر طرح شریک کرنا شرک ہے یہی فرق آج تک مخالفین نے نہ سمجھا یا سمجھا تو ضد کو نہ چھوڑا ورنہ شرح عقائد و دیگر علم کلام میں ثابت کیا گیا ہے کہ حیوٰۃ، قدرت، ارادہ، علم وغیرہ وغیرہ اللہ کی صفات ہیں۔ لیکن یہی صفات مخلوق کی بھی ہیں تو کیا یہ صفات مخلوق کے لئے ماننا شرک ہے جب یہ صفات مخلوق کے لئے ماننا شرک نہیں تو عطائی طور غیب کا علم شرک کیوں۔

سوال حضور علیہ السلام کو علم غیب کب حاصل ہوا۔ تم کبھی تو کہتے ہو کہ معراج میں قطرہ ٹپکایا گیا اُس سے علم غیب ملا اور کبھی کہتے ہو کہ خواب میں سب

کو دیکھا کہ اُس نے اپنا دستِ قدرت حضور علیہ السلام کے شانہ پر رکھا جس سے تمام علوم حاصل ہوئے۔ کبھی کہتے ہو کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان ہے اس کے نزول ختم ہونے سے علم غیب ملا۔ اس میں کونسی بات دُرست ہے۔ اگر نزولِ قرآن سے پہلے علم مل چکا تھا تو قرآن سے کیا ملا؟ تحصیل حاصل محال ہے۔

جواب (۱) حضور علیہ السلام کو نفس علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے پہلے عالم ارواح میں بھی نبی تھے۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ اور نبی کہتے ہی اس کو ہیں جو غیب کی خبریں دے مگر ماکان و مایکون کی تکمیل شبِ معراج میں ہوئی۔ لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے کہ تمام اشیا کو نظر سے مشاہدہ فرمایا پھر قرآن نے اُن ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا۔ اسی لئے قرآن میں ہے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا بیان اور معراج میں ہوا تَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ دیکھنا اور ہے بیان کچھ اور جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کو تمام چیزیں دکھا دیں۔ بعد میں اُن کے نام بتائے۔ وہ مشاہدہ تھا اور یہ بیان۔ اگر چیزیں دکھائی نہ گئی تھیں تو ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ کے کیا معنی ہوں گے۔ یعنی پھر ان چیزوں کو ملائکہ پر پیش فرمایا۔ لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں کہ معراج میں بھی علم ملا اور قرآن سے بھی۔

سوال یہ علوم پہلے تھے تو پھر نزول قرآن کا فائدہ۔

جواب نزول قرآن صرف حضور علیہ السلام کے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس سے ہزارہا دیگر فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی آیت کے نزول سے پہلے اُس کے

احکام جاری نہ ہوں گے۔ اُس کی تلاوت وغیرہ نہ ہوگی۔ اگر نزولِ قرآن حضور علیہ السلام کے علم کے لئے تو بعض سُورتیں دوبارہ کیوں نازل ہوئیں؟ تفسیر مدارک میں ہے۔

فَاتِحَةُ الْكِتٰبِ مَكِّيَّةٌ وَّقِيْلَ مَدَنِيَّةٌ وَّالْاَصَحُّ اَنَّهَا مَكِّيَّةٌ وَّمَدَنِيَّةٌ نَزَلَتْ بِمَكَّةَ ثُمَّ نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ۔

سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے مدنی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں۔

مشکوٰۃ حدیثِ معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شبِ معراج میں پنج نمازیں اور بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ اس حدیث کی شرح میں مُلّا علی قاری نے سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور سورۂ بقر مدنی ہے۔ پھر اس کی آخری آیات معراج میں کیسے عطا ہوئیں؟ تو جواب دیتے ہیں۔

حَاصِلُهٗ اَنَّهٗ مَا وَقَعَ تَكْرَارُ الْوَحْيِ فِيْهِ تَعْظِيْمًا وَّ اهْتِمَامًا لِّشَانِهٖ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ بِلَا وَاسِطَةِ جِبْرِيْلَ

خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی مقرر ہوئی حضور علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کے اہتمام شان کے لئے۔ پس اللہ نے اُس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرمادی۔

اسی حدیث کے ماتحت لمعات میں ہے۔

نَزَلَتْ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ بِلَا وَاسِطَةٍ ثُمَّ نَزَلَ بِهَا جِبْرِيْلُ فَاُثْبِتَتْ فِيْ

شبِ معراج میں یہ آیات بغیر واسطے کے اُتریں پھر ان کو جبریل نے اُتارا تو قرآن میں رکھی گئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دوبارہ نزول

الْمَصَاحِفِ۔ کس لئے ہوا! حضور علیہ السلام کو تو پہلے علم حاصل ہو چکا تھا۔

نیز اجمال و تفصیل کی کیفیت بھی تھی اسے اجمال و تفصیل کا فرق فقیر نے پہلے بسط سے عرض کیا ہے۔

فقط

وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

ھذا آخر ما سطرہ قلم الفقیر القادری

ابی الصالح محمد فیض احمد الاویسی

الرضوی غفرلہ،

۳ ربیع الاول شریف ۱۴۰۱ھ

بروز ہفتہ